

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

(صحیح البخاری ۱/۱۶ رقم: ۷۱)

احکام المدارس

قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں

حسبِ ایماء

حضرت مولانا سید حبیب اللہ مدنی صاحب مدظلہم العالی

تائید و توثیق

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری زید مجدہم

مرتبین

مفتی عباد الرحمٰن صاحب

مفتی پرویز صاحب، مفتی راشد صاحب

ناشر

شعبۂ نشر واشاعت مولانا حسین احمد مدنی مدرسہ انبہٹہ پیر سہارنپور

تفصیلات



☆ نام کتاب : احکام المدارس قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں

☆ مرتبین : مفتی عباد الرحمٰن صاحب، مفتی پرویز صاحب، مفتی راشد صاحب

☆ کمپوزنگ : محمد امجد جامعی انبہٹوی, 9027128698

☆ ناشر : شعبۂ نشر واشاعت مولانا حسین احمد مدنی مدرسہ انبہٹہ پیر سہارنپور

☆ اشاعت اول: ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ، مطابق نومبر ۲۰۲۱ء

☆ صفحات :

☆ قیمت :

حرف اولیں

الحمدللہ الذی جعل من کل فرقة طائفة لیتفقھوافی الدین ولینذروا قومھم إذارجعوا،والصلاة والسلام علی إمام الأنبیاء وعلی آله وأصحابه أجمعین. امابعد!

اسلام ایک مکمل دستورِ حیات اور مستقل تہذیب ہے، اس نے زندگی کے ہر شعبہ اور معاملہ میں انسانیت کی صحیح رہنمائی کی ہے، فقہ اسلامی (اسلامی ہدایات واحکام کا مجموعہ) میں مخصوص مسائل واحکام کو مرتب وسہل انداز میں پیش کرنے کی کوششیں ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہیں، نیز ہر زمانہ میں فقہائے کرام اپنے اپنے دور کے پیش آمدہ مسائل کو نصوص شرعیہ سے منطبق کرکے حل کرنے کی کامیاب کوشش کرتے رہے ہیں، بلکہ فقہ حنفی میں تو موجودہ پیش آمدہ مسائل کے علاوہ فقہ تقدیری یعنی آئندہ پیش آنے والے مسائل کی امکانی اور فرضی صورتوں کا حکم بھی بیان کردیا گیا ہے؛ بنابریں یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ حیات انسانی کے تمام گوشوں اور پہلوؤں کو خواہ وہ اعتقادات ہوں، یا عبادات، معاملات ہوں، یا معاشرت واخلاقیات ......غرض ہر ایک کا حل فقہ حنفی میں موجود ہے۔

زیرِ نظر رسالہ (احکام المدارس) بھی اسی مبارک سلسلہ کی ایک سنہری کڑی ہے، اس رسالہ کو تیار کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ آج کل ہمارے بعض مدارس میں مسائل سے ناواقفیت یا تجاہل عارفانہ کے سبب بعض ناروا صورتیں مشاہدہ میں آرہی ہیں، ظاہر بات ہے کہ اگر خالصاً دینی کام بھی دینداری کے ساتھ انجام نہیں پائیں گے تو ضرور اس سے دینی مدارس کی افادیت متاثر ہوگی، باہمی اختلافات پیدا ہوں گے وغیرہ وغیرہ ....اس لیے جناب قابلِ صد احترام حضرت اقدس مولانا سید حبیب اللہ مدنی مدظلہ العالی کی ایماء پر اس رسالہ میں متعلقہ مسائل کو

قدرے تفصیل کے ساتھ یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے اور مقاصد حسنہ میں کامیابی سے ہم کنار کرے۔ آمین ثم آمین

مفتی عبادالرحمٰن صاحب

مفتی پرویز صاحب، مفتی راشد صاحب

کلماتِ بابرکات:

جگرگوشۂ شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہ العالی

امیر الہند وصدر المدرسین واستاذ حدیث دار العلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند

باسمہ تعالیٰ

الحمد لاھلہ و الصلاۃ علی اھلھا و بعد:

زیرِ نظر مدارس سے متعلق مسائل و احکام کا مجموعہ جستہ جستہ مقامات سے دیکھا، الحمدللہ یہ مجموعہ کافی مفید محسوس ہوا، خاص طور پر اہل مدارس کے لیے کتاب میں مفید و رہنما مواد جمع کر دیا گیا ہے، آمدنی و مصارف اور مدارس کی املاک و جائیداد سے متعلق مختلف الانواع احکام، فقہ کی اہم اور معتبر کتب کی روشنی میں لکھ دیے گئے ہیں؛ کیونکہ اگرچہ ارباب مدارس خود عام طور پر اہل علم ہیں لیکن مدرسہ کے حساب و کتاب پر عموما تدریسی مشغولیت کی بنا پر کما حقہ توجہ نہیں دے پاتے، اور بعض اوقات یہ غفلت ان کی اپنی شخصیت اور کمیٹی مدرسہ کے لیے (خدانخواستہ) بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔

نیز اس میں طلبہ، اساتذہ اور ارباب اہتمام کے باہمی روابط اور ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے، امید ہے کہ یہ مجموعہ اساتذہ خصوصا مہتمم حضرات کے لیے مدارس میں پیش آنے والے مسائل کے تئیں نہایت مفید ثابت ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو مفید بنائے اور اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

(حضرت مولانا سید) ارشد مدنی (مدظلہ العالی)

۹ر ربیع الاول ۱۴۴۳ھ

دعائیہ کلمات وتأثرات:

حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاب مدنی دامت برکاتہم
ناظم مدنی مدرسہ انبہٹہ پیر ضلع سہارنپور

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين الصطفى امابعد :

آج کا دور چونکہ سہولت پسندی اور عجلت کا دور ہے ، ضخیم کتابیں اورطویل مضامین سے طبیعتِ انسانی گھبراتی ہے، مختصر رسالےاورچھوٹے مضامین کو پسند کرتی ہے اس سلسلہ میں الحمدللہ علمائے اسلام کی حالات حاضرہ پر گہری نظر ہے اوروہ موجودہ حالات کے پیش نظر مسلمانوں کو سہولت پہنچانے میں ہمہ تن مصروفِ کار ہیں تا کہ وہ آسانی اور سہولت کے ساتھ استفادہ کرسکیں اورانہیں زیادہ کدو کاوش کی ضرورت نہ پڑے، امسال وبائی مرض کی وجہ سے لاک ڈاؤن کا زمانہ طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا ،علماء ، طلبہ اور پڑھنے پڑھانے والوں کا محبوب مشغلہ کافی متاثر ہوگیا، احقر نے مدرسہ ہٰذا کے مفتیان کرام (مفتی عبادالرحمٰن صاحب، مفتی محمد راشد صاحب ، مفتی پرویز عالم صاحب) کوتوجہ دلائی کہ: اس وقت درس وتدریس کی مشغولی نہیں ہے آپ تینوں حضرات مل کر احکام المدارس کے عنوان سے اہم اہم اورضروری مسائل کو جنکی ضرورت آئے دن اہل مدارس کو پڑتی رہتی ہے، فقہ وفتاویٰ کی کتابوں سے مرتب کردیں......

الحمدللہ ان حضرات نے بڑی محنت سے تھوڑے وقت میں سلیقہ سے یہ کام انجام دے لیا اور یہ ایک اچھا خاصا مجموعہ تیار ہوگیا جو اہل مدراس اورعوام وخواص سب کے لیے یکساں مفید ہوگا، ان شاء اللہ، دعاء ہے اللہ رب العزت ان حضرات کی اس کوشش کو کامیاب فرما کر دنیاوآخرت میں اس کا اچھابدلہ مرحمت فرمائے اوراس مجموعہ کوسب کے لیے نافع اور مفید بنائے آمین۔

فقط والسلام

حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب مدنی

۱۵؍صفر المظفر ۱۴۴۳ھ

تائید وتوثیق حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری

نائب امیر الہند، مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمه تعالیٰ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم. امابعد!

مدارس دینیہ اوران کے نظام کے متعلق ضروری معلومات اور مسائل کا زیر نظر مجموعہ مولانا حسین حمد مدنی مدرسہ انبہٹہ ضلع سہارنپور کے فاضل اساتذہ: جناب مولانا مفتی عباد الرحمٰن صاحب، جناب مولانا مفتی پرویز عالم صاحب، اور جناب مولانا مفتی محمد راشد صاحب زید ظلہم نے عزیز گرامی جناب مولانا سید حبیب اللہ مدنی زید کرمہم ناظم مدرسہ ہذا کی ہدایت ونگرانی میں مرتب کیا ہے، احقر نے بھی جابجا اس کا مطالعہ کیا، بلاشبہ یہ ایک اچھی کاوش ہے، تقریباً سبھی مضامین قرآن وسنت اور معتمد فتاوی کی کتابوں سے ماخوذ ہیں، امید ہے کہ اس سے خصوصاً اہل مدارس بخوبی فائدہ اٹھائیں گے ان شاء اللہ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازیں، اور اس طرح کی مزید علمی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

والسلام

احقر محمد سلمان منصور پوری

خادم مدرسہ شاہی مراد آبادی

۶/۱/ ۱۴۴۳ھ

عکسِ تائید وتوثیق حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری

نائب امیر الہند، مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد:

مدارس دینیہ اور ان کے نظام کے متعلق ضروری معلومات اور [illegible] کا زیر نظر مجموعہ [illegible] جناب مولانا مفتی [illegible] جناب مولانا مفتی [illegible] زید علمہم نے [illegible] جناب مولانا سید حبیب اللہ [illegible] درست کر دی ہے۔ [illegible] قرآن وسنت اور مستند فقہی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ [illegible] مدارس [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] شرف قبولیت سے نوازیں۔ اور [illegible] انجام دینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

والسلام

احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

خادم مدرسہ شاہی مرادآباد

[illegible]

فہرست عناوین

مدارس اسلامیہ

مدارس اسلامیہ دنیا میں اسلام کی حقیقی روح کے محافظ ونگہبان ،شریعت اسلامی کی صحیح تفسیر وتشریح کے امین، اورامت مسلمہ کے بے مثال علمی ورثہ کے پاسبان ہیں، وہ مسلمانوں کے روشن تاریخی کردار کے حامل اوراسلاف کی پاکیزہ راوایات کے وارث ہیں،ان سے ایک طرف مسلمانوں کو اسلامی علوم وفنون کے ایسے ماہرین فراہم ہوتے ہیں ،جو اسلامی اخلاق واعمال اوردینی افکاروکردار کے نقیب ہوتے ہیں ،دوسری طرف وہ ملک کوامن پسند، ایمان داراورفرض شناس شہری عطا کرتے ہیں، جواپنے گفتاروکردار سے دنیامیں انسان دوستی اورصلح وامن کا پیغام دیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے تعلیم وتربیت اوردعوت وتبلیغ کے لیے مکۃ المکرّمہ میں دارارقم اورمدینہ منورہ میں مسجد نبوی سے متصل ایک چبوترہ (جسے صفہ کہاجاتا ہے) میں بیٹھ کر رشدوہدایت کے چراغ روشن کیے،آج دنیا میں جتنے بھی مدارس ومکاتب اورخانقاہیں وتربیت گاہیں ہیں ان سب کا سلسلہ اوررشتہ اسی صفۂ نبوی (علی صاحبہا الف الف تحیہ وسلام) سے وابسطہ ہے،ان سب کے پیش نظر وہی منشور مقصود ہے، جوصفۂ نبوی کا تھا،اسی فکرکوعملی جامہ پہنانے اوراسی چراغ ہدایت کوتابناک وروشن رکھنے کے لیے دنیا بھرمیں تعلیم گاہوں اورتربیت گاہوں کا جال بچھایا گیااوران کے ذریعہ سے تصحیح عقائد ، سنت وشریعت کی پابندی اوراسلامی تشخص کی بقاء وتحفظ کا نمایاں کردار ادا کیا گیااورکیاجارہاہے،نیز کیاجاتا رہے گاان شاءاللہ تعالیٰ۔

لیکن اس سب کے باوجود جب جب بھی یہ دینی قلعے (مدارس وغیرہ) تمدنی یاروحانی اعتبار سے کمزور ہوئے ہیں تو اندلس کواسپین بننے میں زیادہ وقت نہ لگا؛اس لیے اشدضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مدارس اسلامیہ کواپنے اسلاف واکابر کے طرز پرکماحقہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں چلانے کی بھرپورکوشش کرتے رہیں،سرمنہ انحراف کوروا نہ رکھیں: کیونکہ اس وقت امت مسلمہ نہایت نازک دور سے گذررہی ہے، اسلام پر چہارجانب فتنوں کی یلغار ہے، اسلامی روایات

واقتدار کو ختم کرنے اور اسے ہر میدان میں شکست دینے کی منظّم کوششیں کی جارہی ہیں ایسے پُرخطر اور نازک حالات میں مدارس اسلامیہ ہی ڈھال بن کر مسلم مخالف طاقتوں کا مقابلہ بحسن وخوبی انجام دیں سکتے ہیں، اور دے رہے ہیں، ذرا سوچو اگر یہ مدارس نہ رہیں تو ہمارا اور آپ سب کا دینی وجود خطرہ میں ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ یہ ملت مٹنے والی ملت نہیں ہے، تاریخ شاہد ہے اس پر اس سے بڑے بڑے عجیب وغریب حالات آئے مؤرخین کا قلم ساکت تھا: کہ ہم لکھ دیں کہ یہ امت تاتاری قوم کے ہاتھوں تباہ ہوگئی؛ ؎ لیکن پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

بہر کیف اس رسالہ میں کوشش کی گئی ہے کہ مدارس اسلامیہ سے متعلق ضروری مسائل واحکام یکجا جمع کر دیئے جائیں، جو ہم سبھی اہل مدارس کے لیے رہنمائی کا سامان ہوں، امید واثق ہے کہ اہل مدارس ان جیسے مسائل واحکام کو سامنے رکھ کر عمل کرنے کی کوشش کریں گے اللہ تعالی عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

مدرسہ قائم کرنے سے پہلے

(۱) مذہب اسلام کی نشر واشاعت، دین کی خدمت اور اس کے ذریعہ اللہ تعالی کی رضا مقصود ہو، کسی دوسرے مدرسہ سے تقابل، ہم عصروں پر برتری وتفوق، اہتمام کی حرص، ذریعۂ معاش کی طلب، کسی کی ماتحتی قبول نہ کرنے کی متکبرانہ شرست منظورِ نظر نہ ہو۔

(۲) مدرسہ کے لیے جس علاقہ کا انتخاب کیا جائے، وہاں واقعتاً مدرسہ قائم کرنے کی ضرورت ہو، علمائے کرام اور مقامی ذمہ داروں سے مشورہ کر کے ہی مدرسہ قائم کیا جائے۔

(۳) اکابر کی سرپرستی میں فوراً کم ازکم پانچ یا زیادہ سے زیادہ اکیس افراد پر مشتمل مدارس سے جڑے فکر مند اہل علم دیندار حضرات کی ایک کمیٹی تشکیل دیدی جائے، جو پہلی فرصت میں چند بنیادی اصول وضوابط مرتب کر لیں، انھیں اصول وضوابط کو مدارس کی زبان میں دستور اساسی، سرکاری زبان میں بائلاج کہا جاتا ہے؛ تاکہ ارباب شوری واہتمام اور تمام اساتذہ وملازمین ان اصولِ صحیحہ سے کبھی

بھی انحراف نہ کرسکیں، بعض حضرات عارضی نفع کی خاطر ظاہری دیندار اور مالدار کو شوری میں داخل کردیتے ہیں، جسکے برے نتائج یومیہ دیکھنے کو ملتے ہیں: کہ اہل مدارس کی کمزوریاں، کوتاہیاں عوام کی زبان زد ہوتی ہیں جو یقیناً تکلیف کی بات ہے، (مزید تفصیل آگے آرہی ہے) اسی کمیٹی کو شوری، سوسائٹی، کمیٹی، انجمن، ٹرسٹ کہا جاسکتا ہے۔

(۴) ایک محاسب مقرر کرلیا جائے جو یومیہ آمد وخرچ، رسیدات وواوچرس کو مدات کے مطابق رجسٹر میں مندرج کرے تاکہ حساب صاف شفاف رہے۔

ادارہ کا نظام ترکیبی

ادارہ کے نظام ترکیبی میں دو کمیٹیاں ہوں (۱) مجلس شوریٰ (۲) مجلس عاملہ (تحفۂ مدارس ص ۱۵۶)

مجلس شوری: یعنی قانون ساز مجلس، وہ مجلس جس میں انتظام کے لیے صلاح و مشورہ کیا جائے۔ (قاموس)

مجلس عاملہ: یعنی ورکنگ کمیٹی، منتخب ارکان کی وہ جماعت جو عملی طور پر تنظیم کی تفویض کی ہوئی ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لیے قائم کی جائے۔ (قاموس)

شوریٰ اور اہتمام

شوریٰ کے لغوی معنی

لفظ شوریٰ، باب نصر ینصر کا مصدر ہے، اس کے لغوی معنی ہیں شہد کے چھتہ سے شہد نچوڑنا، اس مادہ سے باب افعال میں اشارہ، باب استفعال میں استشارہ، اور باب مفاعلۃ میں مشاورۃ کا استعمال ہوتا ہے، اشارہ بصلہ علیٰ کے معنی ہیں مشورہ دینا، استشارہ کے معنی ہیں مشورہ طلب کرنا اور مشاورۃ کے معنی ہیں: باہم بیٹھ کر مشورہ کرنا، ثلاثی سے یہ مادہ مشورہ کے معنی میں مستعمل نہیں ہے، بس اس کا مصدر (شوریٰ) مشورہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (شوری کی شرعی حیثیت ص ۵)

مجلس شوریٰ، کمیٹی، انجمن یا سوسائٹی

یہ سب الفاظ مترادفہ ہیں یعنی سب کا معنی اور مفہوم لغوی وعرفی اعتبار سے ایک ہے، چند مخصوص افراد جو کسی خاص اور اہم کام کے ذمہ دار بنائے گئے ہوں اور انھیں کے مشورے سے وہ کام انجام پذیر ہوتا ہو، ہمارے مدارس اسلامیہ میں زیادہ تر مجلس شوریٰ یا کمیٹی کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔

مشورہ کی اہمیت عقل انسانی کی نظر میں

مشورہ کی حقیقت یہ ہے کہ مشورہ کی صلاحیت رکھنے والے ایک سے زائد افراد کسی ایسے معاملہ میں جس کے حسن وقبح کے بارے میں دورائے ہوسکتی ہوں یک جا بیٹھ کر غور وفکر کریں اور ایک دوسرے کے علم، تجربہ، عقل، اور خداداد صلاحیتوں سے استفادہ کریں۔

حضرات پیغمبران علیہم السلام عالی مقام (جنھیں وحی خداوندی کی بنیاد پر کسی انسانی عقل و شعور سے استفادہ کی ضرورت نہیں) کے علاوہ دنیا کے کسی بھی مفکر اور کسی بھی دانشور کو مشورہ کے نتیجہ خیز عمل سے بے نیاز نہیں سمجھا جاسکتا، مشورہ کا عمل، غور وفکر کے سمندر میں غوطہ سے کم نہیں عقل انسانی کی وسعتوں کا احاطہ دشوار ہے؛ اس لیے جب کوئی تنقیح طلب مسئلہ ارباب شوری کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ خدا کی عطا کردہ علم کی گہرائی میں غواصی کرتے ہیں اور وہاں سے وہ آبدار موتی نکال کر لاتے ہیں جس سے انسانیت کا حریم زندگانی منور ہوجاتا ہے، مشورہ علم وفن کی فضائے بسیط میں عقاب فکر وشعور کی اس کامیاب پرواز کا نام ہے جس کی گرفت سے، مسائل کا کوئی مرغ پرواز، آزاد نہیں رہتا، اسی لیے جب اہل شوریٰ دور تر مسائل پر کمند ڈالتے ہیں تو مسائل خود گرفتاری کی پیش کش کرتے ہیں اس لیے دنیا کے تمام علمی طبقے اور دانشور، انسانی زندگی کی ابتداء سے مشورہ کی افادیت پر اتفاق رکھتے ہیں، نیز انسانیت کا کوئی بھی طبقہ مشورہ کی خیر کثیر کا منکر نہیں ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر انسان، مشورہ کا اہل نہیں ہوتا، مشورہ صرف عالی دماغ، روشن ضمیر اور باکردار انسانوں کا صحیح حق ہے، مسئلہ کتنا ہی پیچیدہ اور تاریک ہو لیکن جب وہ روشن دماغ

اور باکردار انسانوں کی عقل کی قندیلوں کے درمیان رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے تمام پہلو روشنی میں آجاتے ہیں، تاریکیاں کافور ہونے لگتی ہیں، گتھیاں سلجھ جاتی ہیں اور بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مشورہ ہر شخص کو نہیں دیا جاتا، بلکہ دنیا کے باشعور انسان اپنی قیمتی رائے کا اظہار صرف انہیں لوگوں کے سامنے کرتے ہیں جن پر انہیں اعتماد ہو، اچھا مشورہ بازار علم وفن کا وہ قیمتی جوہر ہے جسکی قیمت کا اندازہ صرف جوہری ہی کرسکتا ہے، نیز اہل عقل کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ مشورہ ہر معاملہ میں نہیں کیا جاتا، جو معاملات طے شدہ ہوں، جن باتوں کی مذہب میں وضاحت کردی گئی ہو یا جو چیزیں عقل انسانی کی کسوٹی پر آکر نکھر چکی ہوں، ان کے سلسلہ میں مشورہ نہ صرف یہ کہ بے ضرورت بلکہ تضیع اوقات ہے، ہاں اگر مسئلہ میں خفاء ہے تو وہاں مشورہ نہ کرنا اپنے آپ کو خیر کثیر سے محروم رکھنے کے مرادف ہے۔ (شوریٰ کی شرعی حیثیت، ص ۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶)

مشورہ کی اہمیت شریعت کی نظر میں

شریعت محمدیہ، جو نوع انسانی کے لیے خداوند عالم کا عطا کردہ آخری دین ہے، اس میں بھی مشورہ کی اہمیت پر پورا زور دیا گیا ہے، اس سلسلہ میں قرآن کریم کے اندر دو آیتیں ہیں، ایک آیت میں خود صاحب وحی حضرت رسول اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر حکم دیا گیا ہے۔

وشاورهم في الامر فاذاعزمت فتوكل على الله، (سورہ آل عمران آیت ۱۵۹)

ترجمہ: اور آپ امور میں صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا کریں، اور جب مشورہ کے بعد آپ کسی چیز کا عزم فرمالیں تو اللہ پر توکل (بھروسہ کر کے اقدام فرمایا) کریں۔

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی کی اس طرح تعمیل کی کہ صحابہ کرام کے بیان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشورہ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشورہ کا حکم ہے تو امت بدرجۂ اولی اس کی پابند ہے، چنانچہ قرآن کریم میں دوسری جگہ مؤمنین کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

والذين استجابوا لربهم واقاموا الصلوٰة وامرهم شوریٰ بينهم ومما رزقنٰهم

ینفقون O (سورہ شوریٰ آیت ۳۸)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور جنہوں نے نماز کو قائم رکھا اور جو آپس کے مشورے سے کام کرتے ہیں اور جو ہمارے دیے ہوئے رزق کو خرچ کرتے ہیں۔

چنانچہ اس آیت شریفہ کے نازل ہوجانے کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ نے مشورہ طلب امور میں شوریٰ کے ذریعہ فیصلے کو جوان کا پہلے سے معمول تھا، نہایت مضبوطی کے ساتھ معمول زندگی بنالیا تھا۔

کتب تواریخ اس پر شاہد ہیں کہ خلافت راشدہ میں جب بھی کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا جس کا حکم قرآن وحدیث میں نہ ملتا تو اس کو خلیفۂ وقت صحابۂ کرامؓ کے مشورہ کے ذریعہ ہی حل کرتا تھا۔ (شوریٰ کی شرعی حیثیت)

مجلس شوریٰ کا ثبوت

مجلس شوریٰ کا ثبوت خیر القرون سے ہے، چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ جب اس دنیا سے رخصت ہونے لگے تو لوگوں نے درخواست کی کہ آپ کسی کو اپنی جانشینی کے لیے نامزد کردیجئے آپ نے فرمایا کہ یہ چھ شخص ہیں عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ ان سے زیادہ کوئی مستحق خلافت نہیں ان میں سے کسی کو منتخب کرلینا، مگر تین دن سے زیادہ انتخاب میں دیر نہ کرنا، چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ کے دفن کرنے کے بعد یہ سب حضرات جمع ہوگئے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا: کہ چھ میں سے تین کو سب اختیار دے دیئے جائیں، حضرت زبیرؓ نے فرمایا: کہ میں نے اپنا اختیار علیؓ کو دے دیا، حضرت طلحہؓ نے کہا میں نے اپنا اختیار عثمانؓ کو دیا، حضرت سعدؓ نے کہا کہ میں نے اپنا اختیار عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دیا، اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا اچھا اب عثمانؓ وعلیؓ میں سے جو اپنی خلافت نہ چاہتا ہو، انتخاب کا اختیار اسی کو دیا جائے یہ سن کر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ دونوں خاموش رہے، تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ اچھا میں اپنے لیے خلافت نہیں چاہتا؛ لہٰذا میرے سپرد کردیجیے میں آپ دونوں میں سے جو افضل

ہوگا اس کا انتخاب کردوں گا چنانچہ انتخاب کا اختیار حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو دے دیا گیا اور ان کو تین دن کی مہلت دی گئی، حضرت عبدالرحمن نے خفیہ طور پر ہر مسلمان کی رائے لی وہ فرماتے ہیں مجھے دو شخص ایسے نہ ملے جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر ترجیح دیتے ہوں؛ لہٰذا بغیر کسی نزاع و اختلاف کے حضرت عثمان کا انتخاب ہوگیا اور سب نے ان کے دست مبارک پر بیعت کرلی۔

(سیرت خلفائے راشدین ص ۱۴۶، ط: نعیمیہ دیوبند، فتاوی محمودیہ ج ۱۵ / ص ۴۲۷)

ہندوستان میں موجودہ طرز پر مدارس کا قیام اور شورائی نظام

ہندوستان میں دارالعلوم سے پہلے عوامی چندہ کے ذریعہ کسی ادارہ یا مدرسہ چلانے کی بات تاریخ میں محفوظ نہیں، حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد میاں صاحب ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں، موجودہ مدارس، دارالیتامیٰ یا تبلیغی اداروں کا سلسلہ اقطار ہند میں اس وقت قائم ہوا؛ جبکہ اسلامی حکومت ختم ہوچکی تھی اور ارباب بصیرت وفراست اکابر نے محسوس کیا کہ اس قسم کے سلسلہ کے علاوہ بلادِ ہند میں احکام اسلام کے تحفظ کی کوئی شکل نہیں، غالباً اس نظام مبارک کا سب سے پہلا موتی دارالعلوم دیوبند ہے۔ (شوری کی شرعی حیثیت ص ۳۳، بحوالہ فتاوی مطبوعہ روزنامہ الجمعیۃ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

چنانچہ ۱۵ / محرم الحرام ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند اور اسکے چھ ماہ بعد مظاہر علوم سہارنپور کا قیام عمل میں آیا۔

مگر عوامی چندہ حاصل کرنا، بیت المال اور اسلامی نظام پر موقوف ہے اور یہ چیز ہندوستان میں مفقود ہے، اس لیے اس وقت اکابر نے دارالعلوم کے قیام سے پہلے ارباب حل وعقد افراد پر مشتمل ایک مجلس تشکیل دی، جو مفادات عامہ کے تحفظ کے باب میں امام کے قائم مقام ہو اور شرعاً اس کے لیے عوامی چندہ حاصل کرنا اور مصارف خیر میں صرف کرنا جائز ہو؛ چنانچہ اس وقت جو مجلس تشکیل دی گئی وہ ان حضرات پر مشتمل تھی! حاجی عابد حسین، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا مہتاب علی صاحبؒ، مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ، مولانا فضل الرحمن صاحبؒ منشی فضل حق

صاحب ؒشیخ نہال احمد صاحبؒ (شوریٰ کی شرعی حیثیت)

اس سے معلوم ہوا کہ جو مدارس شورائی نظام پر قائم ہیں اور ان کے باقاعدہ دستور اور اصول وضوابط مقرر ہیں، ان میں شوریٰ کو ہیئت حاکمہ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور مہتمم یا ناظم اور دیگر اساتذہ وملازمین سب شوریٰ کے ملازم ہوتے ہیں، اور وہ سب عرفی اعتبار سے شوریٰ کی حاکمیت تسلیم کرتے ہیں؛ لہٰذا ایسے مضبوط شورائی مدارس میں شوریٰ کا حکم ماننا آئینی اور دستوری اعتبار سے لازم ہے اور شوریٰ کے حکم کی روگردانی کسی کے لیے جائز نہیں (تحریر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی وتاریخ شاہی نمبر ندائے شاہی)

عن عمرو بن عوف عن ابیه عن جدہؓ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلّی اللّٰه علیه وسلَّمَ قَالَ: اَلصُّلُحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسلِمِيْنَ الاصُلحاً حَرَّمَ حَلالاًاو اَحَلَّ حَراماًوَ الْمُسلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ اِلَّاشَرطاً حَرَّمَ حَلالاًاو اَحَلّ حراماً. (سنن ترمذی: ابواب الاحکام ج ا ص ۲۵۱) (کتاب النوازل ج ۱۴ ص ۴۵)

دستور اساسی (بائلاج)

دستور اساسی (بائلاج) بالغ نظر فقہائے کرام کے مرتب فرمودہ اسی شرعی معاہدہ کا نام ہے، جس کی ایک ایک دفعہ شریعت غرّ اء کی روشنی میں مرتب کی گئی ہو، اور اسلامی اداروں میں کام کرنے والے تمام کارکنان پر: یاایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود (اے ایمان والوں معاہدات کو پورا کرو) نیز اوفوا بالعهد ان العهد كان مسؤلا (باہمی معاہدات کی پابندی کرو کہ بے شک عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی) کی رو سے اس دستور کی پابندی عنداللہ وعندالناس لازم وواجب ہے۔ (شوریٰ کی شرعی حیثیت)

نیز حدیث پاک میں ہے: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلّی اللّٰه علیه وسلَّمَ قَالَ: اَلصُّلُحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسلِمِيْنَ الاصُلحاً حَرَّمَ حَلالاًاو اَحَلَّ حَراماًوَ الْمُسلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ اِلَّاشَرطاً حَرَّمَ حَلالاًاو اَحَلّ حراماً. کہ تمام مسلمانوں کو باہمی جائز شرائط کی

پابندی کرنا لازم ہے(الحدیث، سنن ترمذی ابواب الاحکام، باب ماذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس، ج ۱/ص ۲۵۱)

بہرکیف: دستوراساسی ایک قوی اور مضبوط معاہدہ ہے، جس کی پابندی ادارہ کے تمام کارکنان کے لیے واجب اور ضروری ہے، اس کے جواز وعدم جواز کا انحصار اس کی دفعات پر ہے، اگر ان دفعات میں سے کوئی دفعہ خلاف شرع ہے تو اس دستور کو ناجائز کہا جائے گا اور اگر تمام دفعات شریعت کے عین مطابق ہیں تو اس کو ناجائز یا خلاف شرع قرار دینا درست نہ ہوگا۔(شوریٰ کی شرعی حیثیت ص ۳۰۹)

باہمی معاہدات کی شرعی حیثیت

یا ایھاالذین اٰمنوا اوفوا بالعقود؛ (اے یمان والوں اپنے معاہدوں کو پورا کیا کرو) اس آیت کے ضمن میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں، حکومتوں کے بین العالمی معاہدات یا باہمی سمجھوتے، جماعتوں کے باہمی عہد و میثاق اور دو انسانوں کے درمیان ہر طرح کے معاملات یعنی نکاح، تجارت، شرکت، اجارہ، ہبہ وغیرہ....ان تمام معاہدات میں جو جائز شرطیں باہم طے ہو جائیں اس آیت کی رو سے ان کی پابندی ہر فریق پر لازم و واجب ہے (معارف القرآن ج ۳/ص ۱۲، ۱۳)

یہ نکات دستور اساسی میں ہونے چاہیے

(۱) دستور کے مطابق ادارہ کے تعلیمی ڈھانچہ میں دینی عنصر غالب رہے گا اگر دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم کا بھی نظم کیا جائے تو بہت بہتر اور وقت کے تقاضے کے عین مطابق ہوگا، پر دینی تعلیم کو غالب رکھنا بے حد ضروری ہے۔

(۲) دستور کے مطابق سال میں کم از کم دو مرتبہ مجلس شوری کی بیٹھک ہونی چاہیے، جسکی مکمل کاروائی تحریر بند کی جائیگی۔

(۳) دستور کے مطابق مجلس شوری سال بھر کی آمدنی کے حساب سے ایک بجٹ متعین کریگی جسکی پابندی مہتمم پر لازم ہوگی بجٹ سے زائد خرچ کرنے پر مہتمم سے باز پرس ہوگی۔

(۴) دستور کے مطابق بنیادی فیصلوں میں دوتہائی ممبران کا حاضر رہنا ضروری ہوگا۔

مدارس اسلامیہ کے اصول وقوانین کا ماخذ

مدارس اسلامیہ کے قوانین اور ضوابط ترمذی شریف اور دارقطنی کی اس حدیث شریف سے مستنبط ہوتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی ان رسول اللہ ﷺ قال: اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علیہ وسلَّمَ قَالَ: اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ الاصُلْحاً حَرَّمَ حَلالاً اَواَحَلَّ حَرَاماً وَالْمُسْلِمُوْنَ عَلی شُرُوْطِهِمْ اِلَّاشَرطاً حَرَّمَ حَلالاً اَواَحَلَّ حراماً. (سنن الترمذی، باب الحکام ص ۲۵۱ ج ۱، سنن الدارقطنی، کتاب البیوع ص ۲۳/ج۳، رقم: ۲۸۶۹)

کہ آپسی رضامندی سے جائز معاملوں میں جو اصول وضوابط طے کرلیں امانت ودیانت کے ساتھ ان کی پابندی مدارس کے ذمہ داران اور ملازمین پر واجب ہے، لہٰذا جو بھی کوتاہی کرے گا گناہ اس کے سر ہوگا۔

واما شرائط الصحة، فمنها: رضی المتعاقدین. (فتاوی ہندیہ، کتاب الاجارہ ص ۴۴۰/ج ۴، زکریا)

شوریٰ کے ممبران حسب ذیل صفات کے حامل ہوں

(۱) مجلس شوریٰ کے ممبران ایسے لوگوں کو بنایا جائے جو اہل علم، اہل تقوی، تجربہ کار، اور باسلیقہ ہوں ہر علاقہ کے مدارس میں پڑھنے پڑھانے والے بااثر افراد کی کمیٹی تشکیل دیجائے۔

قال فی الاسعاف: ولایولی الاامین قادربنفسه اوبنائبه، الخ (ردالمحتار، کتاب

الوقف ، مطلب فی شروط المتولی ج۴ ص ۳۸۰، فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ ص۴۳۸)

عن علیؓ قال قلت یا رسول اللہ اِنْ نَزَلَ بِنااَمرٌلیس فِیه بیانُ اَمرٍوَلانَهْیٍ فماتَأمُرُنِی ، قال شَاوِرُوا فیہِ الْفقهاءَ والعَابِدِینَ وَلاتمضُوا فیه رأیَ خاصةٍ، (مجمع الزوائدج ۱/ ص۱۸۷/ شوریٰ کی شرعی حیثیت)

عن ابی هریرةؓ قال:بَیْنَما النبی صلی اللہ علیه وسلم یُحَدِّثُ اِذاجاءَ اَعرابیٌ ، فقال مَتی الساعةُ ؟قال" اذاضُیِّعتُ الامانةُ، فانتظرِ السَّاعةَ"قال کیف اِضاعتُها؟قال:"اذاوُسِّد الامرُ الی غیراهلِه، فانتظرِ الساعةَ" (مشکوٰة شریف ،کتاب الفتن، باب اشراط الساعةص ۴۶۹)

"اذاوسّد"ای اسندوفوض الامرالی غیراهله ای ممن لم یوجدفیه شرائط الاستحقاق کالنساء والصبیان والجهلة والفسقة والبخیل ، والجبان...... وارباب المناصب من التدریس والفتویٰ والامامة والخطابة وامثال ذلک ممایتفاخربه الاقران(مرقاة شرح مشکوٰة، ج ۱۰ ص۷۶.ط.فیصل دیوبند)

نیز حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ، نااہل کو مجلس شوریٰ کا ممبر بنانے کو معصیت سے تعبیر فرمارہے ہیں، جس کا اصل واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے ایک واقعہ بیان فرمایا: کہ جب اہل دیوبند مجلس شوریٰ میں شریک ہونا چاہتے تھے اور حضرت گنگوہیؒ نے منع فرمایا،تو اس پر بہت شورتھااورفتنہ کا اندیشہ تھا حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مولانا گنگوہی کو لکھا کہ حضرت دفع شورش کے لیے کیا حرج ہے، اگر ایک دو کو مجلس شوریٰ میں لے لیا جائے آخر تو تعداد ہمارے حضرات ہی کی زیادہ رہے گی اور کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے،تو جواباً حضرت مولانا گنگوہیؒ نے تحریر فرمایا کہ نااہل کا ممبر بنانا معصیت ہے، جو سبب ہے ناراضی خدا اور رسول کا؛ اس لیے ہم نااہل کو مدرسہ کا ممبر نہ بنائیں گے، چاہے مدرسہ رہے یا نہ رہے،ہم کو رضائے الٰہی مقصود ہے،مدرسہ مقصود نہیں ہے۔

(۲) شوریٰ کے ممبران ادارہ کے اغراض ومقاصد اور قواعد وضوابط سے پوری طرح اتفاق رکھتے ہوں۔

(۳) زمانہ کے حالات کو محسوس کرتے ہوئے مدارس عربیہ کے قیام وبقامیں دلچسپی رکھتے ہوں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ رص ۴۳۰)

مجلس شوریٰ کے فرائض واختیارات

(۱) ادارہ کے بنیادی اصول اور مسلک کی حفاظت کرنا۔

(۲) بوقت ضرورت دستور العمل میں ترمیم وتنسیخ کرنا۔

(۳) مجلس عاملہ کے افراد کا انتخاب کرنا۔

(۴) مجلس عاملہ اوران کے فیصلوں کی نگرانی رکھنا۔

نوٹ: مدارس اور دینی اداروں کا نظام مشاورتی انداز میں چلانا چاہیے، اور منتظمہ کمیٹی یا مجلس شوریٰ کو آپس میں مشورہ سے مہتمم اور مدرسین کی ذمہ داریاں تقسیم کردینی چاہئیں، اور تنخواہ، رخصت وغیرہ کے ایسے قواعد بنانے چاہیے جو سب پر نافذ ہوں، اور پھر سب کو ان قواعد کے مطابق عمل کرنا چاہیے، اور مہتمم کو چاہیے کہ وہ خود سب سے زیادہ ضابطوں کی پابندی کرے؛ تاکہ نظام صحیح قائم رہ سکے۔ (مستفاد از فتاویٰ محمودیہ ج۶ رص ۲۴۵ کتاب النوازل ج۱۴ رص ۱۳۱)

اجلاس مجلس شوریٰ وعاملہ

(۱) مجلس شوریٰ کا اجلاس سال کے کسی متعین مہینہ میں کم ازکم ایک مرتبہ ہونا ضروری ہے، نیز ہنگامی صورت میں مہتمم یا ناظم اعلیٰ کسی بھی وقت اجلاس طلب کرسکتا ہے۔

(۲) مجلس شوری کے اجلاس کی ابتدا میں کسی بھی منتخب شخص کو صدر شوری بنالیا جائے، جو تمام ممبران سے رائے طلب کرکے غیر منظور شدہ رائے کے نقصانات کو بیان کرکے فیصلہ کرے جس کا فیصلہ آخری فیصلہ تسلیم کیا جائے۔

(۳) مجلس شوریٰ نیز مجلس عاملہ کے اجلاس کے لیے کم از کم ایک تہائی ممبران کی حاضری ضروری ہے، بصورت دیگر اجلاس منعقدہ نہ کیا جائے اس کے بعد ملتوی شدہ اجلاس میں ممبران کی تعداد کی قید نہ ہو؛ لیکن اس میں مہتمم یا ناظم اعلیٰ کی حاضری ضروری ہے۔

(۴) مجلس شوریٰ و عاملہ کی تمام کاروائی تحریری کی جائے نیز اس پر صدر مجلس و جملہ ممبران کے دستخط ہوں۔

(۵) مجلس عاملہ کے اجلاس میں بھی مذکورہ بالا شرائط کا لحاظ رکھا جائے؛ لیکن اس کے اجلاس کم از کم سال میں تین مرتبہ ہونا لازم ہے (تحفۂ مدارس ص ۱۶۱)

مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ سے علیحدگی

(۱) کسی ممبر کا انتقال ہو جانا۔

(۲) ملک سے سکونت کو ترک کر دینا۔

(۳) رکنیت سے مستعفی ہو جائے اور اس کا استعفی منظور کر لیا جائے۔

(۴) مسلسل تین جلسوں میں بلا عذر معقول شریک نہ ہونا۔

(۵) ادارہ کے دستور کی دانستہ خلاف ورزی کرتا ہو، اور اپنے کسی بھی عمل سے ادارہ کے وقار کو مجروح کرتا ہو، صفائی کا موقع دینے کی شرط کے ساتھ۔ (مستفاد: تحفۂ مدارس ص ۱۶۱)

مجلس شوریٰ ہیئت حاکمہ ہے اور مہتمم و ناظم شوریٰ کے ماتحت

مجلس شوری دینی و دنیوی ہر اعتبار سے قوت حاکمہ کی حیثیت رکھتی ہے ہم اس سلسلہ میں دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے دستور اساسی کے بعض دفعات کو تحریر کرتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ کل اختیارات مجلس شوریٰ کو ہیں اور ناظم و مہتمم شوریٰ کے ماتحت ہیں، کام کی نگرانی کے ذمہ دار ہیں، اور جزئی اختیارات ناظم و مہتمم کو حاصل ہیں اور بس۔

دارالعلوم دیوبند کے دستور اساسی کی بعض دفعات

(۱) ارباب حل وعقد کی ایک باقاعدہ مجلس ہوگی جو امیر المؤمنین کے قائم مقام کی حیثیت سے مدرسہ کے تمام معاملات میں حاکم ہوگی، اور چندہ کی وصول یابی اوراس کو مصارف میں صرف کرنے کی اجازت دے گی، چندہی دن کے بعد اس مجلس کا نام ''مجلس شوریٰ ہوگیا''۔

(۲) مجلس شوریٰ روزمرہ کے کاموں کی انجام دہی اور شریعت کے مطابق صادر کردہ اپنے فیصلوں کی تنفیذ کے لیے ایک شخص کا انتخاب کریگی اس اہم کام کے لیے منتخب شخص کو مہتمم یا ناظم کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

(۳) مجلس شوریٰ کے یہی فیصلے اس مدرسہ کے دستور اساسی ہوں گے چنانچہ روز اول سے مجلس کے صادر کردہ احکام پر غور وخوض کر کے جو قوانین یکجا کئے گئے ہیں انکا نام'' دستور اساسی ''رکھا گیا۔ (شوریٰ کی شرعی حیثیت ص ۵۸)

مدرسہ مظاہر علوم کے دستور العمل کی بعض دفعات

دفعہ (۱) سرپرستان مدرسہ کو تمام امور مدرسہ: ترقی، تنزلی، عزل، نصب ملازمان، تغیر وتبدل دفعات آئین وغیرہ کا کلی اختیار ہے اوران کی تجویز جملہ امور مدرسہ میں قطعی ہوگی۔

دفعہ (۲) (ناظم) کو مہتم بالشان امور میں تمام سرپرستان سے استفسار اور رائے لینا ضروری ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج ۱۵، ص ۴۳۴، بحوالہ معائنہ جات، ص ۳۶)

شوریٰ میں اختلاف کے وقت کثرت رائے کا اعتبار

مشائخ فقہاء کی طرف سے یہ بات طے شدہ ہے کہ اختلاف کے وقت کثرت رائے معتبر ہوگی، اگر انتخابِ امام (ذمہ دار) میں اختلاف ہو اور دلائل متساوی ہوں تو قرعہ اندازی کرلی جائے یا اہلِ علم کی کثرتِ رائے سے ترجیح دی جائے۔

چنانچہ خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے جب ولی عہد بنانے کا مسئلہ آیا اور چند

حضرات کے نام پیش کیے گئے، جن کی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ آپ ان کی کمزوریوں سے بھی واقف تھے تو آپ نے کسی کو متعین نہیں فرمایا، بلکہ مجلس شوریٰ بنادی کہ وہ انتخاب کرلے اور اختلاف کی صورت میں کثرتِ رائے پر عمل کرنے کی سخت تاکید فرمادی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی حسن تدبیر سے کثرتِ رائے کے ذریعہ حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوگئے پھر سب ہی نے بیعت کرلی اور اتفاق کرلیا اور یہ ایسا ہی ہوگیا جیسے خود حضرت عمر فاروقؓ نے منتخب فرمادیا ہو، پھر خلیفۂ ثالث کی شہادت کے بعد ارباب حل وعقد کی کثرتِ رائے سے حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہوئے ہر دونوں کی تفصیل تاریخ الخلفاء میں موجود ہے۔

واختلف الذين قدتاخروا يرجع الذين عليه الاكثر واذلم يوجد فی الحادثة عن واحدمنهم جواب ظاهر، وتكلم فی المشائخ المتأخرون قولاًواحداًيوخذبه، فان اختلفوايوخذبقول الاكثر. الخ(شرح عقود رسم المفتی ص ۴۳)

وفی شرح البيری علی الاشباه :ان المقررعن المشائخ انه متی اختلف فی المسئلة ، فالعبرة بماقاله الاكثر. (شرح عقود رسم المفتی ص ۸۹/بحواله فتاوی محموديه ج ۱۵/ص ۴۲۹)

فان استووا يقرع بين المستويين ،والخيار الی القوم ، فان اختلفوا فالعبرة بمااختاره الاكثر (درمختار كتاب الصلوٰةباب الامامة ج ۱/ص ۵۵۸)

قال فی شرح المشكوة :لعله محمول علی الاكثرمن العلماء اذاوجدوا والافلاعبرةلكثرة الجاهلين، قال تعالی "ولكن اكثرهم لايعلمون" (مرقات شرح مشكوٰةباب الامامة ج۳/ص ۱۷۹)

انتظامی معاملات میں امر مباح کو لازم کرنا

حضرات فقہاء اس معاملہ میں کوئی اختلاف نہیں رکھتے، کہ انتظامی امور میں کسی امر مباح کو

لازم کرلیا جائے اور یہ لزوم اس عہد پر مبنی ہے جو حاکم ومحکوم میں ہوتا ہے، گویا دستور اساسی میں انتظامی معاملات میں جن مباح چیزوں کی پابندی کو لازم کرلیا گیا ہے، وہ سب واجب ہوجائیں گی، اور کسی کارکن یا مہتمم کے لیے اس سے انحراف کی اجازت نہ ہوگی۔

ان العهد كان مسئولا. (الآية، مستفاد: معارف القرآن، ج۵، ص ۴)

شوریٰ ومہتمم کے درمیان اختلاف کے وقت

جو مدارس شورائی نظام پر قائم ہیں ان میں شوریٰ کو ہیئت حاکمہ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے، مہتمم اور دیگر اساتذہ وملازمین سب شوریٰ کے ملازم ہوتے ہیں، اور وہ سب عرفی اعتبار سے شوریٰ کی حاکمیت تسلیم کرتے ہیں؛ لہٰذا تمام اساتذہ اور ملازمین کو بلکہ خود مہتمم کو بھی من مانی کے بجائے شوریٰ کا حکم ماننا آئین اور دستوری اعتبار سے لازم ہے، اور شوریٰ کے حکم سے روگردانی کسی کے لیے جائز نہیں ہے، تاکہ امت میں انتشار نہ ہو، اگر کوئی قانون و دستور کی خلاف ورزی کرے تو تنہائی میں خیر خواہانہ اور حکیمانہ انداز کے ساتھ تنبیہ کی جائے، کیونکہ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ اس پرفتن دور میں گروپ بندی کے ساتھ مخالفت فتنوں کا دروازہ کھلنے کا سبب بنتی ہے اور اس سے فائدہ کے بجائے سخت نقصان ہوتا ہے اور تنبیہ کے بعد نہ ماننے پر حسب ضابطہ ادارہ سے برطرف کرنا درست ہے۔

قال تعالیٰ: وشاورهم في الامر. (آل عمران الآية ۱۵۹)

قال تعالیٰ: وأمرهم شورى بينهم. (الشورى : الآية۳۸)

قال تعالیٰ: ادع الى سبيل ربك بالحكمة. (النحل، الآية۱۲۵)

قال النبي ﷺ : ايها الناسُ عليكم بالجماعةِ واياكم والفُرْقَةَ ثَلاثَ مَرّاتٍ. (المسند للامام أحمد بن حنبلؒ ج۵/ص ۳۷۰، مجمع الزوائد، باب لزوم الجماعة وطاعة الأئمة ج۵/ص۲۱۷)

اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عليه وسلَّمَ قَالَ: اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسلِمِيْنَ

الاصلحاً حرّم حلالاً او احلّ حراماً والمسلمون علی شروطھم الاّ شرطاً حرّم حلالاً او احلّ حراماً. (سنن الترمذی ،ابواب الاحکام ج ۱ /ص ۱۵۱)

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلُّ المسلمِ علی المسلمِ حرامٌ دمُہٗ و عرضُہٗ ومالُہٗ. (صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ والأداب ، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ الخ، ج ۲ ص ۱۰۷۳ /رقم الحدیث: ۲۵۶۴ ،بیت الافکار الدولیۃ)

مجلس عاملہ اور اس کی ذمہ داری

مجلس عاملہ، ناظم وصدر مدرس کے علاوہ چند ایسے افراد پر مشتمل ہو، جن کو شوریٰ نے منتخب کیا ہو، اور وہ عملی طور پر مدرسہ کے جملہ امور کے نگراں وذمہ دار ہوں، چنانچہ جملہ ملازمین کا نصب وعزل، ترقی وتنزلی، تنخواہوں اور عہدوں وفرائض کا تعین اور عہدوں وفرائض میں تبدیلی سب اس مجلس کی ذمہ داری ہوتی ہے (تحفہ مدارس ص ۱۶۱)

ایکٹ ۲۱/ ۱۸۶۰ء کے تحت دینی مدارس کا رجسٹریشن کرانا

رجسٹریشن صرف عدالتی مرافعہ کو مضبوط اور باقاعدہ بنانے کا قانونی طریقہ ہے، مدارس عربیہ کے رجسٹریشن کی حقیقت یہ ہے کہ (گورننگ باڈی) مجلس شوریٰ کی جانب سے مرتبہ دستور اساسی کے مطابق ادارہ کو چلانے کا حکومت وقت کے اس محکمہ میں اندراج کرادیا جائے، جو اس مقصد کے لیے حکومت نے قائم کیا ہے، اس دور میں یہ ایک ضرورت بن گئی ہے، اگر رجسٹریشن نہ کرایا جائے تو عصر حاضر میں تحفظ کی ضمانت نہیں رہتی، جس طرح حکومت نے اوقاف کے تحفظ کے لیے وقف بورڈ قائم کیا ہے، اور وہ اوقاف کی نگرانی اور حفاظت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے ہے، اگر وقف بورڈ میں کسی جائیداد کا اندراج نہیں ہے، تو بحیثیت وقف اس کے تحفظ کی ضمانت نہیں ہے، اسی مجبوری کے سبب مدارس عربیہ کے ذمہ دار، ادارہ کا عصر حاضر کے قوانین کے تحت رجسٹریشن کرالینا مناسب خیال کرتے ہیں، تاکہ ادارہ کا نظم اگر کسی چھوٹے یا بڑے عہدار کی خلاف ضابطہ

کی کاروائیوں سے متاثر ہو، تو عدالتی کاروائی کر کے آسانی کے ساتھ مسائل کا حل نکالا جاسکے، نیز اس رجسٹریشن سے مدرسہ کی موقوفہ حیثیت ہرگز نہیں بدلتی اور مدرسہ واس کی املاک کی حیثیت بھی مجروح نہیں ہوتی۔ (مستفاد: شوری کی شرعی حیثیت)

فتاوی قاسمیہ (ج ۱۹ر ص ۳۴) میں ہے: احقر نے جن بڑے اداروں کا رجسٹریشن ہو چکا ہے ان کے رجسٹریشن فائلوں کا بغور مطالعہ کیا ہے، ان میں جو شرائط وقیودات مندرج ہیں ان میں کوئی شرط فقہ اسلامی کے خلاف نہیں ہے، بلکہ ساری شرائط وقیودات فقہ اسلامی کے موافق اور ادارے کے حق میں مفید ومعاون ہیں؛ اس لیے ان میں کوئی تشویش کی بات نہیں...... ۱۸۶۰ء سے ایک سوانتالیس سال کے عرصہ میں کسی رجسٹریشن شدہ مذہبی اداروں کو نہ حکومت نے اپنے قبضہ میں لیا ہے اور نہ ہی کوئی غیر مسلم کسی رجسٹریشن شدہ ادارہ کا منتظم ومقتدر رہا ہے الخ۔

الغرض موجودہ دور میں مذہبی اداروں کا رجسٹریشن کرانا فقہ واصول فقہ کے خلاف نہیں ہے۔

مدارس کی جائیدادوں اور املاک کی شرعی حیثیت

واضح ہو کہ ہندوستان کے عربی مدارس جن کی بنیاد اسلامی حکومت ختم ہونے کے بعد عوامی چندہ پر رکھی گئی ہے بالکل نئی نوعیت کے حامل ہیں، یہ مدارس عربیہ اپنے مقصدِ تاسیس اور مقاصدِ عظمی کے لحاظ سے اسلام کے تحفظ کے قلعے اور دعوت وتبلیغ کے مراکز ہیں، طریق کار کے لحاظ سے یہ دینی اور مذہبی تعلیم گاہ ہیں، اور اقتصادی نظم کے اعتبار سے یہ محدود قسم کے بیت المال ہیں: یعنی یہاں مجلسِ اولوالامر کی اجازت سے محدود ذرائع آمدنی اور اسکے متعین مصارف ہیں، اسلامی بیت المال کی طرح یہاں کے ذرائع آمدنی اور مصارف عام نہیں ہیں مثلاً مال فے، خراج، عشر اور محصول وغیرہ کی آمدنی یہاں نہیں ہے مصارف میں عام غربا ومساکین کی امداد اور نظارات نافعہ (P W D) کا تصور نہیں ہے، نیز آمدنی کی وصولیابی کے لیے جبر کا کوئی حق نہیں ہے۔

بلکہ اس محدود بیت المال میں کچھ صدقات واجبہ اور کچھ صدقات نافلہ یا امداد کی شکل میں کچھ آمدنی ہوتی ہے، اور علم دین کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے والے طلبہ وعلماء طریق خاص کے

ساتھ اس کے مصارف ہیں، ان صدقات نافلہ اور تبرعات ہی سے کبھی کوئی جائیداد بھی خرید لی جاتی ہے یا کبھی کوئی جائیداد ہی چندہ میں حاصل ہو جاتی ہے یا ان کے نام وقف بھی کر دی جاتی ہے، اس لیے ان تمام مدارس کی جائیدادوں اور املاک پر وقف ہونے اور نہ ہونے کا یکساں حکم نہیں لگایا جا سکتا بلکہ اس سلسلہ میں صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لیے درج ذیل نقاط پر غور کرنے کے بعد تجزیہ کر کے حکم بیان کرنا ہوگا۔

(الف) جائیداد موقوفہ کا وقف کرتے وقت واقف کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے۔

(ب) وقف کی حقیقت کے تحقق کے لیے فقہائے کرام کے معین کردہ الفاظ یا معنی وقفی پر دلالت کرنے والی تعبیر کا ہونا ضروری ہے۔

(ج) اگر ایسی تعبیر اختیار کر لی گئی جو وقف کے علاوہ تملیک، ہبہ، یا نذر وغیرہ پر دلالت کرتی ہو تو وقف کے بجائے ہبہ، نذر یا تملیک کی حقیقت متحقق ہوگی۔

مندرجہ بالا نقاط کے سبب خود مدارس عربیہ اور ان کی املاک کی متعدد ذیلی صورتیں ہو سکتی ہیں اور ان کے احکام الگ الگ ہیں، مثلاً:

(۱) اگر یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے اپنی مملوکہ جائیداد تمام شرائطِ وقف پورا کرتے ہوئے مدرسہ کے طور پر وقف کی تو یہ مدرسہ حقیقی وقف ہے۔

(۲) اگر یہ صورت ہے کہ مدرسہ کرایہ یا عاریت کی جگہ میں چل رہا ہے، چندہ یا فیس سے طلبہ وملازمین کی ضروریات پوری ہوتی ہیں تو ایسا مدرسہ کسی بھی طرح وقف نہیں ہے۔

(۳) اگر صورت یہ ہے کہ مدرسہ پہلے سے موجود تھا کسی نے اپنی مملوکہ جائیداد شرائطِ وقف کو پورا کرتے ہوئے وقف کی تو یہ جائیداد وقف ہے اور مدرسہ (جو شخصِ حکمی ہے) موقوف علیہ ہے، خود مدرسہ خواہ موقوف ہو یا غیر موقوف۔

(۴) کسی مدرسہ کو کسی شخص نے اپنی مملوکہ جائیداد اس طرح دی کہ شرائطِ وقف ندارد ہیں تو یہ جائیداد مدرسہ کی ملک ہو جائے گی، وقف نہیں ہوگی۔

(۵) مدرسہ کے لیے جو چندہ کیا جاتا ہے اس چندہ سے مدرسہ کے لیے جائیداد خرید لی گئی تو یہ جائیداد وقف ہے یا مدرسہ کی ملک ہے؟ تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ چندہ عمومی تھا یا خصوصی (یعنی خرید اراضی کے لیے خصوصی چندہ کیا گیا تھا یا کسی ایک ہی فرد نے زمین کی خریداری کے لیے رقم عطا کی تھی) اگر چندہ عمومی تھا جو مدرسہ میں داخل کردیا گیا تھا تو اس چندہ کے ذریعہ خرید کردہ جائیداد وقف نہ ہوگی بلکہ مدرسہ کی ملک شمار ہوگی کیونکہ عمومی چندہ باتفاق علمائے دیوبند وقف نہیں، بلکہ ملکِ مدرسہ ہے۔ (مستفاد: شوری کی شرعی حیثیت ص ۳۶۳/۳۶۴)

اگر چندہ خصوصی تھا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر معطی نے صراحت کردی کہ جائیداد خرید کر اس کی طرف سے وقف کردی جائے اور مہتمم کو معطی نے وکیل بالشراء بنایا ہے اور مہتمم نے تمام شرائطِ وقف کا لحاظ کرتے ہوئے یہ عمل کیا، تو یہ جائیداد وقف ہوجائے گی اور مدرسہ موقوف علیہ ہوگا، نیز یہ رقم خریداری جائیداد سے پہلے مدرسہ کی نہیں ہوئی تھی، اس لیے اگر ایسی صورت میں خریدِ جائیداد سے پہلے معطی مرجائے تو یہ رقم وارثین کو واپس کرنی ہوگی اور اگر خصوصی چندہ مدرسہ میں داخل کردیا گیا اور مہتمم وکیل بالشراء نہیں ہے یعنی معطی نے جائیداد کی خریداری کے لیے رقم جمع کردی مگر کوئی صراحت نہیں کی تو اس رقم کے ذریعہ خرید کردہ جائیداد کے وقف ہونے اور وقف نہ ہونے کے سلسلہ میں دو نقطۂ نظر ہیں، ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ جائیداد وقف ہے مگر فقہائے کرام نے اس رائے کو کمزور قرار دیا ہے، صحیح نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ جائیداد مدرسہ کی ملک ہے، وقف نہیں ہے کیونکہ معطی نے جب رقم مدرسہ میں داخل کردی تو اب مدرسہ اس رقم کا مالک ہوگیا اور معطی کا اس سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا بلکہ اگر معطی نے رقم دیتے وقت کوئی شرط بھی لگائی تھی تو فقہاء کی تصریح کے مطابق مہتمم کے قبضہ کرنے کے بعد ہبہ تام ہوگیا اور شرط فاسد ہے زیادہ سے زیادہ اس کو ایک وعدہ قرار دیا جاسکتا ہے جس کی پابندی ایفائے وعدہ کے طور پر کی جائے شرط کے طور پر نہیں یہ دوسری رائے از روئے تحقیق عمدہ ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شوری کی شرعی حیثیت)

خلاصۂ کلام

مدارس عربیہ اور مسلمانوں کی دیگر ضروریات کے لیے قائم کیے جانے والے رفاہی اداروں (خانقاہوں، مقابر، دارالیتامیٰ وغیرہ) کو حضرات فقہائے کرام نے شخص حکمی قرار دیا ہے اور ان کے لیے اوقاف کے علاوہ دیگر املاک کا وجود بھی تسلیم کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ان اداروں (مدارس وغیرہ) کی ہر جائیداد وقف نہیں ہوتی، بلکہ وقف فقہ کی ایک مخصوص اصطلاح ہے اس کی مستقل تعریف، شرائط، الفاظ اور احکام ہیں (جیسا کہ عنقریب آنے والی تفصیلات سے معلوم ہوگا) لہٰذا وہ شریعت کی مقررہ شرائط کے بغیر متحقق نہیں ہوتا، اگر کسی جائیداد پر وقف کی تعریف صادق نہ آئے یا وہاں وقف کی شرائط نہ پائی جائیں تو اس کو اصطلاحی طور پر وقف نہیں کہا جائے گا بلکہ وہاں حسب موقع یا تو شخصی ملکیت متحقق ہوگی یا ادارہ کی یا عوام کی کما لا یخفی۔ آئندہ سطور میں وقف کی تعریف، شرائط، الفاظ اور احکام کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے ان شاالله تعالی۔

مدرسہ کی املاک کا حکم

مدرسہ کی جو جائیدادیں وقف نہیں ہیں ان پر کسی انسان کا مالکانہ تصرف قائم کرنا جائز نہیں بلکہ ان املاک کا تحفظ یا ان کے استعمال میں دیانت وامانت کو ملحوظ رکھنا بھی وقف ہی کی طرح ضروری ہے جیسا کہ یتیم اور بیت المال کی جائیداد کے بارے میں صراحت موجود ہے۔

ثم ان ارض الیتیم فی حکم الوقف کماذکرہ فی الجوھرۃ وافتی بہ صاحب البحر والمصنف کذاارض بیت المال ،الخ (شامی، ج٦ ص٦٠٢)

نوٹ: واضح رہے کہ اوقاف کی تولیت میں جاری وراثت کا حکم املاک میں باقی نہیں رہتا ہے۔ (شوریٰ کی شرعی حیثیت، ص٧٨/٧٧)



وقف شرعی

وقف کی حقیقت

رضائے الٰہی کی نیت سے کسی چیز کو اپنی ملک سے نکال کر اللہ تعالی کی ملک میں (معنوی طور پر) دے دینا، یعنی اصل کو محفوظ رکھتے ہوئے اس کے منافع کو فقر وغنا کا لحاظ کیے بغیر دائمی طریقہ پر کسی خاص شخص کے لیے یا مسجد، مدرسہ، قبرستان یا کسی اور رفاہی ادارہ کے لیے یا کسی بھی کار خیر کے لیے مخصوص کر دینا وقف کہلاتا ہے: شیئ کے مالک کو واقف، جس کے لیے شئے وقف کی گئی اس کو موقوف علیہ، اور وقف کے نگراں اور منتظم (مقصدِ واقف کو بروئے کار لانے والا) کو متولی کہتے ہیں مذکورہ بالا وقف کی تعریف صاحبین کے نقطۂ نظر کے مطابق ہے اور ائمہ ثلاثہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی مسلک ہے اور احناف کے یہاں اسی پر فتویٰ ہے، اس نقطۂ نظر کے اعتبار سے وقف ایک عقد لازم ہے جس کو باطل کر کے اس سے رجوع کرنا درست نہیں اور نہ اس کی بیع وشراء درست ہے اور نہ اس میں میراث جاری ہوتی ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وقف عاریت کی طرح جائز ہے لازم نہیں واقف کی ملکیت وقف کردہ چیز میں باقی رہتی ہے لہٰذا واقف اپنی زندگی میں وقف سے کراہت کے ساتھ رجوع بھی کرسکتا ہے پھر اس کو بیچ یا ہبہ بھی کرسکتا ہے، نیز واقف کی وفات کے بعد اس میں میراث بھی جاری ہوتی ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ واقف کی ملکیت کا بقاء ہر حال میں ضروری نہیں ہے بلکہ ملکیت کا بقاء حکمِ حاکم (تسجیل، رجسٹریشن) سے پہلے تک ہے اگر حاکم وقت ازالۂ ملک کا فیصلہ دیدے تو واقف کی ملکیت امام صاحب کے نزدیک بھی ختم ہو جاتی ہے۔

ذیل میں عباراتِ فقہاء ملاحظہ ہوں۔ درمختار میں ہے،

هو (الوقف) لغة: الحبس، وشرعاً حبس العين على حكم ملك الواقف، والتصدق بالمنفعة عنده، وعندهما حبسها على حكم ملك الله تعالى وصرف

منفعتها على من احب ولوغنياً فيلزم فلايجوزله ابطاله ولايورث عنه وعليه الفتوى(كتاب الوقف ج٦ ص ٥٢١/٥١٨)

کنزالدقائق میں ہے۔

حبس العين على ملك الواقف، والتصدق بالمنفعة والملك يزول بالقضاء .

بحرالرائق ج۵/ص۳۱۳ میں ہے۔

وصرح فى الذخيرة بان فى التصدق على الغنى نوع قربة دون قربة الفقير، وعرفه شمس الائمة السرخسیؒ بانه حبس المملوك عن التمليك من الغير وسببه، ارادة محبوب النفس فى الدنياوبرالاحباب فى الآخرة بالتقرب الى رب الارباب.

فتاوی قاضی خان میں ہے۔

وعند ابى حنيفةؒ يجوز الوقف جواز الاعارةتصرف المنفعةالى جهة الوقف ويبقى العين على ملك الواقف له ان يرجع عنه ويجوزبيعه وان مات يورث عنه. الخ

وعندهماالوقف لازم بغير هٰذاالتكلفات والناس لم يأ خذ وابقول ابى حنيفة فى هٰذا للأثار المشهورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم والصحابةؓ وتعامل الناس باتخاذالرباطات والخانات اولهاوقف الخليل صلوات الله وسلامه عليه (خانيه على حاشيه عالمگيرى ج ٣ ص ٢٨٥)

شرح وقایہ میں ہے۔

واماعندهمافالوقف لازم وعليه الفتوى.

وقف بہترین صدقہ جاریہ

وقف بڑی فضیلت کی چیز ہے، بہترین صدقہ جاریہ ہے۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ وقف سے نا آشنا تھے جب قرآن کریم کی ذیلی آیت نازل ہوئی۔

لن تنالوا البرحتی تنفقوا مماتحبون ۝

اے مسلمانوں! تم خیرِ کامل کو ہرگز حاصل نہ کرسکو گے جب تک اپنی پیاری چیز اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرو۔

اس آیت کریمہ سے نبی کریم ﷺ نے چند ایسے مصالح کے پیش نظر جو دیگر صدقات میں نہیں پائے جاتے ہیں، وقف کو مستنبط کیا، مثلاً ایک انسان اللہ کے راستہ میں اپنا بہت سارا مال خرچ کرتا رہتا ہے اور اس کی زندگی تک ضرورت منداس سے فیضیاب ہوتے ہیں پھر مرنے کے بعد ان ضرورتمندوں کی حاجت روائی کون کرے گا؟ اس لیے بہتر اور مفید صورت یہی ہے کہ وہ شخص اپنی جائیداد ضرورت مندوں پر وقف کردے، جس کی آمدنی ضرورتمندوں پر خرچ ہوتی رہے، اور اس کے لیے صدقۂ جاریہ ہو؛ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو ایسا ہی کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف ج۱ص۲۶۰)

حجۃ اللہ البالغہ میں ہے۔

الوقف وكان اهل الجاهلية لايعرفونه واستنبطه النبی صلی الله عليه وسلم لمصالح لايوجدفی سائر الصدقات الخ(رحمة اللّه الواسعةشرح حجة اللّه البالغة ج۴ص۲۳۱)

نیز امام ترمذیؒ نے باب الوقف میں مشہور حدیثِ ابی ھریرۃؓ نقل کی ہے۔

إذَامَاتَ الإنسانُ انقَطَعَ عَمَلُهُ إلاّمِن ثلاثٍ: صدقةٍجاريةٍوعلمٍ ينتفع به وولدٍصالح يدعولهٗ.

اور صدقہ جاریہ عموماً وقف ہی کے ذریعہ ہوتا ہے؛ کیونکہ عام صدقات میں یہ ہوتا ہے کہ ایک

مرتبہ صدقہ کر دیا تو اس کی اصل ختم ہو گئی؛ لیکن وقف صدقہ جاریہ بعد میں بھی مستقل جاری رہتا ہے مثلاً مسافر خانہ تعمیر کر دیا، مدرسہ بنوا دیا، یا کنواں یا نل وغیرہ وقف کر دیا یا مسجد بنوا دی.... یہ سب صدقہ جاریہ ہیں۔

وقف کا رکن

وقف شرعی کا رکن مخصوص چھبیس الفاظ یا ان کے ہم معنی تعبیر ہے، فقہائے کرام نے وقف کے باب میں اس بحث کو بڑی اہمیت دی ہے، کہ وقف شرعی کے تحقق کے لیے کن الفاظ کی ضرورت ہے، صاحب بحر الرائق علامہ ابن نجیم مصریؒ نے ان الفاظ مخصوصہ (جو در حقیقت معنیٔ واحد کے لیے تعبیر کا تنوع ہے) کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ (بحر الرائق ج ر۵ رص ر۳۱۹)

شرائطِ وقف

وقف چونکہ ایک مخصوص تصرف ہے؛ اس لیے فقہائے کرام نے اس کی شرائط کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، فتح القدیر ج ۵ رص ۴۱۸ را لبحر الرائق ج ۵ رص ۱۸۹ رمیں گیارہ شرطیں ذکر کی گئی ہیں ، یہاں فتاوی عالمگیری سے مختصراً نقل کی جا رہی ہیں۔

(۱) واقف کا عاقل ہونا

(۲) بالغ ہونا

(۳) آزاد ہونا

(۴) جس مقصد کے لیے وقف کیا گیا وہ فی نفسہ کار ثواب ہو (واقف کے اعتقاد میں کار ثواب ہونا کافی نہ ہوگا)

(۵) شیٔ موقوف بوقت وقف واقف کی ملکیت میں ہو

(۶) واقف کم عقلی (سفاہت) یا مقروض ہونے کے سبب مجور (ممنوع التصرف) نہ ہو

(۷) شیٔ موقوف کا معلوم و متعین ہونا، مجہول نہ ہونا

(۸) وقف منجز یعنی فی الفور ہو معلّق نہ ہو

(۹) وقف کے ساتھ نا مناسب شرط نہ لگائی ہو مثلاً شئ موقوف کو بیچ کر اس کی قیمت کو اپنے اوپر صرف کرنے کی شرط لگانا وغیرہ

(۱۰) وقف ہمیشہ کے لیے ہو، دائمی ہو یعنی وقف کا مصرف دائمی ہو، اگر یہ شرط ذکر نہ کی گئی تو طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہ ہو گا مگر امام ابو یوسف کے نزدیک اس شرط کا مذکور ہونا ضروری نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس شرط کا بیان از روئے دلالت ثابت ہے

(۱۱) وقف کی آمدنی کو کسی ایسے کام کے لیے مقرر کیا گیا ہو جو کبھی ختم ہونے والا نہ ہو، طرفین کے نزدیک اگر یہ شرط مذکور نہ ہو تو وقف صحیح نہ ہو گا لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر ایسی جہت بیان کی جو منقطع ہو جاتی ہے تو اس جہت کے منقطع ہونے کے بعد شئ موقوف کی آمدنی فقیروں کے لیے ہو جائیگی کیونکہ واقف کی نیت یہی ہوتی ہے۔

بعض فقہائے کرام نے وقف کے لیے بارہویں شرط کا بھی اضافہ کیا ہے کہ شئ موقوف کا مالِ غیر منقول ہونا یا ایسا مال منقول ہونا جس کے وقف کا رواج ہو، جیسے کتابیں، مصاحف ،لوٹا، گھڑی، جائے نماز، تسبیح اور بجلی کے پنکھے، جنازے کی چارپائی، آلاتِ زراعت، آلاتِ جہاد وغیرہ......زمین کے بغیر تنہا عمارت کا وقف درست نہیں۔ (قدوری کتاب الوقف)

وقف کے تام ہونے کے لیے قبضہ شرط ہے

وقف کے تام ہونے کے لیے موقوف علیہ کا قبضہ شرط ہے، لہٰذا واقف نے وقف کر دیا یا وقف نامہ پر لکھدیا مگر قبضہ کرانے سے قبل واقف وفات پا گیا تو وقف صحیح نہ ہو گا اور جائیداد واقف کے وارثوں میں تقسیم ہو گی۔

اسی طرح کتاب وغیرہ پر صرف وقف لکھدینے یا وقف کی مہر لگا دینے سے وقف تام نہ ہو گا تا آنکہ موقوف علیہ یا اسکے وکیل کو سپرد نہ کر دیا جائے۔

روپیہ، پیسے کا وقف

وقف میں چونکہ اصل شئے موقوف کو باقی رکھکر منافع سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے، (اسی لیے وقف کے لیے تابید (دائمی ہونا) ضروری ہے) اس لیے روپیہ پیسے کے وقف کی صورت میں شرط یہ ہے کہ اس روپیہ کو تجارت میں لگا کر نفع کو منشاء واقف میں صرف کیا جائے، یا اس سے کوئی کرایہ داری کی چیز خرید کر کرایہ پر لگا کر نفع منشاء واقف میں صرف کر دیا جائے۔

وکذا یفعل فی وقف الدراھم والدنانیر وماخرج من الربح یتصدق بہ فی جھۃ الوقف وھٰذا ھو المراد (شامی ج۶/ص ۵۵۵/۵۵۶)

وقف سے متعلق چند ضروری مسائل

مدرسہ کے کمرے میں غیر متعلق لوگوں کا قیام کرنا

مدرسہ پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لیے وقف ہے، غیر متعلق لوگوں کا قیام وطعام غرضِ واقف کے خلاف ہے، اس لیے اس کی اجازت نہیں ہوگی البتہ اگر مصالح مدرسہ کے لیے ہو تو پھر اجازت ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۱۵/ص ۵۲۲)

مدرسہ موقوفہ کی جگہ برات وغیرہ کے لیے کرایہ پر دینا

اگر موقوفہ جگہ تعلیمی ضروریات سے زائد ہو، اور تعلیم میں خلل بھی نہ ہو تو کرایہ پر دے سکتے ہیں، نیز جو کرایہ وصول ہو اس کو مدرسہ کی مصالح اور ضروریات میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ج ۱۵/ص ۵۱۶)

مدرسہ کے کمرے میں ملازم کے بچوں کو رکھنا

جو شخص امام ہو یا مدرس وملازم ہو اور اس کی ملازمت کے لیے مدرسہ کی طرف سے مکان کا بھی معاملہ طے ہو، تو اس کو اپنے بچوں اور اہلیہ کو مدرسہ کے مکان میں رکھنا درست ہے (مستفاد: فتاوی

محمودیہ ج۱۵ص۵۲۰)

مدرسہ کی خالی زمین پر کھیتی یا خالی کمرہ میں دوکان کرنا

مدرس یا ملازم کا مدرسہ کی خالی زمین پر کھیتی یا خالی کمرہ میں دوکان کرنے میں ادارہ کا ملازم واجنبی برابر ہے، زمین جس شہر میں ہے وہاں کے ٹھیکے وکرائے کے ریٹ کے حساب سے منتظمین سے اپنا معاملہ طے کر کے ہر طرح کی کھیتی ودوکان کرسکتا ہے۔

ویوجر باجر المثل فلایجوز بالاقل ولو ھوالمستحق (الدر المختار جلد ۶ صفحہ ۶۰۸ کتاب الوقف)

وفی الضیاع : یجوز الی ثلاث سنین الا اذاکانت المصلحۃ فی عدم الجواز وھذا امر یختلف باختلاف المواضع واختلاف الزمان (شامی : کتاب الوقف: فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ :جلد ۶ صفحہ ۶۰۶ زکریا)

مدرسہ کی عمارت کو مسجد بنانے کے لیے فروخت کرنا

جب کہ چندہ مدرسہ کے لیے کیا گیا ہو اور اسی نیت سے دینے والوں نے دیا ہے اور اس پیسے سے زمین خرید کر مدرسہ کے لیے اسکو وقف کر دیا گیا ہو اور پھر اس پر مدرسہ تعمیر کر دیا گیا ہے اور اس میں دینی تعلیم جاری ہے تو اب اسکو گرا کر مسجد تعمیر کرنا یا مسجد کے لیے اس کو خریدنا ہرگز جائز نہیں حتی کہ مدرسہ کی آمدنی مسجد میں خرچ کرنا بھی جائز نہیں۔ (مستفاد از فتاوی محمودیہ ج۱۵ص۴۸۶)

مدرسہ کی زمین میں ضرورۃً مسجد بنانا

اگر مدرسہ کے قریب کوئی دوسری مسجد نہیں جس میں اہل مدرسہ نماز پڑھ سکیں یا مسجد تو موجود ہے مگر تنگ ہے کہ سب اس میں سما نہیں سکتے، یا وہاں نماز پڑھنے کے لیے جانے میں مدرسہ کے مصالح فوت ہوتے ہیں، مثلاً وقت کا زیادہ حرج ہوتا ہے، یا مدرسہ کی حفاظت نہیں، وغیرہ وغیرہ تو مدرسہ کی زمین میں مسجد بنانا ضروریاتِ مدرسہ میں شامل ہے، ایسی حالت میں مسجد، مسجدِ شرعی

ہوگی۔(فتاوی محمودیہ ج ۱۵ ارص ۴۸۷)

مدرسہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا اور نام تبدیل کرنا

بلاضرورت مدرسہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا غرض واقف کے خلاف ہے اور منشاءِ واقف کو حتی الوسع پورا کرنا لازم ہے، اوراس کی مخالفت ممنوع ہے، البتہ اگر پہلی جگہ غیر آباد ہو جائے تو دوسری جگہ منتقل کرنا اور نام بدلنا درست ہے، کیونکہ اس میں اضاعت سے حفاظت ہے۔(مستفاد از فتاوی محمودیہ ج ۱۵ ارص ۴۹۸)

مدرسہ کی موقوفہ زمین پر اسٹے ہوگیا تو کیا تبادلہ کیا جاسکتا ہے

مدرسہ کی موقوفہ زمین پر اگر کسی شخص نے ناحق مقدمہ ڈالکر، اسٹے لے کر تعمیری کام رکوادیا توچونکہ اس زمین سے مدرسہ کے لیے نفع اٹھانے کی سردست کوئی شکل نہیں ہے، اس لیے ضرورت اور مجبوری کے تحت اس جگہ کے بدلہ اگر کوئی اور زمین خرید کر تبادلہ میں حاصل کرلی جائے تو اس کی گنجائش ہے، تاکہ نفع رسانی کے راستے نکل سکیں۔(فتاوی محمودیہ ج ۱۵ ارص ۵۱۰ ڈابھیل، کتاب النوازل ج ۱۳ ارص ۱۶۲)

وقف موضعاً في حياته وصحته وأخراجه من يده فاستولى عليه غاصب وحال بينه وبينه توخذ من الغاصب قيمته ويشترى بهاموضع اخر فيوقف على شرائطه لأن الغاصب لماجحدصار مستهلكا والشيئ المسبل اذا صار مستهلكا وجب الاستبدال به كالفرس المسبل في سبيل الله اذاقتل فهذااستحسان أخذبه المشائخ كذافي المضمرات. (فتاوى هنديه ج ۲/ص ۴۴۹)

مدرسہ کی غیر مستعملہ زمین کو فروخت کر کے دوسری زمین لینا

اگر زمین مدرسہ کی طرف سے خریدی گئی تھی تو اس کو بیچ کر دوسری زمین خریدنے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن اگر زمین وقف شدہ ہے تو غرض واقف کے مطابق جب تک اس کا استعمال

کرنا ممکن ہو، بیچنا جائز نہیں بلکہ اصل موقوفہ زمین کو باقی رکھنا ضروری ہے۔

الثالث : ان لایشترطه ایضاً ولٰکن فیه نفع فی الجملة وبدله خیر منه ریعاونفعاوهٰذالایجوز استبداله علی الأصح المختار. (الدرالمختار کذاحرره العلامة قنالی زاده ،شامی ج٦/ص ۵۸۴ زکریا)

وقف کی زمین فروخت کرنا

جوزمین مدرسہ کے لیے وقف کردی گئی، اور وقف کی کاروائی مکمل ہوگئی یعنی اس کوذمہ داران مدرسہ کے حوالہ کردیا گیایا قانوناً وقف کے طور پر رجسٹر کرالیا ہے تواب زمین کوفروخت کرنا جائز نہیں۔

فاذاتم ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولایرهن . (الدرالمختار مع الشامی کتاب الوقف ج٦/ص ۵۳۹ زکریا، کذافی الفتاوی الهندیه الباب الاول من کتاب الوقف ج۲/ص ۳۵۰)

مدرسہ کوزمین دےکرواپس لینا

اگرکسی شخص نے اپنی زمین مدرسہ کو وقف کردی تو وقف تام ہونے کے بعد اس کوزمین والا شرعاً واپس نہیں لےسکتا، اور نہ اس میں کسی قسم کا مالکانہ تصرف کرسکتا ہے۔

فلایجوز له ابطاله ولایورث عنه . (الدرالمختار مع الشامی ج٦/ص ۵۲۱ زکریا)

موقوفہ جائیداد کے مصارف

موقوفہ جائیداد کی آمدنی کواولاً اسی کی تعمیر واصلاح میں صرف کیا جائے گا، خواہ واقف نے اس کی شرط لگائی ہو یانہ لگائی ہو، پھر اگر واقف نے مصرف متعین کردیا تو باقی آمدنی اسی متعین مصرف میں صرف کرنا لازم ہوگا، اسکے خلاف کرنا خیانت شمار ہوگا، اوراپنی جیب سے اتنی رقم اس مصرف میں صرف کرنا لازم ہوگا، اوراگر واقف نے وقف کا کوئی مصرف متعین نہ کیا ہو؛ بلکہ مطلقاً

مسجد یا مدرسہ کے لیے کوئی جائیداد وقف کردی تو پھر اس کی آمدنی سے مسجد و مدرسہ کے تمام مصالح پورے کیے جاسکتے ہیں۔

الذی یبدأمن ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف أم لاثم ماهوأقرب إلی العمارة وأعم للمصلحة کالامام للمسجد ، والمدرس للمدرسة یصرف الیهم بعد کفایتهم ثم السراج والبسط إلی آخر المصالح هذا اذالم یکن معیناً فان کان الوقف معیناً علی شیئ یصرف الیه بعد عمارة البناء کذافی الحاوی القدسی(فتاوی هندیة، ج۲/ص۳٦۸)

علی انهم صرحوابأن مراعاة غرض الوقفین واجبه. (شامی ،کتاب الوقف ج٦/ص ٦٦۵ ،زکریا)

مہتمم، استاذ یا ملازم کے لیے مدرسہ میں مکان کا انتظام

تعلیم گاہوں سے فارغ جگہ میں مہتمم، استاذ یا ملازم کے لیے مکان کا انتظام کرنا، خواہ کرایہ کے ساتھ ہو یا بلا کرایہ کے - حسب تجویز انتظامیہ - مصالح مدرسہ میں سے ہے، اس کے ذریعہ مدرسہ کی نگرانی، تعلیم وتعلم کے لیے ذہنی یکسوئی میسر آجاتی ہے، یہ غرض واقف کے خلاف بھی نہیں ہے، لہٰذا مدرسہ کے مکانوں میں ان حضرات کا رہائش اختیار کرنا درست ہے۔

نعم یتصرف القیم فی الوقف بمافیه نفع للوقف والمسئلة فی الجزیة و

(تنقیع الفتاویٰ الحامدیة ، کتاب الوقف ج ۱ /ص ۲۰۹ ،مطبوعه مصر)

للحاکم الدین أن یصرف من فاضل وقفه المصالح والعمارة إلی الامام والمؤذن باستصواب اهل الصلاح من اهل المحلة إن کان الوقف متحداً لأن غرضه إحیاء وقفه ،وذلک یحصل بماقلنا، بحرعن البزازیه. (شامی ج٦/ص ۵۵۱، زکریا)

ویوجربأجر المثل فلایجوز بالأقل ولوهو المستحق . (الدرالمختار کتاب

الوقف ج٦/ص٨ ٠ ٢، فتاوی محمودیہ ج١٥/ص١٧ ٥، ڈابھیل)

مدارس کے لیے موقوفہ قرآن کریم فروخت کر کے دینی کتب خریدنا

موقوفہ قرآن کریم کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ کیونکہ یہ منشاء واقف کے خلاف ہے ہاں اگر قرآن کریم زیادہ ہو جائیں تو دیگر مساجد و مدارس میں بطور وقف بھیجے جا سکتے ہیں۔ (فتاوی رحیمیہ ج٦/ص٤٧٧)

لایجوز تغییر الوقف عن ہیئتہ. (الفتاویٰ الهندیة ج٩/ص٤٩٠)

وقف کی نیت کی ہوئی زمین کو فروخت کرنا

اگر کوئی زمین کسی مدرسہ کو وقف کرنے کی صرف نیت کی ہو اور باقاعدہ تحریری یا زبانی طور پر وقف کی نوبت نہیں آئی، تو ایسی زمین کو صاحب زمین فروخت کر سکتا ہے؛ اس لیے کہ محض نیت کر لینے سے وقف تام نہیں ہوتا اور مالک کی ملکیت بدستور باقی رہتی ہے۔

الوقف اخراج المال عن الملک علی وجه الصدقة فلایصح بدون التسلیم کسائر التصرفات. (بدائع الصنائع کتاب الوقف ج٥/ص٣٢٨ زکریا)

مدرسہ کی عمارت کو کرایہ پر دینا

جو عمارت دینی تعلیم کے لیے عام مسلمانوں کے چندہ سے بنائی گئی اور وہاں دینی تعلیم ہوتی ہے، تو ایسی عمارت کو کرایہ پر دینا اور دینی تعلیم کو بند کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

لایجوز تغییر الوقف عن ہیئتہ. (الفتاویٰ الهندیة ج٩/ص٤٩٠)

افتادہ قبرستان یا قبرستان کی فاضل زمین پر مدرسہ تعمیر کرنا

اگر قبرستان کی فاضل زمین ہے، اور آئندہ قبرستان کو اس زمین کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اس پر لوگوں کے ناجائز قبضہ کا خطرہ ہے، تو قبرستان کی ایسی زمین پر مدرسہ کی تعمیر کرنا جائز

اور درست ہے، نیز اگر قبرستان افتادہ ہو چکا ہے اس میں دفن کا سلسلہ باقی نہیں رہا ہے، تو اس پر مدرسہ قائم کرنا بھی جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: از انوارِ رحمت ص ۱۵۱)

لوأن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدا لم ارى بذلک بأسا (وقوله) فاذادرست واستغنى عن الدفن فيهاجاز صرفهاالى المسجد لان المسجد ايضاً وقف من اوقاف المسلمين. (عمدة القارى ج ۴/ص ۱۷۹، بيروت)

غیر مسلم کا مدرسہ کے لیے زمین وغیرہ وقف کرنا

اگر کوئی غیر مسلم کارِ ثواب اور عبادت سمجھ کر مدرسہ کے لیے زمین وقف کرے یا چندہ دے یا مدرسہ میں کوئی کمرہ تعمیر کرائے تو اس کا وقف اور چندہ وغیرہ کا قبول کرنا جائز و درست ہے، البتہ یہ خیال رہے کہ غیر مسلم کل کو مسلمانوں پر احسان نہ جتلائے یا مسلمانوں کو ان کی عبادت گاہ میں چندہ دینے کے لیے اصرار نہ کرے، نیز وقف کرنے کے بعد تولیت اور ذمہ داری مسلمانوں کو سونپ دے۔ (مستفاد: انوارِ رحمت ص ۱۵۴)

قبرستان کی فاضل آمدنی مدرسہ میں صرف کرنا

اگر قبرستان کی آمدنی زیادہ ہے اور ضرورت سے زائد اور فاضل ہے اور ظن غالب یہی ہے کہ آئندہ بھی اس کی ضرورت نہیں رہے گی تو ایسی صورت میں زائد اور فاضل آمدنی مدارس ومکاتب وغیرہ میں صرف کرنا جائز اور درست ہے۔ (انوارِ رحمت ص ۱۵۳)

ویران مدرسہ کا تبادلہ

اگر کوئی مدرسہ ویران ہو جائے۔ اور وہاں دور دور تک مسلمانوں کی کوئی آبادی نہ ہو، اور ایسی حالت میں حفاظت بھی نہیں ہو پا رہی ہے اور حکومت بھی حفاظت میں کوئی دلچسپی نہیں لیتی اور اغیار اس پر مالکانہ قبضہ کرنا چاہیں تو ایسی نہایت مجبوری اور ناگزیر حالت میں قبضۂ ناجائز سے حفاظت

اور واقف کی غرض کو زندہ کرنے کے لیے ایک ویران مدرسہ کو متبادلہ قیمت پر فروخت کر کے دوسری جگہ جہاں پر مسلمانوں کی آبادی ہو، اور حفاظت کی بھی ذمہ داری ہو تو اس رقم سے مدرسہ بنادیا جائے تو یہ درست ہے۔ (انوار رحمت ص۱۳۲)

ایک مدرسہ کی اشیاء دوسرے مدرسہ میں منتقل کرنا

ایک مدرسہ کی اشیاء مثلاً کتب دینیہ، چندہ کی رقوم، اینٹیں، چٹائی، لوٹے وغیرہ کسی دوسرے ادارہ میں منتقل کرنا جائز نہیں، نہ منتظمہ کی اجازت سے نہ بلا اجازت۔ (مستفاد از احسن الفتاوی ج۶ ص۴۰۸)

چندہ جمع کر کے مدرسہ کی زمین اپنے نام خریدنا

دینی مدارس وقت کی بہت بڑی ضرورت ہیں اور کہنا چاہیے کہ موجودہ حالات میں انہیں مدراس سے دین کی بقا متعلق ہے، البتہ مدارس کی زمین اپنے نام پر خریدنا قطعاً ناجائز اور سخت گناہ ہے، بلکہ یہ ''غصب'' کے حکم میں ہے کہ ایک قومی امانت کو کوئی شخص اپنی ذاتی ملک بنالے بلکہ مدرسہ کی زمین خود مدرسہ یا اس کی سوسائٹی، انجمن یا ٹرسٹ کے نام پر خریدی جائے۔ (کتاب الفتاوی؛ ج۴ ص۲۷۸)

مسجد کی جگہ مدرسہ اور مدرسہ کی جگہ میں مسجد بنانا

جس جگہ پہلے سے مسجد بنی ہوئی ہے اسے مدرسہ میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر مسجد میں توسیع کی ضرورت ہو اور مدرسہ کے پاس ضرورت سے زائد زمین ہو تو ذمہ داران کے مشورہ اور رضامندی سے مدرسہ کی زمین میں سے ضرورت کے مطابق حصہ مسجد میں شامل کر کے اس کی توسیع کردی جائے۔ (احسن الفتاوی ج۶/۴۵۶، فتاوی محمودیہ ج۲ ص۴۶۶، کفایت المفتی ج۳ ص۱۲۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل ج۲ ص۱۳۶)

واما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع (الدر المختار مع الشامی کتاب

الوقف/مطلب فی احکام المسجد ج۶/۵۴۸/زکریا، کتاب النوازل ج۱۴/ص۲۲۷)

سرکاری زمین پرمدرسہ قائم کرنا

مدارس ومساجد خالصتاً مسلمانوں کی دینی ضروریات کوپورا کرنے کے لیے قیامت تک کے ارادہ سے قائم کیے جاتے ہیں لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ان اداروں کوصرف اپنی مملوکہ زمین پر ہی قائم کریں تاکہ آنے والے وقت میں کوئی دعوے دار کھڑے ہوکر نقصان کا باعث نہ بنے غیرمملوکہ زمین پرمدرسہ یامسجد بنانا شرعی حیثیت سے ناجائز ہے یا س کوسرکار سے قیمتاً خرید کر مدرسہ بنایا جائے تو درست ہے۔

لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ. (الدرالمختار مع الشامی، کتاب الغصب ج۹/ص۲۹۱،زکریا)

گرام سماج کی زمین پرمدرسہ قائم کرنا

گرام سماج کی زمین منتخب پردھان کی نگرانی میں گاؤں کے باشندوں کی ملکیت ہوتی ہے، جس کوگاؤں کے مصالح (کوڑا کرکٹ ڈالنے،اسکول وکالج،ہوسپٹل بنانے وغیرہ) کے لیے چھوڑا جاتاہے، اگرگاؤں کے سبھی باشندے اہل السنہ والجماعت مسلمان ہیں توسب کی صراحتًا یا اشارتًا اجازت سے مدرسہ،مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں،اوراگرمسلمانوں کے مختلف فرقے ہوں یاگاؤں میں مسلمانوں کے ساتھ غیرمسلم بھی ہوں تومسجدومدرسہ بنانے کے لیے صراحتا سب کی اجازت ضروری ہے۔

بہرکیف:اگرگرام سماج کی زمین پرسرکاری اجازت کے ساتھ مدرسہ قائم کیاجائے تو درست ہے ورنہ درست نہ ہوگا۔

لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ . (الدرالمختار مع الشامی کتاب الغصب ج۹/ص۲۹۱، زکریا)

نناوے سال کے پٹے کی زمین پر مدرسہ قائم کرنا

موقوفہ مدرسہ کے تحقق کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جگہ ہمیشہ کے لیے مدرسہ پر وقف ہو، اگر وہ جگہ کچھ مدت کے لیے پٹہ (کرایہ) پر لی گئی تو وہ مدرسہ موقوفہ نہ ہوگا، کیونکہ مدت ختم ہوتے ہی حکومت چونکہ مالک ہے؛ اس لیے وہ اس کو لے سکتی ہے الا کہ حکومت سے باضابطہ کسی طریقہ پر اجازت حاصل کرلی جائے، تب مدرسہ بنانے کی گنجائش ہوگی۔

درمختار میں ہے:

(ولایتم) الوقف حتی یقبض ویفرز ویجعل اخرہ لجھة قربة لاتنقطع. (الدرالمختار مع الشامی ج۳/ص ۵۰۴ ، کتاب الوقف، مطلب فی الکلام علی اشتراط التابید،خزینة الفقه فی مسائل الوقف ص ۲۳۹)

فان شرط الوقف التابید. (ج۴/ص ۳۹۰/سعید،فتاوی محمودیه ج۱۵/ص ۱۷۸)

ایک مدرسہ کی چیز دوسرے مدرسہ میں استعمال کرنا

ایک مدرسہ کی چیز (روپیہ، پیسہ، کتابیں، چٹائی، اینٹیں، لوٹے، سامان وغیرہ) دوسرے مستقل مدرسہ میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ دونوں کا نظام الگ الگ ہے، اور چندہ دہندگان نے اپنی رقومات دوسری جگہ لگانے کی اجازت نہیں دے رکھی ہے، لیکن اگر دوسرا مدرسہ پہلے مدرسہ کی شاخ ہو اور دونوں کا انتظام مربوط ہو تو پھر یہ دوسرا مدرسہ پہلے مدرسہ کے ایک شعبہ کی حیثیت رکھتا ہے؛ اس لیے اس کی اجازت ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج۱۵/ص۲۷۳،ڈابھیل)

لایجوز لمتولی الشیخونیة بالقاهرة صرف احد الوقفین للاخر

.(البحرالرائق ج۵/ص ۲۶۲/زکریا، کتاب الوقف)

پرانی قبروں کے اوپر لینٹر ڈال کر ان کو مدرسہ میں شامل کرنا

موقوفہ قبرستان کی قبریں اگر پرانی اور بوسیدہ ہوجائیں، لوگوں نے وہاں اموات کو دفن کرنا چھوڑ دیا ہو، اور مدرسہ میں توسیع کی ضرورت ہو، تو قبرستان کے آثار مٹا کر اس جگہ کو مدرسہ میں شامل کرنا یا لینٹر ڈال کر مدرسہ میں شامل کرنا بہر دو صورت جائز ہے۔

مستفاد: قال ابن القاسمؒ: لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجد الم أر بذلک بأسا، وذلک لأن المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لأحد أن يملكها، فاذا درست واستغنى عن الدفن فيها صرفها إلى المسجد، لأن المسجد ايضاً وقف من اوقاف المسلمين لايجوز تملكه لأحد فمعناهما على هذا واحد. (عمدة القارى ج٤/ص ١٧٩، ادارة الطباعة المنيرية، دمشق)

مدرسہ کی خالی زمین پر کسی مدرس یا ملازم کا کھیتی کرنا

مدرسہ کی خالی زمین پر ذمہ دارِ مدرسہ کی اجازت سے کسی مدرس یا ملازم کا کھیتی کرنا جائز ہے، لیکن اس خالی زمین کا مناسب کرایہ طے کرلیا جائے۔

وفى الضياع: يجوز الى الثلاث سنين الااذا كانت المصلحة فى عدم الجواز، وهذا امر يختلف بأختلاف المواضع واختلاف الزمان (شامى، كتاب الوقف، فصل يراعى شرط الواقف فى اجارته ج٦/ص ٦٠٢، زكريا)

ويوحر باحر المثل فلايجوز بالأقل، ولوهو المستحق. (الدرالمختار ج٦/ص ٦٠٨، كتاب الوقف)

ویران مدرسہ کی زمین وعمارت کو مسجد بنانے کے لیے فروخت کرنا

اگر کوئی مدرسہ ویران ہوجائے اور وہاں دور دور تک مسلمانوں کی کوئی آبادی نہ ہو، اور ایسی

حالت میں اس کی کوئی حفاظت بھی نہ ہو پائے ،تو اولاً تو حکومت سے اس مدرسہ کی حفاظت کی مانگ کی جائے اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو سکے تو ایسی ناگزیر حالت میں اس مدرسہ کی زمین وعمارت فروخت کر کے دوسری جگہ جہاں مسلمانوں کی آبادی ہو اس کی رقم سے مسجد بنانا بھی جائز ہے، کیونکہ مسجد اعلی درجہ کا وقف ہے۔

وکذلک سائر الوقوف عنده الاانهااذاخرجت عند انتفاع الموقوف عليهم به جاز استبدالهاباذن الحاكم بأرض اودوراخرى تكون وقفاً مكانها (اعلاء السنن ج۱۳/ص۲۴۷، کتاب الوقف ،ط: بیروت ، مستفاد: کفایة المفتی ج۷/ص ٦٢)



نظام تعلیم

یہ واضح اور مسلم ہے کہ مدارس اسلامیہ کا نصب العین ''تعلیم دین اور تربیتِ اخلاق'' ہے لہٰذا اہل مدارس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس نصب العین کے پیش نظر ہر اس جائز طریقہ کو اختیار کریں جو اس مقصد میں معین ومفید ہو،اور ہر اس طریقہ سے احتراز کریں جونقصان دہ یا غیر مفید ہو، ہمارے کامیاب مدارس کے نظام ہائے تعلیم وتربیت مطبوعہ موجود ہیں، اور ماشاء اللہ اس کے عمدہ نتائج سامنے آرہے ہیں،ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

المسلمون على شروطهم الاشرطا حرم حلالا اوأحل حراماً (سنن الترمذی، ابواب الاحکام /باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس ج ۱ ص ۲۵۱)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قوموں کے عروج اور ترقی میں، ان کے مدرسے بڑی اہمیت رکھتے ہیں،قومیں افراد سے بنتی ہیں، اور افراد کی ان کے بچپن ہی سے ذہنی ، اخلاقی وروحانی تعلیم وتربیت مدرسوں ہی کے ذریعہ انجام پاتی ہے،اس لیے اگر مدرسے پاکیزہ ذہنی اخلاقی ،اور روحانی

تعلیمات کی درسگاہ ہوں گے تو ان سے ایسی قوم تیار ہوگی جو زندگی کی صحیح شاہ راہ پر چل کر اپنے وجود سے دنیا میں انسانوں کے مقصدِ تخلیق کو پورا کرے گی، یہی وجہ ہے کہ خیر القرون کے بزرگوں نے مدرسوں کے نظام تعلیم کی بہتری کے لیے ہمیشہ یہ نقطۂ نظر سامنے رکھا کہ وہ نظام افراد سازی اور رجال کاری میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہو، جس کی وجہ سے ایسے افراد تیار ہوں، جو انسانیت کی صحیح رہنمائی کرسکیں۔

اوراس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے بڑی بلند نظری سے خود ان مدرسوں کے لیے یہ شرط قرار دی کہ وہ پاکیزہ اخلاقی وروحانی مقاصد، حسن نیت اور اخلاص عمل کے ساتھ قائم کئے گئے ہوں اور ان کا سرمایہ معقول اور جائز ذرائع اور پاک روزی سے حاصل کیا ہوا ہو، ورنہ اگر وہ کسی بری نیت اور دنیاوی غرض جاہ وعزت، ناموری اور شہرت کے لیے قائم کیے گئے ہوں یا جور وظلم سے حاصل کی ہوئی دولت اس میں لگائی گئی ہو تو ایسے مدرسوں میں پاکیزہ اخلاق اور روحانیت کا ماحول پیدا نہیں ہوسکتا، ان میں پڑھنے پڑھانے والے بھی محاسن اخلاق سے آراستہ نہ ہوسکیں گے، اور صحیح اخلاق اور روحانی خیالات سے محروم رہیں گے، اور ان میں ایسی ذہنی استعداد مفقود ہوگی کہ وہ عملا دنیا میں اپنے دل ودماغ سے ایسی شاہ راہ پر چلیں جو انسانیت کی تکمیل تک پہنچائے، اور ان کے وجود سے انسانیت کی تخلیق کا مقصد پورا ہو۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ جن مدرسوں کے نظام تعلیم کے اندر اس نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر طلبہ کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا گیا، طالبان علوم نبوت ان مدرسوں میں جوق در جوق تعلیم کے لیے داخل ہوئے اور علماء نے ان میں پڑھنے پڑھانے کو اخروی سعادت سمجھا۔

اور جن میں اس نقطۂ نظر سے صرفِ نظر کیا گیا، تو ان میں ایک تو متدین اہل علم درس تدریس کے لیے تیار نہ ہوئے، اور اگر کچھ لوگ تیار بھی ہوئے تو ان میں طلبہ کا اژدحام نظر نہیں آیا۔

اس لیے آج بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے مدارس کا نظام تعلیم ایسا ہو کہ جس کے سائے سے فائدہ اٹھانے والے طلبہ فراغت کے بعد انسانیت کی صحیح رہنمائی کرسکیں۔

اس کے لیے نظام تعلیم سے منسلک افراد کو اپنے فرائض سے واقف ہوکر ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اس نظام سے تین طرح کے افراد متعلق ہیں (۱) ارباب انتظام (۲) اساتذہ (۳) طلبہ۔

ارباب انتظام کے فرائض

مدرسہ کے منتظم اور سربراہ کے لیے بحیثیت منتظم جس طرح اخلاص، تواضع اور دیانت داری جیسے اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے، اس کے ساتھ اس کا علمی ذوق ومزاج ہونا بھی لازم ہے، چونکہ ''الناس علی دین ملوکھم '' رہنما جس مذاق کے حامل ہوں گے اس کے مطابق اساتذہ وطلبہ میں وہ چیزیں ضرور منتقل ہوگی۔

آج ہم لوگوں میں یہ بات کمیاب ہوتی جارہی ہے کہ اپنے مقصد کو ہم نے بھلا دیا اور اپنی منزل کے نشان کو ہم نے چھوڑ دیا۔

اور اپنی محنتوں اور کوششوں کا تمام تر محور ومقصد معیار تعلیم کی جگہ حصول زر اور تعمیرات کو بنالیا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ بعض مدرسوں کا حال دیکھیں گے کہ وہ تعمیر واقتصادی ترقیات کے باوجود تعلیم وتربیت سے خالی ہیں۔

اور ہم اسلاف کی روشن تاریخ سے یکسر غافل ہو چکے ہیں، کہ جنہوں نے ہمیشہ انسانوں پر محنتیں کی ہیں۔ ان کی صلاحیتوں کو سنوارنے اور بنانے میں کسی بھی طرح کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کیا۔

ان حضرات کے زمانہ میں تعمیرات نہ کے برابر ہوتی تھی لیکن ان کی نظریں ہمیشہ مقصود پر لگی رہتی تھی۔

ناظم ومہتمم کے اختیارات وفرائض

(دفعہ) ناظم (مہتمم) جملہ ملازمین مدرسہ کے کام کی نگرانی اور درستیٔ حساب کا ذمہ دار ہے۔

(دفعہ) امور انتظامیہ اور مصارف روزمرہ معمولی میں ناظم (مہتمم) مجاز ہے حسب صواب دید خود عمل کرے اور جزئی و معمولی خرچ بھی کرسکتا ہے، مگر کثیر اخراجات غیر معمولی اور خاص انتظامات بلا استصواب سرپرستان نہ ہونگے (مستفاد از فتاوی محمودیہ ج۱۵ ص۴۳۴)

حضرات اکابر قدس اللہ واسرارہم کا جاری کردہ یہ طریق کار بلاشک شریعت کے بالکل مطابق اور عصر حاضر کے تمام تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہے، اور کسی اجتماعی کام میں جتنے اندیشے ہوسکتے ہیں، اس طریقہ کار میں ان تمام اندیشوں سے امکان کی حد تک تحفظ پایا جاتا ہے؛ اسی لیے ہر دور کے اکابر نے اپنے اپنے رنگ میں مجلس شوریٰ کے ہیئت حاکمہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے، اور مہتمم کو بھی اس کے درجہ کے مطابق امیر تسلیم کیا ہے اور مفوضہ امور کی انجام دہی میں سہولت کے بقدر ان کو صاحب اختیار قرار دیا ہے۔ (شوریٰ کی شرعی حیثیت ص۵۹)

ناظم ومہتمم کی دوحیثیت ہیں

ناظم ومہتمم مجلس شوریٰ کا مامور اور تابع ہے، البتہ باقی کارکنان مدرسہ (اساتذہ، ملازمین ،طلبہ وغیرہ) کا نگراں اور ذمہ دار ہے، اس لیے جو عہد و پیمان مابین منتظم واساتذہ یا ملازمین ہوئے ہیں تو انکا پورا کرنا طرفین پر لازم وواجب ہے۔

المسلمون علی شروطهم الاشرطا حرم حلالا اوأحل حراماً (سنن الترمذی، ابواب الاحکام /باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس ج ۱ ص ۲۵۱)

ناظم ومہتمم کی صفات وذمہ داریاں

عرفی اور لغوی اعتبار سے ان دونوں الفاظ کے معنی اور مفہوم ایک ہیں یعنی ناظم اور مہتمم کہا جاتا ہے انتظام کرنے والے کو ہمارے مدارس عربیہ میں مدرسہ کی شوریٰ کی طرف سے جس شخص کو روزمرہ کے کاموں کی انجام دہی اور شریعت کے مطابق صادر کردہ اپنے فیصلوں کی تنفیذ کے لیے منتخب کردیتی ہے، کہیں تو اس کو مہتمم کے لفظ سے یاد کرتے ہیں، اور کہیں ناظم کے لفظ سے یاد

کرتے ہیں، اور شرعی اعتبار سے ناظم یا مہتمم کی ذمہ داری وہی ہوگی جو شوریٰ نے اس کے ذمہ کی ہوگی اس سے تجاوز کرنا اس کے لیے جائز نہ ہوگا۔

نظامت اور اہتمام کے صحیح حق دار حاملین قرآن و پابند شریعت لوگ ہیں، حضرت امام مالکؒ کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں کی رہنمائی وہی کرسکتا ہے جس کی زندگی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا نمونہ ہو، اور حافظ ابن تیمیہؒ کا ارشاد ہے کہ امت کا اتفاق ہے کہ عالم باعمل مسلمان سیادت وقیادت کا اہل ہے۔ (مستفاد از فتاویٰ رحیمیہ ج ۹ ص ۷۴)

مہتمم مجلس شوریٰ کا پابند ہوتا ہے، لہٰذا حاضری، کام کاج اور سفر وحضر وغیرہ کے سلسلہ میں شوریٰ کی طرف سے مہتمم کے متعلق جو بھی ضابطہ بنایا جائے اس کی پابندی مہتمم پر ضروری ہے خواہ وہ ضابطہ تمام اساتذہ کے مطابق ہو یا اس سے کم وبیش ہو۔

عن عمرو بن عوف المزنی عن ابیه عن جدهؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال :وَالْمُسلِمُوْنَ عَلی شُرُوْطِهِمْ اِلَّاشَرطاًحَرَّمَ حَلالاًاَو اَحَلَّ حراماً. (سنن الترمذی ،باب الحکام ص ۲۵۱ ج ۱ ،سنن الدارقطنی ،کتاب البیوع ص ۲۳/ج۳،رقم: ۲۸۶۹)

(ترمذی شریف ابواب الاحکام ج ۱/ ۲۵۱ کتاب النوازل ج ۱۴/ ص ۳۶)

مدرسہ کے مہتمم اور اساتذہ کا باہمی اعتماد، اور امانت داری

مہتمم، اساتذہ اور ملازمین میں باہم اعتماد کی بحالی کسی بھی ادارہ کی بقا کے لیے لازم ہے، اساتذہ کو چاہیے کہ مفوضہ خدمات میں دریغ نہ کریں، اور مہتمم صاحب کی جائز امور میں اطاعت کریں، اور مہتمم کو چاہیے کہ وہ اساتذہ کی قدر کرے، اور ان کی واجبی ضروریات کا خیال کرے، مثلاً مکان یا کمرہ نہ ہوتو اس کا بندوبست شوری سے کروانا، لائٹ، کھانا وغیرہ کا انتظام کرنا، اگر ضروریات کا خیال نہیں رکھا جائے گا تو اساتذہ یکسوئی کے ساتھ تعلیمی امور انجام نہیں دے پائیں گے، اور مدرسہ کا نظام بگڑ جائے گا۔

عن ابی امامةؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : إنَّ اللهَ عَزَّوجلَّ

يُحِبُّ الرِّفقَ وَيرضاهُ ، ويُعينُ عليه مالايُعينُ على الأنف (المعجم الكبير للطبراني ج۸/ص ۹۵ رقم۷۷۴۷،الترغيب والترهيب رقم:۴۰۷۳/ بيت الافكار الدوليه ،كتاب النوازل ج۱۴/ص ۳۶)

مدرسہ کا ذمہ دار پابند شرع اور امانت دار ہونا چاہیے

فراہمی مالیات ہرادارہ کا بنیادی عنصر ہوتا ہے،لہٰذامدرسہ کے ذمہ دار کے لیے مقاصد ادارہ کے ساتھ ساتھ اسکے مالیاتی مسائل کا علم ہونا بیحد ضروری ہے، مثلاً زکوۃ،فطرہ،نذراور چرم وغیرہ کے مصارف کی مکمل معلومات واحکامات ہمہ وقت ذہن نشیں رہیں۔جو شخص اہتمام وانتظام کا اہل اور پابند شرع ہواسی کو ذمہ دار بنایا جائے بصورت دیگرانتخاب کرنیوالے مشورہ دینیوالے سب عنداللہ ماخوذ ہونگے۔

عن ابی هريرةؓ قال: :بَيْنَما النبى صلى الله عليه وسلم يُحَدِّثُ اِذاجاءَ اَعرابىٌ ، فقال مَتى الساعةُ ؟قال" اذاضُيِّعتُ الامانةُ، فانتظرِ السَّاعةُ"قال كيف اِضاعتُها؟قال:"اذاوُسِّد الامرُ الى غيرِاهلِه، فانتظرِ الساعةَ" (مشكاة المصابيح كتاب الفتن باب اشراط الساعة ، الفصل الاول ۴۶۹) كتاب النوازل ج۱۴/ص ۳۹)

نااہل کی تولیت ٹھیک نہیں

اہل علم اور پابند شرع شخص کے ہوتے ہوئے بے علم ، بے عمل ، فاسق وفاجر، ڈاڑھی منڈھا شخص تولیت واہتمام کا اہل نہیں ہوسکتا،صحیح حقدار پابند شریعت لوگ ہیں ،حضرت امام مالکؒ کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں کی رہنمائی وہی کرسکتا ہے جس کی زندگی پیغمبر اسلام کے اسوۂ حسنہ کانمونہ ہو ،اور حضرت حافظ ابن تیمیہؒ کاارشاد ہے کہ امت کااس پر اتفاق ہے کہ عالم باعمل مسلمان سیاست وقیادت کا اہل ہے اگرایسا شخص میسر نہ ہوتو یہ منصب مجبوراً دوشخصوں میں سے ایک کے سپرد کیا جائیگا(۱) عالم فاسق یعنی عالم بے عمل کو(۲) جاہل متقی یعنی بے علم باعمل کو۔(کتاب السیاسۃ

الشرعیۃ ص ۱۷)

حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے جماعت میں سے کسی شخص کو عامل بنایا حالانکہ اس جماعت میں ایسا شخص موجود ہو جو اللہ کو اس (پہلے شخص) سے زیادہ پسندیدہ ہو تو اس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی خیانت کی۔ (ازالۃ الخفاء، ج۲ ص۳۶، عمدۃ المطابع)

فتاوی ابن تیمیہ میں ہے: **ولایجوز تولیۃ الفاسق مع امکان تولیۃ البر**، یعنی نیک آدمی کے ملنے کا امکان ہو تو فاسق کو سردار بنانا جائز نہیں۔ (ج۱ ص۱۵۰)

حدیث میں ہے کہ ہر کام اس کے اہل کو سونپا جائے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ **اذاوُسِّد الامرُ الی غیرِ اهلِه، فانتظرِ الساعةَ**" یعنی جب اہم کام نااہل کو سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو، یعنی قیامت قریب آگئی سمجھو۔ (بخاری شریف ج۱ ص۱۴، کتاب العلم، باب من سئل عن العلم الخ)

اور آنحضرت ﷺ نے علامات قیامت بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ (ایک علامت یہ ہے کہ) بڑے بڑے کام نااہل کے سپرد کیے جائیں گے اور قوم کا سردار فاسق ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۷۰، وساد القبیلة فاسقهم وكان زعيم القوم ارذلهم، الخ باب اشراط الساعة)

اور جو اختیاری امور علامات قیامت میں سے ہیں وہ گناہ کے کام ہیں، اسی لیے حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: حضرت (گنگوہیؒ) نے مجھکو جواب میں لکھا کہ نااہل کو کام سپرد کرنا خیانت ہے ایسا کرنے سے ہم پر مواخذہ ہوگا کہ کام کیوں نااہل کو سپرد کیا گیا، اصل مقصود خدا کی رضامندی ہے مدرسہ مقصود نہیں اور رہا یہ کہ مدرسہ باقی نہ رہے گا، اس سے ہم پر مواخذہ نہ ہوگا، یہ ان سے مواخذہ ہوگا جن کی حرکات سے مدرسہ کو نقصان پہنچے گا۔

اس پر (حضرت تھانویؒ) فرمایا کہ جتنا بھی کام ہو صحیح اصول کے تابع ہو، حدود شرعیہ کے ماتحت رہ کر ہو، مقصود خدا کی رضا ہے، مسلمان کے ہر کام کا مقصد خدا کی رضا ہونی چاہیے، مدرسہ

رہے یا جائے ، مدرسہ ملک میں بدنام ہو یا نیک نام ، چندہ بند ہو جائے یا جاری رہے ،طلبہ زیادہ ہوں یا کم ،غرض کچھ بھی ہو اصول صحیح کے تابع رہنا چاہیے ۔(ملفوظ: ص ۳۸۷ ج ۵/ص ۴۲۴، اور فرمایا نا اہل کو ممبر نہیں بنا سکتے (ج ۵/ص ۴۰۳) صرف مالدار ہونے یا امداد کرنے کی بنا پر انسان اہل نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا عبدالحی کفلتیوی سورتیؒ فرماتے ہیں کہ گو مہتمم مدارس دولت مند ہیں، دنیا کے نشیب وفراز کو بخوبی جانتے ہیں، لیکن جب انہوں نے مدارس اسلامیہ دیکھے ہوں نہ ان کے قوانین انتظام سے کسی طرح واقف ہوں، بھلا بتلائیے وہ بدوں مشورۂ مدرسین بالاستقلال مدارس کا کیسے انتظام کر سکتے ہیں؟ ایسے انتظام کا آخر کار یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ مدرسہ میں کچھ ایسی بد نظمی ہو جاتی ہے کہ ترقی علوم کے جتنے باب ہیں سب مسدود ہو جاتے ہیں۔ (سوانح علوم اسلامیہ، ص ۳۸ مطبع نظامی کانپور)

خلاصہ کلام یہ کہ متولی اور مہتمم عالم باعمل ہونا چاہیے، اگر ایسا میسر نہ ہو سکے تو صوم وصلوٰۃ کا پابند، امانتدار، مسائل وقف کا جاننے والا، خوش اخلاق، رحم دل، منصف مزاج، علم دوست اہل علم کی تعظیم وتکریم کرنے والا ہو، جس میں یہ صفات زیادہ ہوں اسی کو متولی ومہتمم بنانا چاہیے۔

مہتمم کا اپنے ماتحت کام کرنے والے اہل علم کو اپنا نوکر سمجھنا

علامہ کفلتیویؒ فرماتے ہیں، یہاں کے لوگ مدرسین کو جیسے بظاہر خادم سمجھتے ہیں ویسے ہی ان کو حقیقت میں بھی خادم سمجھتے ہیں یہاں تک کہ ان پر جابرانہ حکومت کی جاتی ہے، جیسے ادنیٰ نوکر پر ایسی حالت میں مدرسین سے مدارس کی ترقی کی امید رکھنا کس قدر تعجب خیز امر ہے اور آئندہ کس امید پر آدمی کو علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو سکتا ہے۔ (سوانح علوم اسلامیہ، ص ۳۸ مطبع نظامی کانپور)

یہ سب کچھ ہو رہا ہے، روزمرہ کے نئے نئے قانون بنا کر تنگ کیا جاتا ہے، ایام تعطیلات میں تنگی، رخصت دینے میں سختی کا برتاؤ، خوشامد کرنے والوں سے درگزر کا سلوک اور جو خوشامد نہ کرے ،اس سے سختی کا برتاؤ، نیک نامی خوشامد پر موقوف ہے......۔

علامہ کفلتیویؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے طبائع میں مادہ خوشامد طلبی اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ

باوجودیکہ علماء نہایت بزرگ خیال کیے جاتے ہیں، تاہم ان کی تعظیم اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ان کی خوشامد پر موقوف ہے، لیکن جو لوگ دور دراز ملک کا سفر بغرض تحصیل علوم کرتے ہیں اور دولت علوم سے مالا مال ہو کر آتے ہیں اور دولت علم پر قانع ہو کے خوشامد سے پہلو تہی کرتے ہیں تو ان کی تعظیم تو درکنار ہے ان کو تنگ کرنے کے لیے اس قدر اسباب فراہم کیے جاتے ہیں کہ ان کے جس قدر خیالات علوم اسلامیہ کی ترقی کی بابت ہوتے ہیں وہ سب خاک میں مل جاتے ہیں۔ (ص ۴۷)

مزید فرماتے ہیں: مدرسین کی نیک نامی اور بدنامی یہاں صرف خوشامد اور عدم خوشامد پر مبنی ہے، مدرس گو کتنا ہی لائق ہو اور پڑھانے میں گو کیسی ہی جانفشانی کرتا ہو، لیکن جب تک خوشامد نہ ہوگی نہ اس کے مشاہرہ میں ترقی ہوسکتی ہے نہ نیک نامی کا اسے تمغہ مل سکتا ہے۔ (سوانح علوم اسلامیہ ص ۴۸ مطبع نظامی کانپور)

بے علم و عمل فاسقوں کو ایسے معزز عہدے سپرد کرنے میں ان کی تعظیم لازم آتی ہے، حالانکہ فاسق واجب الاہانت ہے، تعظیم کا مستحق نہیں۔ (شامی ج ۱ ص ۵۶۰)

حاملین قرآن کو جہال و فاسقوں کی ماتحتی اور تابعداری کرنے سے ان کی توہین و تذلیل لازم آتی ہے، جیسے کہ مردوں کا عورتوں کی ماتحتی اور تابعداری میں رہنا تذلیل سمجھا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ اذا کان اُمرائُکم شِرارَکم واَغنیائَکم بُخَلائَکم وامورُکم الی نِسائِکم فبَطنُ الاَرضِ خیرٌ لکم من ظَھرِھا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۵۹، باب تغیر الناس) یعنی جب تمہارے سردار فاسق ہوں اور تمہارے دولت مند بخیل ہوں، اور تمہارے کام عورتوں کے کہنے پر ہوتے ہوں تب تمہارے لیے زمین کا پیٹ (دفن ہو جانا) بہتر ہے اس کی پشت (جینے) سے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۵۹، باب تغیر الناس)

ارشاد نبوی: اکرِمُوا حَمَلَۃَ القرانِ فمن اَکرَمَھم فقد اَکرَمَنِی، یعنی حاملین قرآن کی تعظیم کرو، بے شک جنہوں نے ان کی عزت کی اس نے میری عزت کی۔ (الجامع الصغیر للام

الحافظ السیوطی مطبع خیریہ مصر، ج ۱ / ص ۴۵)

ایک اور حدیث میں ہے: حاملُ القرآنِ حاملُ رایۃِ الاسلامِ مَن اکرمَہٗ فقدا کرمَ اللہَ وَمَن اَھانَہٗ،فعلیہ لَعنَۃُ اللہ! یعنی حاملین قرآن اسلام کے علمبر دار ہیں جس نے ان کی تعظیم کی اس نے خدا کی تعظیم کی جس نے ان کی تذلیل کی اس پر خدا کی لعنت ہے۔ (الجامع الصغیر للامام الحافظ السیوطی ج ۱ / ص ۱۲۲ مطبع خیریہ مصر)

جب متولی و مہتمم وغیرہ نااہل ہوں گے تو ان کے ماتحت ائمہ ومؤذنین اور مدرسین حضرات بھی نااہل ہوں گے، وہ ان علماء کی قدر نہ کرسکیں گے جو غیرت مند اور خوددار ہوں، نتیجہ یہ ہوگا کہ جو علماء اہل ہوں گے وہ بددل ہوکر الگ ہوجائیں گے نااہل پڑے رہ جائیں گے جس سے ادارہ کے کاموں میں ابتری ہوگی، نہ تعلیم ہوسکے گی نہ کوئی تبلیغ کا کام ہوسکے گا جیسا کہ مشاہدہ ہے، اب رہا یہ سوال کہ اہل علم غریب ہونے کی وجہ سے تولیت اور اہتمام کا کام مفت نہ کرسکے گے تو جواب یہ ہے کہ حالت مذکورہ میں وہ تنخواہ لینے کے حقدار ہیں ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف (قرآن حکیم) اور جوغنی ہو اس کو بچنا چاہیے (یعنی نہ لینا چاہیے) اور جو ضرورت مند ہوں وہ مناسب مقدار میں ضرورت کے مطابق لے سکتا ہے، اسلامی نظام سلطنت میں اہل علم بالخصوص حافظ قرآن کو بیت المال سے سالانہ معقول وظیفہ ملتا تھا، جامع الصغیر میں روایت ہے! حامل کتاب اللہ تعالیٰ لہ فی بیت المال المسلمین فی کل سنۃ مائتادینار ۔ترجمہ مسلمانوں کے بیت المال میں سے دوسو دینار سالانہ حاملین قرآن کے لیے ہونے چاہیے۔ (ج ۱/ص ۱۲۲) ایک دینار عموماً ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا تھا۔

رہا امانت داری کا سوال؟ تو حاملین قرآن سے بہتر دوسرا کوئی نہیں ہوسکتا، قرآن مجید میں انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء بےشک لوگوں میں علم وعمل جس قدر زیادہ ہوگا اتنا ہی وہ اللہ سے ڈریں گے۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دفعہ اپنے عاملوں سے لکھا کہ ہمارے کاموں پر سوائے اہل قرآن (حافظ) کے سوا کسی اور کو نہ مقرر کرو، عاملوں نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہم نے ان کو مقرر کیا مگر وہ لوگ خائن ثابت ہوئے، انہوں نے پھر لکھا کہ نہیں، سوائے اہل قرآن کے کسی کو مقرر نہ کرو، اگر ان میں خیر و بہتری نہ ہوگی تو ان کے غیروں میں بدرجۂ اولیٰ نہ ہوگی۔ (مکارم الحفظہ ص ۴۷)

علامہ شامیؒ نے ایک بزرگ کا قول نقل کیا ہے: **خیر هم خیر من غیر هم وشرهم خیر من شر غیرهم**، یعنی اہل علم کے بھلے آدمی دوسروں کے بھلے آدمیوں سے بہتر ہیں اور ان کے خراب آدمی دوسروں کے خراب لوگوں سے بہتر ہیں۔ (شامی ج ۵/ص ۶۶۱، کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع)

تاہم ہمیشہ سے ہمارے اکابرین کا مشورہ یہ ہے کہ امانتی ذمہ داری علماء اپنے سر نہ لیں مگر دین کا کام اس کے اہل (عالم، حافظ، قاری اور دیندار) کو ہی سپرد کرنا چاہیے، اور عوام کا فرض ہے کہ دامے، درمے، سخنے، نیز خیر اندیشی اور صلاح و مشورہ اور ذاتی تجربہ سے امداد فرماتے رہیں اس میں کوتاہی نہ کریں، مسجد و مدرسہ کا کام بھی گھر کے کام کی طرح تقسیم کار کے اصول پر ایک دوسرے کے تعاون سے بہتر اور احسن ہوسکتا ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ج ۹/ص ۷۶/۷۵)

مدرسہ کے حساب و کتاب میں شفافیت ضروری

ذمہ دار کو چاہیے مدرسہ کا حساب صاف ستھرا رکھے چنانچہ اگر کسی وقت کوئی بھی حساب طلب کرے تو اس پر ناراضگی ظاہر نہیں کرنی چاہیے، اور بلا جھجک کے حساب دے دینا چاہیے، بلکہ ایسے موقع پر ذمہ دار کے لیے لازم ہے کہ حساب دکھلا کر ذمہ داران مدرسہ اور عام مسلمانوں کو مطمئن کرے، اور بدگمانیوں کو دور کر کے اپنی پوزیشن صاف رکھے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۱۲/ص ۲۱/میرٹھ، کتاب النوازل ج ۱۴/ص ۴۱)

خیانت کرنے والے ناظم کے ساتھ شوری کیا سلوک کرے

جو ناظم خیانت کا مرتکب ہو، اور تحقیق کے بعد اس کی خیانت ثابت ہو جائے تو اسے اس کی

ذمہ داری سے معزول کر دینا چاہیے۔

عن الخصاف :ان له عزله أو ادخال غيره معه...... ومقتضاه اثم القاضي بتركه،والا ثم بتولية الخائن ولاشك فيه(شامي ،كتاب الوقف /مطلب يأثم بتولية الخائن ج٦/ص٥٧٨/زكريا) كتاب النوازل ج١٤/ص ٤١/٤٢)

صحیح حساب نہ دینے والے منتظم کو مدرسہ سے نکالنا

مدرسہ قوم کی امانت ہے، اس کا حساب دینا منتظم پر لازم ہے، البتہ حساب دینے کے باوجود اگر بلا کسی وجہ شرعی کے لوگ اس سے ناراض ہوں، تو اس پر خود سے مدرسہ چھوڑنا لازم نہیں ہے۔

لیکن اگر منتظم کے رکھنے یا نہ رکھنے کے سلسلہ میں عوام کے درمیان اختلاف ہو جائے اور شدید جھگڑے ولڑائی کا اندیشہ ہو تو ایسے منتظم کا مدرسہ کو چھوڑ کر جانا دانشمندی ہے۔

عن ابي امامةؓ قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يُطبعُ المؤمنُ على الخِلالِ كلِها، الاالخِيانةِ والكذبِ. (مشكاة المصابيح باب حفظ اللسان والغيبة والشتم،الفصل الثالث ج٢/ص٤١٤) كتاب الوازل ج١٤/ص٤٢)

خائن شخص کو مدرسہ کا مہتمم بنانا

جو شخص امانت دار نہ ہو اس کو مدرسہ کا مہتمم بنانا جائز نہیں۔

قال في الإسعاف: ولايولى الاامين قادر...... وليس من النظر تولية الخائن الخ(شامي ج ٦ ص ٤٥٣ كتاب الووقف مطلب في شروط المتولي)

مدرسہ کے مہتمم کا مدرسہ میں کتنا وقت رہنا ضروری ہے

مہتمم چونکہ شوریٰ کے ماتحت ہوتا ہے؛ اس لیے اہل شوریٰ کی جانب سے مہتمم کے مدرسہ میں رہنے کے لیے جو وقت طے پائے اس کی پابندی مہتمم پر لازم ہے، نیز کام اور خدمت کے لحاظ ہی سے تنخواہ طے کی جائے۔

الغرض مہتمم مجلس شوریٰ کا پابند ہوتا ہے، لہٰذا حاضری، کام کاج اور سفر وحضر وغیرہ کے سلسلہ میں شوریٰ کی طرف سے مہتمم کے متعلق جو بھی ضابطہ بنایا جائے اس کی پابندی مہتمم پر ضروری ہے خواہ وہ ضابطہ تمام اساتذہ کے مطابق ہو یا اس سے کم وبیش ہو۔

اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ اِلَّاشَرطاًحَرَّمَ حَلالاًاَواَحَلّ حراماً. (سنن الترمذی ،باب الحکام ص ۲۵۱ ج ۱ ،سنن الدارقطنی ،کتاب البیوع ص ۲۳/ ج۳،رقم: ۲۸۶۹) (ترمذی شریف ابواب الاحکام ج ۱/ ۲۵۱ کتاب النوازل ج۱۴/ ص۳۶)

ولا یصح حتی تکون المنافع معلومة ، والاجرة معلومة . (فتاوی هندیه ج۴/ص ۴۴۱ زکریا)

مدرسہ کا حساب وکتاب صاف نہ رکھنے والے مہتمم کا حکم

مدرسہ کا جو ذمہ دار حساب وکتاب صاف نہ رکھتا ہو، ایسے ذمہ دار کو معزول کردینا ضروری ہے اور کسی دوسرے متدین شخص کو مقرر کردیا جائے۔

(مستفاد از فتاوی دارالعلوم ج ۱۴/ص ۱۴۶/)

قال فی الإسعاف: ولا یولی الامین قادر ...... ولیس من النظر تولیة الخائن، الخ(شامی ج ٦ ص ۴۵۳ کتاب الووقف)

عن الخصاف :ان له عزله أوادخال غیره معه...... ومقتضاه اثم القاضی بترکه،والا ثم بتولیة الخائن ولاشک فیه(شامی ،کتاب الوقف /مطلب یأثم بتولیة الخائن ج٦/ص ۵۷۸/زکریا)

ایسے شخص کو مہتمم بنانا جو اساتذہ سے دور ہو

اہل شوریٰ نے جس قابل اعتماد، امانت دار شخص پر بھروسہ کرکے اس کو مدرسہ کے جملہ امور کا نگراں مقرر کیا ہے، اور وہ اپنے مفوضہ کام کو از خود یا اپنے نائب کے ذریعہ بحسن وخوبی انجام دے

رہا ہے تو ایسے شخص کو مدرسہ کا ذمہ دار بنانا درست ہے خواہ وہ ازخود کسی دوسرے ادارہ میں مصروف عمل ہو اور اگر مفوضہ کام میں کوتاہی ہو رہی ہو تو ایسے شخص کو ذمہ دار نہ بنایا جائے

قال فی الاسعاف ولایولی الا امین قادربنفسه أو بنائه...... ولیس من النظر تولیة الخائن، لانهٗ یخل بالمقصود وکذا تولیة العاجز لان المقصود لا یحصل به (شامی ج ٦ ص ۴۵۳ کتاب الوقف: مطلب فی شروط المتولی)

متولی یا مہتمم کا مدرسہ کی رقم کسی کو قرض دینا

متولی اور مہتمم مدرسہ کی رقم کا خود مالک نہیں ہوتا، بلکہ امین ونگراں ہوتا ہے، اور مدرسہ کی رقم اس کے پاس امانت ہے، لہٰذا متولی کے لئے مدرسہ کی رقم کسی کو قرض دینا درست نہیں اور اگر کسی کو قرض دے دیا، تو بصورت عدم وصول ضمان واجب ہوگا اور اگر چندہ دینے ولوں کی طرف سے قرض دینے کی اجازت ہے تو گنجائش ہے۔

الودیعة لاتودع ولاتعار ولاتوجر ولاترهن وان فعل شیئا منها ضمن (الفتاویٰ الهندیة ج ۴/ص۳۳۸ کتاب الودیعة، رشیدیه)

فی التاتارخانیه ج ۵ ص ۸۷۹: رجل جمع مالا من الناس لینفقه فی بناء المسجد فأنفق من تلک الدراهم فی حاجة نفسه ثم رد بدلها فی نفقة المسجد لایسع أن یفعل ذلک فان فعل فان عرف صاحب ذلک رد المال علیه أو سأله تجدید الاذن منه.

عورت کو مہتمم بنانا

عورت بھی مہتمم بن سکتی ہے بشرطیکہ اس میں اہتمام وانتظام کی صلاحیت موجود ہو، اہتمام کے لیے مرد ہونا شرط نہیں ہے، البتہ عورت اپنی نسائیت کیوجہ سے اہتمام کے تمام فرائض از خود انجام نہیں دے سکتی اس لیے وہ اپنا کسی کو نائب مقرر کرلے۔

ویستوی فیه الذکر والانثی الخ (فتاوی شامی ج ٦ ص ۵۷۸تا ص ۵۷۹)

نابینا شخص کو مہتمم بنانا

نابینا شخص بھی مہتمم بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ اہتمام کے فرائض از خود یا اپنے نائب کے ذریعہ انجام دے سکے۔

وکذاالاعمی والبصیر الخ(فتاوی شامی ج ٦ ص ۵۷۸تا ص ۵۷۹)

مہتمم کا ادارہ سے پیشگی تنخواہ لینا

عام حالات میں تو مہتمم یا کسی بھی ملازم کے لیے پیشگی تنخواہ لینا جائز نہیں ہے، لیکن بوقت ضرورت کسی قابل اعتماد آدمی کی ضمانت پر مہتمم کو پیشگی تنخواہ لینے کی گنجائش ہے، واضح رہے کہ یہ رقم قرض ہوگی ، اگر کسی وجہ سے مہتمم مدرسہ کی خدمت نہ کرسکیں تو ان کے ذمہ اس رقم کا لوٹانا واجب ہوگا، اگر وہ نہ لوٹائیں تو یہ ذمہ داری ضامن کی ہوگی اور بصورت وفات اس کی ادائیگی ترکہ سے کی جائیگی۔

قال فی القنیة: طالب القیم اهل المحلة أن یقرض من مال المسجد للامام فابی فامره القاضی به فاقرضه ثم مات الامام لایضمن القیم ،الخ :مع ان القیم لیس له إقراض مال المسجد، قال فی جامع الفصولین :لیس للمتولی ایداع مال الوقف والمسجد الا ممن فی عیاله ولااقراضه فلواقرضه ضمن وکذاالمستقرض وذکرأن القیم لواقرض مال المسجد لیاخذه عندالحاجة وهو احرز من امساکه فلابأس به وفی العدة یسع المتولی اقراض مافضل من غلة الوقف لوأحرز ،الخ: (البحرالرائق شرج کنز، ومنحة الخالق وتکمله الطواری ج ۵/ ۴۵۹ ،زکریادیوبند)

مہتمم کے انتقال یا اس کے مفقود ہونے پر بچوں کی کفالت

مدرسہ کے ذمہ دار حضرات چندہ دہندگان اور طلبہ کی طرف سے وکیل ہوتے ہیں لہٰذا ان پر لازم ہے کہ پوری دیانت داری کے ساتھ چندہ کی رقومات کو مدرسہ سے متعلق امور میں صرف کریں، مدرسہ سے غیر متعلق کسی شخص کی ذاتی ضرورت میں صرف نہ کریں، لہٰذا مہتمم کے انتقال یا اس کے مفقود ہونے کی صورت میں اس کے افراد خانہ کی کفالت مدرسہ کے فنڈ سے درست نہ ہوگی لیکن اگر مہتمم کے افراد خانہ واقعی ضرورت مند ہوں تو اس طرح کے ضرورت مند حضرات کے تعاون کے لیے ادارے میں باضابطہ پینشن دینے کا ضابطہ بنالیا جائے تا کہ چندہ دہندگان کو بھی علم ہو جائے کہ ہمارے چندہ کے مصارف میں یہ مد بھی شامل ہے پھر سبک دوش ضرورت مند ملازمین کے لیے ماہانہ پینشن کا اجراء بلا شبہ جائز ہوگا۔ (مستفاد: کتاب النوازل، ج ۱۴، ص ۱۴۳)

الوكيل انما يستفيد التصرف من المؤكل وقد امره بالدفع الى فلان فلايملك الدفع الى غيره .(شامی ج ۳ ص ۱۸۹، زکریا)

العادة محكمة (الاشباه النظائر ، القاعدة السادسه من الفن الاول ۲۶۸ /زكريا)

على انهم صرحوابأن مراعاة غرض الواقفين واجبة .(شامی ج ۶/ص ۶۶۵، زكريا)

معذور و بیمار شخص کو مدرسہ کا ذمہ دار بنانا

مہتمم مجلس شوریٰ کے ماتحت ہوتا ہے، لہٰذا جو ذمہ داریاں حسب ضابطہ مجلس شوری کی جانب سے مہتمم کو سونپی جائیں اگر ان میں مہتمم کی بیماری یا معذوری خلل انداز نہ ہو تو ایسے معذور و بیمار شخص کو مدرسہ کا مہتمم بنانا درست ہوگا اور اگر مقاصدِ اہتمام فوت ہو جائیں تو ایسے عاجز شخص کو ذمہ دار بنانا درست نہ ہوگا۔

قال في الإسعاف: ولايولى الامين قادر بنفسه أو بنائبه لأن الولاية مقيدة

بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لأن لايخل بالمقصود وكذاتولية العاجز لأن المقصود لايحصل به . (فتاوی شامی ج ۶ /ص ۵۷۸ کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی)

مدرسہ کی رقم سے ملازمین کا مالی تعاون (ہدیہ) کرنا

جس مقصد کے لیے لوگ مدرسہ کا تعاون کرتے ہیں، ذمہ داران کو اسی مقصد میں رقومات خرچ کرنی چاہیے، دیگر فاضل مصرف میں خرچ کرنا جائز نہیں، مدرسہ کے اخراجات میں اساتذہ کی تنخواہیں، طلبہ کے کھانے پینے کا نظم، تعمیری کام، بجلی کا کرایہ وغیرہ ہیں، ان کے علاوہ کسی استاذ کے بچہ کی شادی کے لیے یا حج عمرہ وغیرہ کے لیے مدرسہ کی رقم سے ہدیہ دینا جائز نہیں، اگر مدرسہ میں رقم زیادہ ہے تو اساتذہ کی تنخواہیں ہیں یا طلبہ کے کھانے کی مزید اصلاح کرسکتے ہیں۔ (مستفاد: دارالافتاء دارالعلوم دیوبند؛ فتوی نمبر: ۶۰۲۱۹۲، تاریخ اجراء: ۱۳/ جنوری ۲۰۲۱ء)

شرط الواقف كنص الشارع أى فى وجوب العمل. (الاشباه ،والنظائر ج ۱/ ص ۳۰۵)

رسید غصب کرنے والے کو مدرسہ کا ذمہ دار بنانا کیسا ہے

خائن شخص کو خیانت ثابت ہونے کے بعد مدرسہ کی ذمہ داری دینے سے ذمہ داری سونپنے والے گنہگار ہونگے۔

ولايولى الا امين قادربنفسه او بنائبه :لان الولاية مقيدة بشرط النظر ، وليس من النظر تولية الخائن ، لانه يخل بالمقصود (شامی ، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی ج۶ /ص ۵۷۸ زکریا، البحر الرائق ج۵ /ص ۳۷۸ زکریا، کتاب النوازل ج ۱۴ /ص ۴۳)

دوسرے کو واقف کی رضامندی کے بغیر مدرسہ کا نگراں بنانا

ذمہ داران مدرسہ کا دیگر لوگوں کو مدرسہ کا رکن یا ذمہ دار بنانے میں واقف کی رضامندی حاصل کرنا ضروری نہیں، البتہ واقف کو بحیثیت رکن صرف مشورہ دینے کا حق حاصل ہوگا، اپنے مشورہ کو منوانے کا نہیں۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ج۱۳/ص۲۰۱، کتاب النوازل ج۱۴/ص۴۳)

مدرس سے ہر ماہ سہ روزہ جماعت میں جانے کی شرط لگانا

اگر مدرس ملازمت قبول کرتے وقت کمیٹی کی مذکورہ شرط قبول کرلے، تو اس کی پابندی کرنا مدرس پر بشرطیکہ طلبہ کا نقصان نہ ہو لازم ہے، اور اگر تقرر کے وقت یہ شرط نہیں لگائی گئی تھی تو پھر مدرس کی رضامندی کے بغیر کمیٹی والوں کی طرف سے اس کو مجبور کرنا جائز نہ ہوگا۔

عن عمرو بن عوف المزنی عن ابیه عن جدہؓ ان رسول الله صلی علیه وسلم قال: وَالمُسلِمُوْنَ عَلی شُرُوْطِهِمْ اِلَّاشَرطاًحَرَّمَ حَلالاًاَواَحَلّ حراماً. (سنن الترمذی، ابواب الاحکام/باب ماذکر عن النبی صلی الله وعلیه وسلم فی الصلح بین الناس ج۱/ص۲۵۱)

قرآن پاک غلط پڑھنے والے کو مدرسہ کا ذمہ دار بنانا

مدرسہ کا ذمہ دار ادارہ کے جملہ امور کا نگراں ہوتا ہے اگر ہر شعبہ کا نگراں الگ الگ متعین ہو اور شعبہائے ادارہ میں کسی قسم کی کمی نہ ہو تو ایسے مہتمم کی ماتحتی میں ادارہ کو دینا درست ہے؛ کیونکہ اس کی جہالت کے باوجود بہتر انتظام واہتمام کیوجہ سے قرآن پاک کی تعلیم پر نقصان کا اندیشہ نہیں ہے۔

قال فی الاسعاف :ولایوالی الامین قادر بنفسه اوبنائبه ،ولیس من النظر تولیة الخائن لانه یحل بالمقصود وکذا تولیة العاجز لان المقصود لایحل به .(شامی جلد ٦ صفحه ۴۵۳ کتاب الوقف مطلب فی شروط المتولی)

کیا مہتمم مدرس کو عام راستہ پر ڈانٹ سکتا ہے

مہتمم چاہے ان پڑھ ہو یا پڑھا لکھا ہو، بہرصورت مہتمم کے لیے کسی بھی مدرس کو عام راستہ پر ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس لیے کہ اس سے مدرس کی تحقیر لازم آتی ہے جو کہ ممنوع ہے، البتہ اگر مدرس قانون کے خلاف ورزی کرے تو تنہائی میں اسے مناسب انداز میں فہمائش کی جاسکتی ہے کیونکہ مقصود اصلاح ہے نہ کہ تنقیص وتحقیر۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج۱۷ص۲۴۲رکتاب النوازل ج۱۴ص۵۰)

مہتمم کا تعلیم میں کوتاہی دیکھ کر مدرس کا اخراج کرنا

مدرسہ میں اگر باضابطہ شوریٰ یا کمیٹی موجود ہے، اور اس نے مدرسین وملازمین کے لیے عزل ونصب کا ضابطہ بنا رکھا ہے، تو اسی ضابطہ کے مطابق عمل کیا جائیگا، اگر ضابطہ میں مہتمم کو عزل ونصب کا حق دیا گیا ہے، تو اسے برطرفی کا اختیار ہوگا ورنہ نہیں اور اگر مدرسہ میں کوئی کمیٹی وغیرہ نہیں ہے، بلکہ خود مہتمم ہی بااختیار ہے تو اس کو بہرحال کسی بھی ملازم کو رکھنے یا برطرف کرنے کا حسب ضابطہ اختیار حاصل ہے۔

عن عمرو بن عوف المزنی عن ابیه عن جدهؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: وَالمُسلِمُونَ عَلی شُرُوطِهِمْ اِلَّاشرطاًحَرَّمَ حَلالاًاَواَحَلّ حراماً. (سنن ترمذی ابواب الاحکام/باب ماذکر عن النبی صلی الله علیه وسلم فی الصلح بین الناس ج ۱/ص ۲۵۱)

مدرسہ کے مہتمم یا استاذ کا مدرسہ کے مکان میں بغیر کرایہ کے رہنا

مدرسہ کے ضابطہ کے مطابق اہل شوری کی اجازت سے مدرسہ کے مہتمم یا استاذ کے لیے مدرسہ کی عمارت میں بقدر ضرورت بلا کرایہ قیام کرنے کی گنجائش ہے، البتہ مکین اور غیر مکین اساتذہ کے درمیان تعطیل، نگرانی، لین دین اور خوراک وغیرہ میں فرق رکھنا ضروری ہے؛ تا کہ نظام

چلانے میں آسانی رہے۔

للحاکم الدین ان یصرف من فاضل وقف المصالح والعمارة الی الامام والمؤذن باستصواب اھل الصلاح من اھل المحلة ان کان الوقف متحداً ، لان غرضه احیاء وقفه ، وذلک یحصل بماقلنا. (شامی کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد ج۶/ ۵۵۱/زکریا)

مہتمم کی بنیادی ذمہ داری

بااستعداد اور سلیم المزاج اساتذہ کا انتخاب

(۱) کسی بھی ادارہ کی بنیادی ترقی اور تعلیمی استحکام، محنتی، جفاکش اور مخلص اساتذہ پر موقوف ہوتا ہے وہ اگر باذوق سلیم الطبع اور باحوصلہ ہوتے ہیں تو یقیناً مدرسہ روز بروز ترقی کے منازل طے کرتا ہے۔

نظام تعلیم کی مضبوطی میں حضرات اساتذہ کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی سے کم نہیں، ان پر صرف تعلیمی ذمہ داری نہیں ہوتی بلکہ نونہالانِ امت کی تربیت کی ذمہ داری کا بوجھ بھی ان کے کندھوں پر ہوتا ہے۔

استاذ تمام طلبہ کے لیے نمونہ ہوتا ہے اس کی نظر وفکر، رفتار وگفتار اور تمام حرکات وسکنات طلبہ میں غیر محسوس طریقہ سے منتقل ہوتی ہیں۔

بہر کیف اساتذۂ کرام اگر شریعت وطریقت کے پابند، اپنی ذمہ داری کے تئیں حساس، اور اپنے منصب کے قدردان ہوں اور ان میں شفقت ورحم دلی اور خیر خواہی کا پہلو نمایاں ہو تو یقیناً ان کے ہاتھوں تیار ہونے والی نئی نسل بھی انہیں صفات کی حامل ہوگی۔

مدرسہ کے ذمہ دار کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسے استاذ کا انتخاب کرے جو قابل اور باصلاحیت ہونے کے ساتھ ساتھ دینی فکر ومزاج کا حامل اور سلیم الطبع ہو۔

ورنہ تو استاذ کی استعداد، طبیعت کی سلامتی کے بغیر مضر ہوگی جس کی تلافی بعد میں دشوار ہوجائیگی۔

اساتذہ کے ساتھ منتظمین کا سلوک

(۲) منتظم و مہتمم بنا خوش نصیبی و نیک بختی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑی ذمہ داری بھی ہے ، اہل انتظام کا متحمل المزاج ، فراخ چشم اور شریف النفس ہونا ضروری ہے، مدرسین و ملازمین کے ساتھ اس کا سلوک ایسا مساویانہ ہو جس میں جذبات کی رعایت، بزرگانہ شفقت اور عزیزانہ محبت بھی ہو اور کسی کی حق تلفی و دل آزاری کا پہلو بھی نہ ہو۔

وہ اپنے ماتحتوں کو مدرسہ کا خیر خواہ اور معمار تصور کرے کہ ان کی پرخلوص تعلیمی محنتوں سے ہی ادارہ کا وجود قائم ہے۔

(۳) مہتمم کے لیے عقل وتدبیر کا ایسا ماہر ہونا لازم ہے کہ جو ہنگامی پریشانی کے وقت بھی ٹکراؤ کے بغیر مدرسہ کے نظام پر پوری توجہ صرف کرکے اسے مستحکم اور مضبوط بنانے کے لیے کوشاں رہے۔

(۵) منتظم اس بات کا خاص خیال رکھے کہ کون استاذ کس صلاحیت کا مالک ہے، اور اس کی نفسیات کیا ہیں؟ اسی کے مطابق اس کے ساتھ معاملات اختیار کرے۔

(۵) مدرسہ کے تمام شعبہ جات پر کامل توجہ رکھنے کے ساتھ اصلاحات میں ادب واحترام اور حکمت و دانائی سے کام لے، بر سرِ عام اساتذہ پر تنقید نہ کرے، ان کی تعظیم کا خاص خیال رکھے، اس لیے کہ لائق اساتذہ ادارہ کے حق میں مزدور محض نہیں ہوتے بلکہ وہ ہی بنیادی ستون اور تعلیمی جدوجہد کے اصل روح رواں ہوتے ہیں۔

(٦) تعلیمی ترقی کے لیے ضروری اشیاء، بالخصوص طلبہ، واساتذہ کے قیام وطعام کی بہتری پر توجہ رکھے۔

(۷) **معاملات کی صفائی پر خاص توجہ:** اسلامی تعلیمات میں عبادات وغیرہ کے ساتھ

معاملات کی درستگی اور صفائی رکھنے کی واضح ہدایات موجود ہیں، ارباب انتظام (جو کہ بالعموم علماء ہی ہوتے ہیں) ان کے لیے ضروری ہے کہ اساتذہ کی تقرری کے وقت معاملات صاف صاف طے کرلیں تاکہ بعد میں طرفین بدگمانی کے گناہ سے محفوظ رہیں۔

اساتذہ کے فرائض

(۱) استاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تمام تر توجہ طلبہ کی تعلیم وتربیت پر رکھے انتظامی امور میں بے جا مداخلت نہ کرے، ارباب انتظام کا ادب واحترام ہمہ وقت ملحوظ خاطر رکھے۔

(۲) استاذ طلبہ کی تربیت کے لیے اپنے آپ کو نمونہ بنا کر پیش کرے ان کی چھوٹی سے چھوٹی خامی پر حکمت کے ساتھ روک ٹوک کرے اس لیے کہ بروقت تنبیہ کے بہت فائدے ہیں۔

(۳) طلبہ کے اخلاق وآداب، رفتار وگفتار، نشست وبرخاست، لباس وپوشاک اور وضع قطع کے اوپر باریک بینی کے ساتھ نظر رکھے۔

(۴) طلبہ کے ساتھ محبت سے پیش آئے بے موقعہ اور زائد از ضرورت انہیں ہرگز سزا نہ دے۔

(۵) طلبہ سے جسمانی خدمت لینے سے بالکلیہ احتراز کرے۔

تجارت کرنے والے کو مدرس بنانا

حقوق واجبہ ادا کرنے کے لیے، اور حلال روزی کمانے کے لیے تجارت کرنا شرعاً مذموم نہیں، بلکہ اس کی پوری اجازت ہے حتی کہ بعض حالات میں ضروری ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص تجارت کے ساتھ ساتھ دینی علمی خدمت میں بھی لگتا ہے اور وہ اپنی اس بڑی ذمہ داری کو بحسن وخوبی بجالائے اور تدریس کے ساتھ تجارت (خالی اوقات میں) انجام دے دے تو ایسے شخص کو مدرس بنانا درست ہوگا، اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر تدریس میں کوتاہی ہو تو ایسے شخص کو مدرس نہ بنایا جائے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : طلبُ كسبِ الحلالِ فريضةٌ بعدَ

الفريضةِ .(مشكوة المصابيح ،كتاب البيوع ، الكسب وطلب الحلال ، الفصل الثالث ج ۱/ص ۲۴۲، قديمی)

المستفاد: و ينبغي أن لايفتي في حال تغيره خلقه وتشغيل قلبه ويمنعه التأمل كغصب وجوع وعطش ......فأن افتى في بعض هذه الأحوال وهو يرى أنه لم يخرج عن الصواب جاز وان كان مخاطر بها. (المجموع شرح المهذب، باب آداب الفتوى والمفتي والمستفني ، فصل في احكام المفتين ح ۱/ص۷۶/دارالفكر، بيروت)

نابینا شخص کا مدرسہ میں پڑھانا

نابینا شخص اگر اپنے مفوضہ کام (سبق سننا، پارہ سننا، کتاب صحیح سمجھانا وغیرہ) بحسن وخوبی انجام دے سکے تو نابینا کو مدرس رکھنا درست ہے (بعض نابینا حضرات کے اچھے کامیاب شاگرد موجود ہیں) اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

الاجارة عقد على المنافع بعوض...... وتارہ تصير معلومة بالعمل الخ (القدوری ص ۱۱۰)

بغرض تربیت اولاد وطلبہ کو مارنا

بچوں کو تعلیم دینا اور اسلامی تعلیم کے مطابق ان کی تربیت کرنا نہایت اہم اور نیک کام ہے، شریعت مطہرہ نے جہاں ہر نیک کام کی ترغیب دی، وہاں اس کے لیے کچھ شرائط، حدود وقیود بھی مقرر کیے ہیں، اگر اس نیک کام میں شرعی اصولوں کی رعایت نہ کی جائے تو وہ نیک کام بھی ثواب کے بجائے وبال کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

بچوں کی تعلیم وتربیت کی غرض سے اولیاء اور اساتذہ کو بقدر مناسب پٹائی کرنا اور سزا دینا شرعاً جائز ہے، البتہ چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) سزا سے مقصود تنبیہ وتربیت ہو، غصہ یا انتقام کے جذبہ کی تسکین نہ ہو۔

(۲) ایسی سزا شرعاً ممنوع نہ ہو۔

(۳) بچوں کی طبیعت اس کی متحمل ہو۔

(۴) سر، چہرے اور شرم گاہ پر نہ مارا جائے۔

(۵) غلطی کی نوعیت کے اعتبار سے سزا کا تعین کرلیا جائے تاکہ استاذ پر عدم برابری کا الزام نہ آئے۔

(۶) مدرسہ کے ضابطہ اور عرف کے لحاظ سے اس طرح کی سزا کی اجازت ہو۔

(۷) سرپرستان کی طرف سے بھی سزا کی اجازت ہو۔

(۸) ایک وقت میں تین ضربات سے زائد نہ مارے، نیز تین ضربات بھی متفرق جگہوں پر مارے۔

(۹) سزا ایسی نہ ہو جس سے ہڈی ٹوٹ جائے یا جلد پھٹ جائے یا جسم پر سیاہ داغ پڑ جائے یا دل دماغ پر اس کا برا اثر پڑ جائے۔

(۱۰) ہاتھ سے مارے، لاٹھی، ڈنڈے، کوڑے، وغیرہ سے نہ مارے اگر بالغ ہو تو بقدر ضرورت لکڑی سے بھی مارا جاسکتا ہے۔

بچوں کی تعلیم وتربیت میں نرمی وسختی دونوں پہلوؤں میں اعتدال کا راستہ اختیار کرنا ضروری ہے، غصہ میں بے قابو ہو کر حد سے زیادہ مارنا یا مارنے کو بالکل غلط سمجھنا دونوں باتیں غلط ہیں، جس طرح نرمی اور محبت سے بچوں کی تعلیم وتربیت بہتر ہے اسی طرح ناگزیر وجوہات کی بنا پر تنبیہ کی غرض سے بچوں کو سزا دینا بھی جائز ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب بچے سات سال کے ہوجائیں تو ان کو نماز کو حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہوجائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر مارو۔ (سنن ابوداؤد، ج ۱ رص ۱۳۳ رکتاب الصلوۃ باب متی یومر الغلام بالصلاۃ، ط: بیروت)

واضح رہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت میں نرمی اور محبت کا اندازہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ مار پیٹ سے بچے ڈھیٹی ہوجاتے ہیں، بچوں کے اعضاء کمزور ہوجاتے ہیں، بچے ڈر کے باعث

سارا پڑھا، لکھا بھول جاتے ہیں (پھر وہ سبق نہیں سنا پاتے) بچے بے حیا بن جاتے ہیں، نیز بچے تعلیم چھوڑ بیٹھتے ہیں وغیرہ وغیرہ ....نقصانات کا آئے دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اس کے مقابلہ میں نرمی، اور محبت حکمت عملی کے ساتھ، حوصلہ افزائی زیادہ سودمند ہوتی ہے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کی تربیت نرمی اور محبت سے فرمائی ہے اپنے خدام سے رسول ﷺ کبھی سختی سے پیش نہیں آئے، اس لیے حتی الامکان نرمی اور شفقت کے ساتھ بچوں کی تربیت کرنی چاہیے اور اگر ضرورت کے وقت سزا دینے کی ضررت ہو تو تدریجاً سزا دی جائے۔ مثلا

(۱) ملامت کرنا۔

(۲) ڈانٹنا۔

(۳) ہاتھ سے مارنا۔

(۴) کچھ وقت کے لیے چھٹی بند کرنا، اس سزا کا بھی بچوں پر کافی اثر ہوتا ہے۔

(۵) کھڑا کردینا۔

(۶) اٹھک بیٹھک کرانا، آخری دو سزاؤں میں تنبیہ کے ساتھ ساتھ ورزش بھی ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

لایجوز ضرب ولد الحربأمر أبیه أماالمعلم فله ضربه لأن المأمور یضربه نیابةً عن الأب لمصلحته والمعلم یضربه بحکم الملک بتملیک أبیه لمصلحة التعلم وقیده الطرسوسی، بأن یکون بغیر آلة جارحةوبأن لایزید علی ثلاث ضربات، ورد الناظم بأنه لاوجه له، ویحتاج إلی نقل، وأقره الشارح، قال الشرنبلالی : والنقل فی کتاب الصلاة یضرب الصغیر بالیدلابالخشبة ولایزید علی ثلاث ضربات الخ(کتاب الحظر والاباحة، ج۹/ص۶۱۲، زکریا)

وفیه ایضاً:

(قوله بیدٍ) ای ولایجاوز الثلاث وکذالک المعلم لیس له أن

یجاوزها،قال علیه الصلاة والسلام لمرداس المعلم:إیَّاکَ أنْ تَضرِبَ فَوْقَ الثَّلاَثِ ،فَإنَّکَ إذاضَربْتَ فَوقَ الثلاثِ إقتَصَّ اللهُ مِنکَ (ج۲/ص۵ کتاب الصلاة ،ط :زکریا)

حاشیہ الطحطاوی میں ہے:

المنصوص انه یجوز للمعلم أن یضربه باذن ابیه نحوثلاث ضربات ضرباًوسطاً سلیماً ولم یقید بغیرالعصا......(قوله لابخشبة)مقتصی قوله: بید أن یراد بالخشبةما هوالأعم منها ومن السوط (قوله لحدیث) استدلال علی الضرب المطلق واما کون الضرب لا بخشبة فلأن الضرب بهاوردفی جنایة صادرة من المکلف ولا جنایه من الصغیر (حاشیة الطحاوی علی الدرالمختار ج ۱/ص ۱۲۹ ،کتاب الصلاة ،رشیدیه)

فتاوی شامی میں ہے:

لوضرب المعلم الصبی ضرباً فاحشاً: فانه یعزر ویضمه لو مات: شمنی (قوله ضرباً فاحشاً)قید به ، لانه لیس له أن یضربهافی التادیب ضرباً فاحشاً وهو الذی یکسر العظم أویخرق الجلد أویسوده کمافی التاترخانیة، قال فی البحر: وصرحوا بأنه اذا ضربهابغیرحق وجب علیه التعزیر،الخ أی وان لم یکن فاحشاً (ج۶/ص ۱۳۱ ،کتاب الحدود ، باب التعزیر ، مطبوعه: زکریا)

مشکوٰۃ المصابیح میں ہے۔

عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال: اذاضربَ أحدُکم فلیتَّقِ الوجهَ .رواه ابو داؤد (ج ۲/ص۱۰۶۷/کتاب الحدود ، باب التعزیر ، الفصل الثانی ، مطبوعه :المکتب الإسلامی بیروت)

الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ میں ہے:

للمعلم ضرب الصبی الذی یتعلم عنده للتأدیب، وبتتبع عبارات الفقهاء یتبین انهم یقیدون حق المعلم فی ضرب الصبی المتعلم بقیود منها:

(أ)أن یکون الضرب معتادا للتعلیم کماو کیفاً ومحلاً یعلم المعلم الأمن منه ویکون ضربه بالیدلابالعصاولیس له أن یجاوز الثلاث ، روی ان النبی علیه الصلاة والسلام قال لِمُراد اسِ المعلمِ رضی الله عنه : إیَّاکَ أن تضربَ فوقَ الثلاثِ فانَّک إذاضربتَ فوقَ الثلاثِ اقتصَّ الله منک.

(ب)أن یکون الضرب باذن الولی لأن الضرب عندالتعلیم غیر متعارف وانماالضرب عندسوء الأدب فلایکون ذلک من التعلیم فی شیئ ، وتسلیم الولی صبیه إلی المعلم لتعلیمه لایثبت الاذن فی الضرب فلهٰذا لیس له الضرب الا أن یأذن له فیه نصا،ونقل عن بعض الشافعیه قولهم : الاجماع الفعلی مطرد بجواز ذلک بدون اذن الولی.

(ج) أن یکون الصبی یعقل التأدیب فلیس للمعلم ضرب من لایعقل التأدیب من الصبیان ، قال الاثرم: سئل احمد عن ضرب المعلم الصبیان، قال: علی قدر ذنوبهم ، ویتوقی: بجهد ه الضرب واذا کان صغیراً لایعقل فلایضربه (۱۳/۱۳، تعلیم وتعلم ،الضرب للتعلیم، مطبوعه:دارالسلاسل ، کویت)

بغرض تربیت تنبیہ کرتے وقت بچہ کی نامناسب حرکت پر مزید مارنا

تعلیم وتربیت پرضرورت کے وقت مناسب سزا کی گنجائش ہے،لیکن جذبۂ غضب کی تسکین کی خاطر مارنادرست نہیں ہے، (جیسا کہ تفصیل پیچھے گذرچکی ہے)البتہ اگر کوئی طالب علم کندذہن ہونے کے سبب محنت کے باوجود سبق یادنہیں کرپاتاتو اس کی پٹائی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس زمانہ میں بہتر یہ ہے کہ والدین کو بلاکرحقیقت حال بتلادی جائے ......اگرکوئی استاذ طلبہ پراپنا غصہ اتارتے ہوں یاانتقامی ذہنیت کے ہوں توانہیں انتظامیہ کی طرف سے نوٹس

دے کر متنبہ کیا جائے اور حکم شرعی سے واقف کرایا جائے تا کہ وہ آئندہ ایسا نہ کریں۔(مستفاد: امدادالاحکام ج۴/ص۱۳۳، کراچی، چند اہم عصری مسائل ج۱/ص۳۸۱)

بدزبان، غصیارے یا ہدیہ مانگنے والے (لالچی) شخص کو مدرس بنانا

تعلیم وتدریس ایک معزز اور قابل احترام منصب ہے، جو معلم کامل سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اعلیٰ صفات میں سے ایک صفت ہے، اور فرائض نبوت میں سے ایک اہم فریضہ ہے، جس کے لیے کچھ شرائط وآداب ہیں جن کو جاننا اور ان کی عملی مشق کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسے کسی فن کو سیکھنے کے لیے اس کی عملی مشق ضروری ہوتی ہے۔

لہٰذا جو عالم دین قرآن کریم یا کسی شرعی علم کی تدریس کا کام انجام دے رہا ہے، وہ اس صفت (تعلیم وتربیت) میں نبی کریم ﷺ کی نیابت کر رہا ہے، اور بلاشبہ یہ ایک بڑی سعادت مندی ہے، آپ ﷺ میں وہ تمام صفات عالیہ (کمال علم وعمل، خلق عظیم، اسوۂ حسنہ، کمال شفقت ورحمت وغیرہ) موجود تھیں جو ایک معلم کامل میں مطلوب ہوتی ہیں، اور کیوں نہ ہوتی؟ جبکہ آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت خود اللہ پاک نے فرمائی جیسا کہ قرآن پاک میں ہے **وعلمک مالم تکن تعلم**.(النساء ۱۱۳)

الغرض فن تدریس کے لیے ذوق، فطری صلاحیت اور اس منصب کے تقاضوں کی ادائیگی کے لیے توجہ ومحنت ضروری ہے تا کہ صاحب تدریس میں کامیاب معلم کی صفات وخصائص موجود ہوں اور اس کی محنت نتیجہ خیز ہو نیز اس کے ذریعہ کامل رجال کار تیار ہوں جن کی امت کو شدید ضرورت ہے، لہٰذا بوقت تقرر کامیاب معلم کی صفات کا جائزہ لے کر ہی تقرر عمل میں لایا جائے اور اگر کسی مدرس میں یہ غیر مناسب امور (گندی زبان استعمال کرنا ، بے تحاشا غصہ، لالچ وغیرہ) معلوم ہوں تو انتظامیہ کی طرف سے ان کو خیر خواہانہ نوٹس دے کر متنبہ کیا جائے اور حکم شرعی سے واقف کرایا جائے تا کہ وہ آئندہ ایسا نہ کریں اور بار بار کی تنبیہ پر خلاف ورزی کی صورت میں سخت ضابطہ مثلاً برطرف کردینا وغیرہ بنایا جا سکتا ہے۔

لقد من الله علی المؤمنین اذبعث فیهم رسولامن انفسهم یتلو علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة، الآیة(آل عمران: ۱۶۴)

وانک لعلی خلق عظیم (القلم: ۴)

اِنَّ اللّٰه لم یَبْعثنِی مُعنّتاًولا مُتَعنتاًولکن بَعَثَنِی مُعلِّماً مَیَسِّراً (صحیح مسلم، کتاب الکتاب الطلاق، باب بیان تخییر المرأة لایکون طلاقا)

ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون(الحشر: ۹)

لقد کان لکم فی رسول الله أسوة حسنه(الاحزاب: ۲۱)

کان رسولُ اللّٰه صلی الله علیه وسلم لایَسرُدُ الکلامَ کَسَردِکم ولکن اذاتکلَّمَ تکلّمَ بکلامٍ فصلٍ یَحفظُهُ مَن یَسمعُهُ(والفقیه والمتفقه للخطیب ج۲ص ۱۲۴)

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لیس المؤمنُ بالطعَّانَ،ولا اللَّعَّانِ، ولاالفاحشِ ولاالبذِیِّ. (رواه الترمذی وقال حدیث حسن)

وفی حدیث ابی درداء رضی الله عنه: لاتغضبُ وَلَکَ الجنةُ. (مجمع الزوائدج ۸ ص۱۳۴ رقم: ۱۲۹۹۰)



طلبہ کی ذمہ داریاں

(۱) طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ داخلہ کے وقت وہ اپنے مقصد سے واقف ہو اس لیے کہ اگر اسے حصول علم کے مقصد سے آگاہی بھی نہ ہوتو اس کی تمام تر کوشش فضول ہے، علم حاصل کرنے کا مقصد خود آگاہی اور خدا آگاہی ہونا چاہیے نا کہ دنیا طلبی، تبھی علم، طلبہ کے اندر اس شعور کو جاگزیں کرے گا کہ وہ کون ہیں،؟ یہ دنیا کیا ہے؟ اور دین کا ان سے کیا مطالبہ ہے؟ اور اس دنیوی

سفر میں اس کا ہادی، رھبر ورہنما کون ہے؟

وینبغی ان ینوی المتعلم بطلب العلم رضاء الله تعالیٰ والدار الآخرة، وازالة الجهل عن نفسه وعن سائر الجهال واحياء الدين و ابقاء الاسلام ....ولاينوى به اقبال الناس اليه ،والإستجلاب حطام الدنيا،والكرامة عند السلطان وغيره ،الخ(تعليم المتعلم ،فصل فى النية حال التعلم ،ص ۱۲)

(۲) طالب علم کو علم کی سچی طلب اور شوق ہو، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ علم ایک ایسی چیز ہے کہ جب تک اس کا طالب اپنی ساری زندگی اس کے لیے وقف نہ کردے تب تک وہ اپنا بعض حصہ بھی اس کو نہیں دیتا۔

(۳) اسے وقت کی قدر واہمیت اور انضباط اوقات کا خیال ہو یہ صرف طلبہ کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر انسان کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ وقت ایک عظیم نعمت ہے، طلبہ اپنے اوقات کی حفاظت کریں، فضولیات سے اجتناب کریں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور فضول کاموں کو چھوڑ دے۔ **من حسن اسلام المرء تركه مالايعنيه.** (الحدیث)

(۴) وہ مسلسل محنت اور لگاتار جد وجہد کرتا رہے اس لیے کہ ارشاد ربانی ہے، **ان الله لايضيع اجر المحسنين:** اللہ تعالیٰ نیکوں کاروں کی محنتوں کو ضائع نہیں کرتے۔ (تعلیم المتعلم)

(۵) طالب علم کے لیے اولوالعزمی اور بلند ہمتی ضروری ہے؛ اس لیے کہ اعلیٰ نصب العین ہی اعلیٰ کردار کو پیدا کرتا ہے۔ (تعلیم المتعلم)

(۶) اسے کتب بینی اور مطالعہ کا شوق ہو اس لیے کہ یہ طالب علم کے لیے ریڈھ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۷) ادب واحترام؛ مثالی طالب علم کے لیے اساتذہ اور جملہ آلات علم کا ادب واحترام لازم ہے۔

ملحوظہ: طلبہ کے فرائض وزمہ داریوں کے سلسلہ میں اتنا عرض ہے کہ زیادہ تر صغرسنی کی وجہ سے وہ اپنی ذمہ داریوں سے نابلد ہوتے ہیں اس لیے اساتذہ وارباب انتظام ان کی تعلیمی وتربیتی ترقی کے لیے جو ہدایات مناسب سمجھیں انہیں وقتاً فوقتاً انکا احساس دلا کرانہیں کے مطابق کام لیتے رہتے ہیں۔



مدرسۃ البنات کے شرعی احکام

مدرسۃ البنات قائم کرنے کا حکم

عورتوں کا اپنے محارم یا دیگر جان کار عورتوں سے دینی معلومات حاصل کرنے کا سلسلہ تو شروع ہی سے رہا ہے؛ لیکن موجودہ دور کی طرح مدرسۃ البنات (لڑکیوں کا ایسا مدرسہ جس میں باقاعدہ تعلیم کے ساتھ ساتھ قیام وطعام کا نظم بھی ہو، لڑکوں کے مدرسوں کی طرح) کی نظیر قرون مشہود لہا بالخیر (دورصحابہ، دورتابعین اور دورتبع تابعین) میں نہیں ملتی اور لڑکیوں کا محارم کے بغیر کسی جگہ اجتماع عموماً فتنہ کا باعث بنتا ہے اس لیے اس طرح کے رہائشی مدارس کے قیام کی مشروط ہی گنجائش نکل سکتی ہے۔

شرائط درج ذیل ہیں جن کا لحاظ رکھنا ہر فرد کے لیے لازمی اور ضروری ہے:

(۱) پردہ کا مکمل اہتمام ہو، آمد ورفت یا اقامت کے دوران کوئی بھی سیانی بچی جس کی عمر فقہاء نے ۹، ۱۰، برس لکھی ہے بے پردہ نہ پائی جائے۔

(۲) ملازمین حتی کہ چپراسی، دربان، یا ڈرائیور کسی کا طالبہ سے قطعاً کوئی رابطہ نہ ہواس کی سخت نگرانی کی جائے۔

(۳) مدرسہ میں پڑھانے والی صرف استانیاں ہوں کسی بھی مرد استاذ (جوان یا بوڑھا) کو ہرگز مدرس نہ رکھا جائے خواہ وہ کتنا ہی پاک باز اور صالح کیوں نہ ہواس لیے کہ شیطان کے اثر سے

حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔

(۴) مدرسہ کا نصاب معتبر علماء کے ذریعہ تجویز کرایا جائے یہ نہ ہو کہ جیسا جی میں آیا کتابیں متعین کر لی اور تعلیم شروع کر دی۔

(۵) ہر لڑکی کو عالمہ فاضلہ (سند یافتہ) بنانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ضروری دینی معلومات اور روزمرہ کی ضروریات کا علم سب کو سکھایا جائے اور جو لڑکیاں ذہین، باکردار اور سلیم الطبع ہوں آگے کی تعلیم صرف ایسی ہی لڑکیوں کو دی جائے۔

(۶) تعلیم کے ساتھ تربیت اور امور خانہ داری (مثلاً کھانا بنانا، سلائی، بنائی، کڑھائی وغیرہ) کی مشق پر بھرپور توجہ دی جائے۔

(۷) منتظمین اپنی محارم عورتوں کے ذریعہ نظام چلائیں ایسا نہ ہو کہ مرد منتظم بالکل اجنبی ہو اور خواتین استانیوں اور ذمہ داروں میں کوئی اس کا محرم نہ ہو ایسی صورت میں سخت فتنہ کا اندیشہ ہے۔ (کفایت المفتی ج۲/ص۳۵، فتاوی رحیمیہ ج۹/ص۴۵، احسن الفتاوی ج۸/ص۴۹، بہشتی زیور حصہ ا/ص۸۷، اصلاح انقلاب ج۱/ص۲۶۸ ۲/۲۷۳/روغیرہ)

نوٹ: عورتوں کی تعلیم کا مسئلہ نہایت ہی نازک ہے، اس پرفتن دور میں لڑکیوں کا گھر سے باہر نکلنا ہی بے راہ روی کا باعث ہے؛ اس لیے بہتر صورت یہ ہے کہ گھروں میں رہ کر ہی ان کی تعلیم وتربیت کا نظم کرنا چاہیے ہمارے اکابر نے گھروں کی تعلیم کو بابرکت فرمایا ہے، اور اس کے ذریعہ بچیاں گھر کے کام کاج، معاشرت کا اسلامی طریقہ، حقوق وآداب بھی بآسانی سیکھ لیتی ہیں، اور محنت کش رہتی ہیں، کیونکہ موجودہ مدرسۃ البنات کے نظام سے بچیوں کی معاشرتی تربیت متاثر ہوتی ہے، جس کا آئے دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

مدرسۃ البنات میں دورہ تک کی تعلیم

اگر کسی جگہ گھروں میں بہشتی زیور، تعلیم الاسلام، دینی تعلیم کے رسالے، سیرت صحابیات، سیرت خاتم الانبیاء اور سیرت خلفائے راشدین کی تعلیم کا بآسانی نظم ہو سکے تو مدرسۃ البنات کے

مقابلہ میں یہی نظم قائم کرنا افضل اور بہتر ہے اور اگر گھروں میں بچیوں کی تعلیم کا نظم کرنا ممکن نہ ہوتو بچیوں کی ضروری دینی تعلیم کے لیے مذکورہ بالا شرائط کو مدنظر رکھ کر رہائشی تعلیمی ادارے کے قیام کی گنجائش ہے، لیکن ان میں پڑھانے والیاں سب عورتیں ہونی چاہئیں اور انہیں دورہ تک نصاب بڑھانے کی ضرورت نہیں بلکہ چار پانچ سال میں ضروری دینی ودنیوی معلومات اور گھریلو امور میں مہارت پیدا کر کے سلسلۂ تعلیم مکمل کر دینا چاہیے ورنہ بڑے فتنہ کا اندیشہ ہے۔ (کتاب النوازل، ج۱۴رص۲۵۱ راحسن الفتاوی ج۸رص۵۹)

کیا عورتیں ڈاکٹر یا معلّمہ بن سکتی ہیں؟

ضرورت کی بنا پر عورتوں کے لیے ڈاکٹر، نرس یا معلّمہ بننا فی نفسہ جائز یا مستحسن ہی نہیں بلکہ وقت کی اہم ضرورت ہے، لیکن تعلیم کے دوران اور تعلیم کے بعد بھی بہر حال شرعی حدود کی پابندی رکھنا ضروری ہے اجنبی مردوں سے میل جول یا تنہائی یا بے پردگی جائز نہ ہوگی، اس لیے کہ ڈاکٹر بن کر صرف عورتوں کا علاج کرے اور نرس صرف مریضہ عورتوں کی خدمت پر مامور ہو، اور معلّمہ بن کر صرف عورتوں یا چھوٹے بچوں کو پڑھائے، اگر اس کے خلاف کریگی تو گنہگار ہوگی۔ (کفایت المفتی ج۲رص۳۴/۳۵/۳۶)

قال اللہ تعالی : قل للمؤمنین یغضضن من ابصارھن الآیۃ (سورۃ النور آیۃ ۳۱)

وفی روایۃ المرأۃُ عورۃٌ مستورۃٌ (نصب الرایۃ لاحادیث الھدایہ ج ۱ /ص ۲۹۸ ،الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۱۹)

وفی الاشباہ والنظائر: الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام . (الدرالمختار، کتاب الحضروالاباحۃ باب الاستبراء ج۹ /ص ۵۲۹ زکریا)

بچیوں کی تعلیم کے لیے مرد استاذ کا نظم

بہتر یہ ہے کہ بچیوں کی تعلیم دیندار استانیوں کے ذریعہ دی جائے خواہ بچیاں چھوٹی ہوں

یا بڑی البتہ اگر کسی جگہ استانیوں کا انتظام نہ ہوتو ۹ر۱۰ سال کی عمر تک دیندار استاذ کے پاس پڑھانے میں شرعاً حرج نہیں۔

اس سے بڑی عمر کی بچیوں کو مرد استاذ سے پڑھوانے میں سخت فتنہ کا اندیشہ ہے، اس لیے اس کی اجازت نہ ہوگی اگر بڑی بچیوں کے لیے معلّمہ ملنا دشوار ہوتو یہ صورت اختیار کی جائے (۱) بچیاں الگ کمرہ میں ہوں اور معلم دوسرے کمرے میں ہو اور لوڈ سپیکر کے واسطہ سے آواز کا تبادلہ ہو (۲) بڑی بچی، یا بچیاں پردہ میں بیٹھی ہوں اور انکا کوئی محرم (باپ، بھائی یا اور رشتہ دار) بچیوں اور ان کے استاذ کے درمیان واسطہ کے طور پر موجود ہو۔ (بہشتی زیور حصہ ۱ر۸۵ رتا ۹۱ ر، احسن الفتاوی ج ۸ رص ۶۰، امداد المفتیین ۱۰۳۱)

لڑکیوں کی تعلیم کے لیے عصری ادارے

مکمل شرعی حدود اور پردہ کے ساتھ خالص لڑکیوں کے اسکول قائم کرنا جس میں پڑھانے والی بھی عورتیں ہوں اور مردوں کا کسی صورت میں اختلاط نہ ہو درست ہے۔

اور اس طرح کے اداروں میں لڑکیوں کو عصری تعلیم دینے کی گنجائش ہے، لڑکے اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم جس میں پردہ کا کوئی لحاظ نہ ہو بالکل جائز نہیں اس سے پرہیز بہت ضروری ہے ایسی تعلیم جس سے لڑکیوں کی عفت وعصمت پر آنچ آئے اس کے مقابلہ میں جاہل رہنا بہتر ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ج ۱ رص ۲۱، امداد الاحکام ج ۱ رص ۲۱۵، کفایت المفتی ج ۲ رص ۳۷)

لڑکی کی شادی پہلے کریں یا مدرسہ میں پڑھائیں

اگر لڑکی کی شادی کی عمر ہو جائے (یعنی وہ بالغ ہو جائے) اور برابری کا رشتہ مل رہا ہو تو اس کی شادی میں جلدی کرنا چاہیے، پھر اگر ممکن ہو تو مدرسہ کی پڑھائی کو شادی کے بعد بھی جاری رکھا جا سکتا ہے۔

قال رسول الله ﷺ : من وُلِدَ لهُ وَلَدٌ فليُحسِنْ اسمَهُ وادبَه ،فاذا بلغ

فَلْيُزَوِّجْهُ ، فَاِنْ بلغ ولم يُزَوِّجْهُ فَاَصابَ اِثماً فَاِنّما اِثْمُهُ على اَبِيهِ .(مشكوة شريف ؛ج۲/ص ۲۷۱)

ثَلاثٌ لاتُؤخِّرهُنَّ :الصلاةُ إذاأتتْ ، والجنازةُ إذاحضرتْ، والأيِّمُ إذاوجَدَتْ كُفُواً.(كنز العمال ج۳/ص ۵۱۳)

مدارس کے سفراء اور چندہ کے احکام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اسلاف کے چندہ کا طریقہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اور صحابہ کرام کے زمانہ میں چندہ کا طریقہ یہی تھا کہ لوگوں سے اجتماعی یا انفرادی طور پر تعاون کی اپیل کیجاتی اور لوگ اپنی مرضی سے کبھی نقدی ادا کرتے ، اور کبھی سامان کی شکل میں تعاون کرتے تھے۔

جبکہ اسلامی حکومت میں اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ نمائندے علاقوں میں جا جا کر وصول کیا کرتے تھے اس کی تفصیلات کتب فقہ وحدیث میں موجود ہیں۔

عن ابى بردة بن ابى موسى عن ابيهؓ قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذاجَائَهُ السائلُ اوطلبتْ اليه حاجةٌ قال اِشفَعُوا تُوجَرُوا. ويقضى اللهُ على لسانِ نبيِّهِ صلى الله عليه وسلم ماشاءَ(صحيح البخارى، كتاب الزكوٰة، باب التحريض على الصدقة والشفاعة فيهاص ۱ ۳۴/رقم الحديث ۱۴۳۲ /دارالفكربيروت)

مہتمم کی شرعی حیثیت اور چندہ کی رقومات میں اس کے تصرفات

دینی مدارس کے مہتمم، معطیین اور طلبہ دونوں کے وکیل بھی ہیں اور امین بھی کیونکہ ارباب اموال نے ادارہ کے مہتمم کو صراحۃً وکیل بنایا ہے کہ ہمارا مال حسب صواب دید مصارف میں صرف کردیں یا ان کے نائب سفراء اور طلبہ نے جب ان کے اہتمام کو تسلیم کرلیا تو گویا یہ کہدیا کہ آپ ہمارے لیے مالداروں سے زکوٰۃ وصول کرکے ہماری ضروریات میں خرچ کریں، لہٰذا زکوٰۃ کی رقم

مہتمم صاحب یا ان کے سفیر کے پاس (یا مدرسہ کے دفتر میں) جمع ہوتے ہی زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، البتہ مہتمم صاحب پر یہ ضروری ہوگا کہ وہ زکوٰۃ کی رقم صرف مستحق طلبہ کی ضروریات مثلاً کھانا، پینا، وظیفہ اوران کے علاج پر خرچ کرے، مدرسہ کے عملہ کی تنخواہ، تعمیر اور خارجی ضروریات وغیرہ میں خرچ نہ کرے اور نا ہی اپنی ذاتی ضروریات میں، زکوٰۃ کے علاوہ دیگر مصارف کا بھی یہی حکم ہے کہ مہتمم کے پاس یہ چندہ امانت ہے لہٰذا مہتمم صاحب مدرسہ اور مدرسہ سے متعلقہ ضروریات میں ضابطہ کے مطابق چندہ کی یہ رقومات خرچ کرنے کے پابند ہیں۔ (امدادالفتاویٰ کتاب الوکالہ ج۳ ص۳۱۶ دارالعلوم کراچی، تذکرۃ الرشید ص۱۶۴، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص۵۱۴)

لایجوز بالزکوٰۃ المسجد وکذاالقناطیر والسقایات، واصلاح الطرقات وکری الانهاروالحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه ولایجوز ان یکفن بهامیت ولایقضی بهادین المیت (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ / ص ۱۸۸ رشیدیه)

سفیر کی شرعی حیثیت

مدرسہ کا سفیر زکوٰۃ دینے والے اور مہتمم دونوں کا وکیل ہوتا ہے اور زکوٰۃ کی رقم پر سفیر کا قبضہ ہوتے ہی زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اس کے بعد سفیر کی اگلی ذمہ داری زکوٰۃ کو دفتر میں داخل کرنے کی ہے۔ (مستفاد از ایضاح النوادر ص۵۰)

کیا سفراء عاملین کے حکم میں ہیں؟

مدارس کے سفراء، عاملین (زکوٰۃ کا ایک خاص مصرف) کے حکم میں نہیں ہیں، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے علاوہ تمام اکابر اہل فتاوی کی رائے کے مطابق عامل کی شرعی تعریف ان پر صادق نہیں آتی، لہٰذا بلا تملیک مدّ زکوٰۃ سے ان کو تنخواہ دینا جائز نہیں بلکہ وصول یابی میں جو بھی رقم حاصل ہو سب کو اولاً مدرسہ کے دفتر میں جمع کریں اس کے بعد مدرسہ کے امدادی فنڈ سے باضابطہ

اپنی تنخواہ وصول کریں۔

(معارف القرآن اشرفیہ ج۴رص۳۹۹راحسن الفتاوی ج۴رص۲۸۴ رعزیز الفتاوی ص۳۶۰رامداد الفتاویٰ ج۲رص۵۸)

واماالعاملون فهم الذين نصبهم الامام لاسيفاء صدقات المواشی فيعطيهم ممافی يده من مال الصدقة مايكفيهم وعيالهم (تاتار خانية، كتاب الزكوٰة، الفصل الثامن من توضع فيه الزكوٰة ج۳رص ۱۹۹ زكريا)

سفرائے مدارس اور عاملین کے درمیان فرق

سفرائے مدارس اور عاملین کے درمیان کئی اعتبار سے فرق ہے، یہاں بطور مثال سات امور درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) عامل ایک دفعہ میں زکوٰۃ دھندہ کی پوری زکوٰۃ وصول کرتا ہے، سفراء نہیں کر سکتے۔

(۲) زکوٰۃ دہندہ پر لازم ہے کہ مالِ زکوٰۃ عامل کے حوالے کردے، مگر سفراء کے حوالہ کرنا لازم نہیں ہے۔

(۳) عامل کو ہر صاحبِ نصاب سے زکوٰۃ وصول ہوتی ہے مگر سفراء کو نہیں ہوتی، کوئی دیتا ہے کوئی واپس کر دیتا ہے۔

(۴) عامل کے پیچھے قوت عسکری ہوتی ہے سفراء کے پیچھے نہیں ہوتی۔

(۵) عامل کی زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہوتی ہے سفراء کی نہیں۔

(۶) عامل کی زکوٰۃ حکومت کے نظام کے تحت بلاکسی حیلہ جوئی کے مصرف میں صرف ہوتی ہے، سفراء کی نہیں بلکہ اس میں اکثر حیلۂ تملیک بھی ہوتا ہے۔

(۷) عامل کی زکوٰۃ کی حفاظت اور صحیح مصرف پر خرچ حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے، سفراء کی زکوٰۃ کے لیے منجانب حکومت کوئی انتظام نہیں۔ (مستفاد: فتاوی قاسمیہ ج۱۱رص۱۸۰)

دینی ضرورت کے لیے چندہ کرنا

دینی ضرورت کی تکمیل کے لیے چندہ کرنا ایک ضروری کام ہے، اگر سب لوگ اس سے کنارہ کشی کرلیں تو دین کا کام کیسے چلے گا اس لیے ضرورت کے وقت چندہ کے کام سے پہلوتہی کرنا مناسب نہیں اسی طرح اگر ہر کس وناکس اس کام پر لگے گا تو بھی نظام خراب ہو جائے گا لہذا ذمہ دار کو چاہیے کہ ایسے افراد کو چندے کے لیے متعین کریں جو چندے کے ضروری مسائل سے واقف ہوں تا کہ دین کا بنیادی کام خیانت سے پاک رہے اور دینی مدارس اپنے قدیم دستور پر کام کرتے رہیں۔ **الضرورات تبیح المحضورات** (الاشباہ والنظائر، القاعدۃ الخامسۃ ص ۲۵۱ مطبوعہ زکریا)

مدارس میں وصول ہونے والی رقومات کو کس طرح خرچ کیا جائے

مدرسہ میں جو رقومات آتی ہیں ان میں سے امدادی رقومات کو مدرسہ کے ذمہ داران حسب ضرورت مدرسہ کی کسی بھی مد میں لگا سکتے ہیں، لیکن جو زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقومات ہیں انہیں تعمیر یا تنخواہ وغیرہ میں براہ راست خرچ کرنا جائز نہیں، بلکہ انہیں زکوٰۃ کے مصارف میں ہی خرچ کرنا ضروری ہے، مثلاً نادار بچوں کے لیے کھانے اور وظیفہ کا نظم وغیرہ، اگر چندہ دہندگان نے مصرف کی تعیین کردی تو اسی مصرف پر چندہ صرف کیا جائے اس کے خلاف نہ کیا جائے، اگر مصرف کی تعیین نہیں کی بلکہ مہتمم کو مصالح مدرسہ میں صرف کرنے کا کلی اختیار دے دیا تو پھر ہر مصلحت میں صرف کرنا جائز ہے جن رقومات میں تملیک واجب ہے ان کو بغیر تملیک کے غیر محل یعنی تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں، لہٰذا سفراء کے لیے مناسب ہے کہ چندہ دہندگان کے سامنے تمام مدات پیش کردیں تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا روپیہ کہاں کہاں صرف ہوتا ہے۔

قال الله تعالی: انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین. الأية (التوبة أيت ٦٠)

الزکوٰۃ تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر (شامی کتاب الزکوٰۃ

ج۳/ص ۱۷۱، ۱۷۲)

ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لایصرف الی بناء مسجد کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه. (شامی باب المصرف ج۳/ص ۲۹۱)

مدرسہ کی تعمیر میں حکومت کا پیسہ لگانا

حکومت اگر خوشی سے پیسہ دے، اوراس کے حصول میں کوئی ناجائز ذریعہ نہ اپنایا جائے، تو یہ رقم عطیہ ہے، شرعاً اس کا لینا درست ہے اور مدرسہ کی ہرضرورت میں خرچ کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کا اطمینان کرلیا جائے کہ اس حکومتی پیسہ سے مدرسہ کی خودمختاری اور آزادی پر کوئی آنچ نہ آئے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج۶/ص۲۴۷، کتاب النوازل ج۱۴/ص۲۰۰)

ومصرف الجزیة والخراج ومال التغلبیی وهدیتهم للامام مصالحنا کسد ثغور......وکفایة العلماء والمتعلمین وبه یدخل طلبة العلم (تنویر الأبصار مع الدرالمختار ج۶/ص۳۴۸، زکریادیوبند)

مدارس کے بکروں اور دیگر جانوروں کوفروخت کرنا

مدارس میں دیے جانے والے صدقہ کے بکروں یا دیگر جانوروں کوفروخت کرکے، اس کی رقم سے دوسری کوئی چیز خرید کر طلبہ پر خرچ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، شرعاً اس کی گنجائش ہے، البتہ ماتحتوں کو ذمہ دار کی اجازت (خواہ صراحۃً ہو یا دلالۃً) ہی سے یہ عمل انجام دینا چاہیے، اگر ذمہ دار نے ماتحت کو اس کا اختیار نہیں دیا ہوا ہے تو ماتحت کا یہ تصرف درست نہ ہوگا۔

والنذر من اعتکاف ......أوغیرهاغیر المعلق ولومعینالایختص بزمان ومکان ودرهم وفقیر (الدرالمختار ج۳/ص ۴۲۳)

وفی السراجیة: نذرأن یتصدق بهٰذه المائة الدرهم یوم کذا علی فلان ،

فتصدق بمائة اخرى قبل مجئ ذلك اليوم على مسكين اخرجاز (الفتاوى التاتارخانية ج٦/ص٢٨٥،رقم: ٩٣٥٨، زكريا)

وسائر التصرفات لمن يتولى . (الدرالمختار مع رد المحتار كتاب الوقف ج٦/ص ٥٨٩ ،زكريا)

والنائب مثل الاصيل.(شامى ج٦/ص ٥٨٩ ،زكريا)

مصرف کی کل رقم جمع ہوجانے کے بعداسی مصرف میں چندہ کرنا

کسی مصرف کی کل رقم وصول ہوجانے کے بعد اسی مصرف کے نام پر چندہ مانگنا غلط طریقہ ہے، کسی اورضرورت کے عنوان پر چندہ کیا جانا چاہیے، یہ کذب بیانی ہے۔

قال النبی ﷺ آية المنافق ثلاثة :اذاحدَّثَ كَذَبَ. الحديث. (بخاری کتاب الايمان ، باب علامة المنافق)



زکوۃ

مدرسہ میں وصول ہونے والی ایسی رقم جسکا دینافرض ہوزکوۃ کہلاتی ہے،زکوۃ ہرصاحب نصاب عاقل وبالغ شخص پرفرض ہے۔

اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں زکوۃ کے کل آٹھ مصارف (مفلسین محتاجین ،مساکین ،زکوۃ وصولنے والے، کفارکوتالیف قلوب کے لیے، غلاموں کوآزادکرانے کے لیے، قرضداروں کے قرض کوچکانے کے لیے، اوراللہ کے راستے کے لیے) ذکرفرمادیے ہیں۔

مصارف زکوٰۃ

زکوٰۃ ایک اہم ترین عبادت ہے جس کا بنیادی مقصدغرباءومساکین کا تعاون کرنا ہے،لیکن

زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینے والوں کو یہ اختیار نہیں دیا ہے کہ وہ جس کو چاہے دے دیں ، بلکہ از خود زکوٰۃ کے مصارف متعین فرما دیے (سورۂ توبہ کی آیت ٦٠ ر میں اس کا ذکر موجود ہے)

لہٰذا اچھی طرح تحقیق کر لی جائے پھر زکوٰۃ دی جائے۔

تفصیل درج ذیل ہیں۔

(١) فقیر: اصطلاح شریعت میں فقیر اس شخص کو کہتے ہیں جس شخص کے پاس تھوڑا بہت مال ہے لیکن اتنا نہیں کہ نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے ، یا اتنا مال واسباب ہے کہ اس کی مالیت نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جاتی ہے لیکن وہ حاجت اصلیہ کے ساتھ مشغول ہے تو ایسی صورت میں یہ شخص فقیر ہی رہے گا ، اور مستحق زکوٰۃ ہو سکے گا۔ (عالمگیری: ج ا ص ٩٦)

مثلاً ایک شخص کے پاس رہنے کا گھر اور استعمالی برتن کپڑے اور کام کاج کے لیے نوکر چاکر اور گھر کا فرنیچر ہے ، لیکن ان چیزوں کے علاوہ کوئی نقدی رقم جو نصاب کو پہنچے یا زیور جو نصاب کو پہنچ جائے نہیں ہے ، یا ہے لیکن قرض کے ساتھ مشغول ہے ایسی صورت میں یہ شخص اصطلاحاً فقیر ہے۔

هـو فـقير وهو من له ادنى شيئ أى دون نصاب أوقدر نصاب . (تنویر الابصار علی الدر المختار ج٣ر ص ٢٨٣ ، زکریا)

(٢) مسکین: اصطلاح شرع میں "مسکین" اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو ، کھانے اور بدن چھپانے کے لیے سوال کرنے کی ضرورت پڑے ، یہ شخص فقیر سے زیادہ محتاج اور مفلوک الحال ہوتا ہے۔

ومسكين من لاشيئ له محتاج إلى المسئلة لقوته ، ومايوارى بدنه. (تنوير الابصار علی الدر المختار ج٣ر ص ٢٨٣ ، زکریا)

(٣) عامل: اصطلاح فقہاء میں "عاملین" انہیں کہتے ہیں جن کو امام نے بغرض وصول صدقات وعشر مقرر کیا ہو ایسے لوگوں کو ان ہی صدقات میں سے جنہیں وہ وصول کر کے لاتے ہیں

بقدر کفایت دیا جائے گا۔(عالمگیری ج ۱ ص ۹۶)

فوائد: (الف) واضح رہے کہ فقیر اور مسکین کا استحقاق بحیثیت حاجت ہے اور عامل کا استحقاق بحیثیت معاوضۂ خدمت ہے، لہٰذا اگر عامل غنی ہو تو بھی دینا درست ہے۔

(ب) عامل کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ بحیثیت حق الخدمت ہے، اس قید سے واضح ہو جانا چاہیے کہ جو کچھ اسے ملتا ہے یہ اجرت نہیں کیونکہ اجرت میں جہالت مفسد عقد ہوتی ہے یہاں جہالت مضر نہیں ہوتی، اسلامی حکومت اس کی ضروریات کو مدنظر رکھ کے اسی زکوٰۃ میں سے کچھ حصہ نکال کر دے دیتی ہے جو کہ اسے کافی ہو جائے، لیکن اگر اس کی ضروریات اتنی زیادہ ہوں جو ان کی وصول کردہ تمام زکوٰۃ کو محیط ہو جائیں تو اس صورت میں نصف سے زائد نہ دیا جائے گا۔

(ج) عامل کو جو کچھ دیا جائے گا اس کی وصول کردہ زکوٰۃ سے دیا جائے گا، حتی کہ اگر اس کی وصول کردہ زکوٰۃ ضائع ہوگئی تو اس کا حق الخدمت بھی ضائع ہو جائے گا۔ (مستفاد: معارف القرآن ج ۴ ص ۳۹۸)

مصارف زکوٰۃ میں صرف یہی ایک مصرف ایسا ہے جس میں زکوٰۃ کی رقم کو بطور معاوضۂ خدمت دی جاتی ہے، ورنہ زکوٰۃ نام ہی اس عطیہ کا ہے جو غریبوں کو بغیر کسی معاوضۂ خدمت کے دیا جائے اور اگر کسی غریب فقیر کو کوئی خدمت لے کر مال زکوٰۃ دیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

اسی لیے یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں، اول یہ کہ مال زکوٰۃ کو معاوضۂ خدمت میں کیسے دیا گیا؟ دوسرے یہ کہ مالدار کے لیے یہ مال زکوٰۃ حلال کیسے ہوا، ان دونوں سوالوں کا جواب ایک ہی ہے: کہ عاملین صدقہ کی اصلی حیثیت کو سمجھ لیا جائے وہ یہ کہ یہ حضرات فقراء کے وکیل کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ وکیل کا قبضہ اصل مؤکل کے قبضہ کے حکم میں ہوتا ہے اگر کوئی شخص اپنا قرضہ وصول کرنے کے لیے کسی کو وکیل مختار بنا دے، اور قرضدار یہ قرض وکیل کو سپرد کر دے تو وکیل کا قبضہ ہوتے ہی قرضدار بری ہو جاتا ہے تو جب زکوٰۃ کی رقم عاملین صدقہ نے فقراء کے وکیل ہونے کی حیثیت سے وصول کر لی تو ان کی زکوٰۃ ادا ہوگئی، اب یہ پوری رقم ان فقراء

کی ملک ہے جن کی طرف سے بطور وکیل انہوں نے وصول کی ہے اب جو رقم بطور حق الخذمت کے ان کو دی جاتی ہے وہ مالداروں کی طرف سے نہیں بلکہ فقراء کی طرف سے ہوئی، اور فقراء کو اس میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اختیار ہے، ان کو یہ بھی حق ہے کہ جب اپنا کام ان لوگوں سے لیتے ہیں تو اپنی رقم میں سے ان کو معاوضۂ خدمت دیدیں۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ فقراء نے تو ان کو وکیل مختار نہیں بنایا یہ ان کے وکیل کیسے بن گئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی حکومت کا سربراہ جس کو امیر کہا جاتا ہے وہ قدرتی طور پر من جانب اللہ پورے ملک کے فقراء وغرباء کا وکیل ہوتا ہے کیوں کہ ان سب کی ضروریات کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے، امیر مملکت جس جس کو صدقات کی وصول یابی پر عامل بنادے وہ سب ان کے نائب کی حیثیت سے فقراء کے وکیل ہو جاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ عاملینِ صدقہ کو جو کچھ دیا گیا وہ درحقیقت زکوٰۃ نہیں دی گئی، بلکہ زکوٰۃ جن فقراء کا حق ہے ان کی طرف سے ان کو معاوضۂ خدمت دیا گیا جیسے کوئی غریب فقیر کسی کو اپنے مقدمہ کا وکیل بنادے اور اس کا حق الخذمت زکوٰۃ کے حاصل شدہ مال سے ادا کر دے تو یہاں نہ تو دینے والا بطور زکوٰۃ کے دے رہا ہے اور نہ لینے والا زکوٰۃ کی حیثیت سے لے رہا ہے۔

فائدہ: تفصیل مذکور سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آجکل جو اسلامی مدارس اور انجمنوں کے مہتمم یا ان کی طرف سے بھیجے ہوئے سفیر صدقات، زکوٰۃ وغیرہ مدارس اور انجمنوں کے لیے وصول کرتے ہیں، ان کا وہ حکم نہیں جو عاملین صدقہ کا اس آیت میں مذکور ہے، کہ زکوٰۃ کی رقم میں سے ان کی تنخواہ دی جاسکے، بلکہ ان کو مدارس اور انجمن کی طرف سے جداگانہ تنخواہ دینا ضروری ہے زکوٰۃ کی رقم سے ان کی تنخواہ نہیں دی جاسکتی، وجہ یہ کہ یہ لوگ فقراء کے وکیل نہیں، بلکہ اصحاب زکوٰۃ (مال داروں) کے وکیل ہیں، ان کی طرف سے مال زکوٰۃ کو مصرف پر لگانے کا ان کو اختیار دیا گیا ہے، اسی لیے ان کا قبضہ ہو جانے کے بعد بھی زکوٰۃ اس وقت تک ادا نہیں ہوتی جب تک یہ حضرات اس کو مصرف پر خرچ نہ کریں۔

فقراء کا وکیل نہ ہونا اس لیے ظاہر ہے کہ حقیقی طور پر کسی فقیر نے ان کو اپنا وکیل بنایا نہیں، اور امیر المؤمنین کی ولایت عامہ کی بناء پر جو خود بخود وکالت فقراء حاصل ہوتی ہے وہ بھی ان کو حاصل نہیں، اس لیے بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ ان کو اصحاب زکوٰۃ کا وکیل قرار دیا جائے اور جب تک یہ اس مال کو مصرف پر خرچ نہ کردیں ان کا قبضہ ایسا ہی ہے جیسا کہ زکوٰۃ کی رقم خود مال والے کے پاس رکھی ہو۔

اس معاملہ میں عام طور پر غفلت برتی جاتی ہے، بہت سے ادارے زکوٰۃ کا فنڈ وصول کرکے اس کو سالہا سال رکھے رہتے ہیں اور اصحاب زکوٰۃ سمجھتے ہیں کہ ہماری زکوٰۃ ادا ہوگئی، حالانکہ ان کی زکوٰۃ اس وقت ادا ہوگی جب ان کی رقم مصارف زکوٰۃ میں صرف ہوجائے۔

اسی طرح بہت سے لوگ ناواقفیت کی وجہ سے ان لوگوں کو عاملین صدقہ کے حکم میں داخل سمجھ کر زکوٰۃ ہی کی رقم سے ان کی تنخواہ دیتے ہیں، یہ نہ دینے والوں کے لیے جائز ہے، نہ لینے والوں کے لیے۔

عبادت پر اجرت: یہاں ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے اشارات اور احادیث رسول ﷺ کی بہت سی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ کسی عبادت پر اجرت ومعاوضہ لینا حرام ہے، مسند احمد کی حدیث میں براویت عبدالرحمٰن بن شبل منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِقرَأُوا القرآنَ ولاتأکُلُوا بِہٖ ''یعنی قرآن پڑھو، مگر اس کو کھانے کا ذریعہ نہ بناؤ'' اور بعض روایات میں اس معاوضہ کو قطعۂ جہنم فرمایا ہے جو قرآن پر لیا جائے، اس کی بناء پر فقہاء امت کا اتفاق ہے کہ طاعات وعبادات پر اجرت لینا جائز نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صدقات وصول کرنے کا کام ایک دینی خدمت اور عبادت ہے، رسول کریم ﷺ نے اس کو ایک قسم کا جہاد فرمایا ہے، اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ اس پر بھی کوئی اجرت ومعاوضہ لینا حرام ہوتا، حالانکہ قرآن کریم کی اس آیت نے صراحۃً اسکو جائز قرار دیا، اور زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں اس کو داخل فرمایا۔

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں اس کے متعلق فرمایا کہ جو عبادات فرض یا واجب عین ہیں ان پر اجرت لینا مطلقاً حرام ہے، لیکن جو فرض کفایہ ہیں ان پر کوئی معاوضہ لینا اسی آیت کی رو سے جائز ہے، فرض کفایہ کے معنی یہ ہیں کہ ایک کام پوری امت یا پورے شہر کے ذمہ فرض کیا گیا ہے، مگر یہ لازم نہیں کہ سب ہی اس کو کریں، اگر بعض لوگ ادا کرلیں تو سب سبکدوش ہو جاتے ہیں، البتہ اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گنہگار ہوتے ہیں۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ اسی آیت سے ثابت ہوا کہ امامت وخطابت کا معاوضہ لینا بھی جائز ہے کیونکہ وہ بھی واجب علی العین نہیں، بلکہ واجب علی الکفایہ ہیں انتہی۔

اسی طرح تعلیم قرآن وحدیث اور دوسرے دینی علوم کا بھی یہی حال ہے، کہ یہ سب کام پوری امت کے ذمہ فرض کفایہ ہیں، اگر بعض لوگ کرلیں تو سب سبکدوش ہو جاتے ہیں، اس لیے اگر اس پر کوئی معاوضہ اور تنخواہ لیجائے تو وہ بھی جائز ہے۔

چوتھا مصرف مصارف زکوٰۃ میں سے مؤلفۃ القلوب ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کی دل جوئی کے لیے ان کو صدقات دیئے جاتے تھے، عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں تین چار قسم کے لوگ شامل تھے، کچھ مسلمان کچھ غیر مسلم، پھر مسلمانوں میں بعض تو وہ لوگ تھے جو غریب حاجت مند بھی تھے اور نو مسلم بھی، ان کی دل جوئی اس لیے کی جاتی تھی کہ اسلام پر پختہ ہو جائیں، اور بعض وہ تھے جو مالدار بھی تھے اور مسلمان ہو گئے تھے، مگر ابھی تک ایمان کا رنگ ان کے دلوں پر رچا نہیں تھا، اور بعض وہ لوگ تھے جو خود تو پکے مسلمان تھے مگر ان کی قوم کو ان کے ذریعہ ہدایت پر لانا اور پختہ کرنا مقصود تھا اور غیر مسلموں میں کچھ وہ لوگ تھے جن کے شر سے بچنے کے لیے ان کی دل جوئی کی جاتی تھی، اور بعض وہ تھے جن کے بارے میں یہ تجربہ تھا کہ نہ تبلیغ وتعلیم سے اثر پذیر ہوتے ہیں، نہ جنگ وتشدد سے بلکہ احسان وحسن سلوک سے متاثر ہوتے ہیں، رحمۃ للعالمین ﷺ تو یہ چاہتے تھے کہ خلق خدا کو کفر کی ظلمت سے نکال کر نور ایمان میں لے آئیں، اس کے لیے ہر وہ جائز تدبیر کرتے تھے جس سے یہ لوگ متاثر ہوسکیں، یہ سب قسمیں عام طور پر مؤلفۃ القلوب میں داخل سمجھی

جاتی ہیں جن کو صدقات کا چوتھا مصرف اس آیت میں قرار دیا ہے۔

الغرض مؤلفۃ القلوب، کو دل جوئی کے لیے صدقات سے حصہ دیا جاتا تھا، عام خیال کے مطابق ان میں مسلم و غیر مسلم دونوں طرح کے لوگ تھے، غیر مسلموں کی دل جوئی اسلام کی ترغیب کے لیے اور نو مسلموں کی دل جوئی اسلام پر پختہ کرنے کے لیے کی جاتی تھی، عام طور پر مشہور یہ ہے کہ ان کو رسول کریم ﷺ کے عہد مبارک میں ایک خاص علت اور مصلحت کے لیے جس کا ذکر ابھی آچکا ہے، صدقات دیئے جاتے تھے، آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب کہ اسلام کو مادی قوت بھی حاصل ہوگئی اور کفار کے شر سے بچنے یا نو مسلموں کو اسلام پر پختہ کرنے کے لیے اس طرح کی تدبیروں کی ضرورت نہ رہی تو وہ علت اور مصلحت ختم ہوگئی، اس لیے ان کا حصہ بھی ختم ہوگیا، جس کو بعض فقہاء نے منسوخ ہوجانے سے تعبیر فرمایا ہے، فاروق اعظمؓ، حسن بصریؒ، شعبیؒ، ابوحنیفہؒ، مالک بن انسؒ...... کی طرف یہی قول منسوب ہے۔

اور بہت سے حضرات نے فرمایا کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ منسوخ نہیں، بلکہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے زمانے میں اس کو ساقط کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت نہ رہنے کی وجہ سے ان کا حصہ ساقط کردیا گیا، آئندہ کسی زمانہ میں پھر ایسی ضرورت پیش آجائے تو پھر دیا جاسکتا ہے، امام زہریؒ، قاضی عبدالوہاب ابن عربیؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا یہی مذہب ہے، لیکن تحقیقی اور صحیح بات یہ ہے کہ غیر مسلموں کو صدقات وغیرہ سے کسی وقت کسی زمانہ میں حصہ نہیں دیا گیا، اور نہ وہ مؤلفۃ القلوب میں داخل ہیں جن کا ذکر مصارف صدقات میں آیا ہے۔

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں ان سب لوگوں کے نام تفصیل کے ساتھ شمار کیے ہیں جن کی دل جوئی کے لیے رسول کریم ﷺ نے مد صدقات سے حصہ دیا ہے، اور یہ سب شمار کرنے کے بعد فرمایا ہے: **وبالجملة فكلهم مؤمن ولم يكن فيهم كافر**، یعنی خلاصہ یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب سب کے سب مسلمان ہی تھے، ان میں کوئی کافر شامل نہیں تھا۔

اسی طرح تفسیر مظہری میں ہے: **لم يثبت ان النبي ﷺ اعطى احدا من الكفار**

لـلایلاف شیئا من الزکوٰۃ ، یعنی یہ بات کسی روایت سے ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کافر کو مال زکوٰۃ میں سے اس کی دل جوئی کے لیے حصہ دیا ہو اس کی تائید تفسیر کشاف کی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مصارف صدقات کا بیان یہاں ان کفار ومنافقین کے جواب میں آیا ہے جو رسول اللہ ﷺ پر تقسیم صدقات کے بارے میں اعتراض کیا کرتے تھے کہ ہم کو صدقات نہیں دیتے ،اس آیت میں مصارف صدقات کی تفصیل بیان فرمانے سے مقصد یہ ہے کہ ان کو بتلا دیا جائے کہ کافر کا کوئی حق مال صدقات میں نہیں ہے، اگر مؤلفۃ القلوب میں کافر بھی داخل ہوں تو اس جواب کی ضرورت نہ تھی۔

تفسیر مظہری میں اس مغالطہ کو بھی اچھی طرح واضح کر دیا ہے جو بعض رایات حدیث کے سبب لوگوں کو پیش آیا ہے، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض غیر مسلموں کو کچھ عطیات دیئے ہیں، چنانچہ صحیح مسلم اور ترمذی کی روایت میں جو یہ مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صفوان بن امیہ کو کافر ہونے کے زمانہ میں کچھ عطیات دیئے، اس کے متعلق امام نووی کے حوالہ سے تحریر فرمایا کہ یہ عطیات زکوٰۃ کے مال سے نہ تھے، بلکہ غزوۂ حنین کے مال غنیمت کا جو خُمس بیت المال میں داخل ہوا اس میں سے دیئے گئے ،اور یہ ظاہر ہے کہ بیت المال کی اس مد سے مسلم وغیر مسلم دونوں پر خرچ کرنا باتفاق فقہاء جائز ہے، پھر فرمایا کہ امام بیہقیؒ ،ابن سید الناس ،امام ابن کثیرؒ وغیرہم سب نے یہی قرار دیا ہے کہ یہ عطاء مال زکوٰۃ سے نہیں بلکہ خُمس غنیمت سے تھی۔

(۵) فک الرقاب: جوتھا مصرف زکوٰۃ ’’ فک رقاب‘‘ ہے اس کی تشریح یہ ہے کہ کسی ایسے غلام کی امداد کی جائے جس نے اپنے مولیٰ کے ساتھ عقد کتابت کیا ہوا ہے، اور روپیہ جمع کر کے اپنے مولیٰ کو دے کر اپنے آپ کو آزاد کرانا چاہتا ہے سو ایسے آدمی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگر چہ وہ غنی ہو کیوں کہ اس کا غنیٰ مشغول بالحاجت ہے۔

ومنهاالرقاب: هم المكاتبون ويعاونون في فك رقابهم كذا في محيط السرخسي ويجوز الدفع الىٰ مكاتب غني علم بذالك اولم يعلم (كذافي

الفتاوی الھندیۃ ج ۱ ر ص ۹۶)

(۶) الغارمین: غارمین غارم کی جمع ہے، اصطلاح میں غارم اسے کہتے ہیں جس پر قرضہ کا بوجھ ہو اور وہ نصاب کا مالک نہ ہو، یا نصاب کا مالک تو ہے لیکن وہ نصاب ،قرض کے اندر مشغول ہے۔ (عالمگیری ج ۱ ر ص ۹۶)

(۷) وفی سبیل اللہ: اس کی تفسیر میں صاحب بدائع نے تحریر فرمایا ہے کہ ''فی سبیل اللہ'' سے تمام انواع خیر اور جہات عبادت مراد ہیں، اس میں حج یا غزوہ کی تخصیص مناسب نہیں، لہٰذا ہر وہ شخص جو اطاعت الٰہی میں اور وجوہ خیر میں کوشش کرنے والا ہو، مثلاً طلباء علوم دینیہ اور مبلغین اسلام کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہوں، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں اس سے مراد فقراء غزاۃ (یعنی وہ مجاہدین جن کے پاس اسلحہ اور جنگ کا ضروری سامان خرید نے کے لیے مال نہ ہو) ہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک منقطع حجاج (یعنی وہ شخص جس کے ذمہ حج فرض ہو چکا ،مگر اب اس کے پاس مال نہیں رہا) مراد ہے۔

تنبیہ: لفظ فی سبیل اللہ کے لفظی معنی بہت عام ہیں، جو کام اللہ کی رضا جوئی کے لیے کیے جائیں وہ سب اس عام مفہوم کے اعتبار سے فی سبیل اللہ میں داخل ہیں، جو لوگ رسول کریم ﷺ کی تفسیر و بیان اور ائمہ تفسیر کے ارشادات سے قطع نظر محض لفظی ترجمہ کے ذریعہ قرآن سمجھنا چاہتے ہیں یہاں ان کو یہ مغالطہ لگا ہے کہ لفظ فی سبیل اللہ دیکھ کر زکوٰۃ کے مصارف میں ان تمام کاموں کو داخل کر دیا جو کسی حیثیت سے نیکی یا عبادت ہیں، مساجد، مدارس، شفاخانوں، مسافر خانوں وغیرہ کی تعمیر کنویں اور پل اور سڑکیں بنانا، اور ان رفاہی اداروں کے ملازمین کی تنخواہیں اور تمام دفتری ضروریات ان سب کو انہوں نے فی سبیل اللہ میں داخل کر کے مصرف زکوٰۃ قرار دے دیا، جو سراسر غلط ہے، اور اجماع امت کے خلاف ہے، صحابہ کرامؓ جنہوں نے قرآن کو براہ راست رسول کریم ﷺ سے پڑھا اور سمجھا ہے ان کی اور ائمہ تابعین کی جتنی تفسیریں اس لفظ کے متعلق منقول ہیں ان میں اس لفظ کو حجاج اور مجاہدین کے لیے مخصوص قرار دیا گیا ہے۔

اورایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے ایک اونٹ کو فی سبیل اللہ ......وقف کردیا تھاتو آنحضرت ﷺ نے اس کوفرمایا کہ اس اونٹ کوحجاج کے سفر میں استعمال کرو۔(مبسوط سرخسی، ج۳رص۱۰)

امام ابن جریرؒ، ابن کثیر، قرآن کی تفسیر، روایات حدیث ہی سے کرنے کے پابند ہیں، ان سب نے لفظ فی سبیل اللہ کوایسے مجاہدین اورحجاج کے لیے مخصوص کیا ہے جن کے پاس جہاد یا حج کا سامان نہ ہو،اور جن حضرات فقہاء نے طالب علموں یا دوسرے نیک کام کرنے والوں کواس میں شامل کیا ہےتو اس شرط کے ساتھ کیا ہے کہ وہ فقیر وحاجتمند ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ فقیر وحاجتمند تو خود ہی مصارف زکوٰۃ میں سب سے پہلا مصرف ہیں،ان کو فی سبیل اللہ کے مفہوم میں شامل نہ کیا جاتا جب بھی وہ مستحق زکوٰۃ تھے،لیکن ائمہ اربعہ اورفقہائے امت میں سے یہ کسی نے نہیں کہا کہ رفاہ عام کے اداروں اور مساجد ومدارس کی تعمیر اوران کی جملہ ضروریات مصارف زکوٰۃ میں داخل ہیں، بلکہ اس کے خلاف اس کی تصریحات فرمائی ہیں کہ مال زکوٰۃ ان چیزوں میں صرف کرنا جائز نہیں، فقہاء حنفیہ میں سے شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط (ج۲رص۲۰۲) اورشرح سیر (شرح مختصر الخلیل ج۱رص۱۶۱) میں اورفقہائے شافعیہ میں ابوعبیدہ نے کتاب الاموال میں اور فقہاء مالکیہ میں سے دردیر نے شرح مختصر خلیل میں اورفقہاء حنابلہ میں سے موفق نے مغنی میں اس کو پوری تفصیل سے لکھا ہے۔

ائمہ تفسیر اورفقہائے امت کی مذکورہ تصریحات کے علاوہ اگر ایک بات پرغور کرلیا جائے تواس مسئلہ کے سمجھنے کے لیے بالکل کافی ہے وہ یہ کہ اگر زکوٰۃ کے مسئلہ میں اتنا عموم ہوتا کہ تمام طاعات وعبادات اور ہر قسم کی نیکی پرخرچ کرنا اس میں داخل ہوتو پھر قرآن میں ان آٹھ مصرفوں کا بیان (معاذ اللہ) بالکل فضول ہوجاتا ہے،اوررسول کریم ﷺ کا ارشاد جو پہلے اسی سلسلہ میں بیان ہوچکا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مصارف صدقات متعین کرنے کا کام نبیؑ کو بھی سپردنہیں کیا، بلکہ خود ہی اسکے آٹھ مصرف متعین فردیئے۔

تو اگر فی سبیل اللہ کے مفہوم میں تمام طاعات اور نیکیاں داخل ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جا سکتا ہے تو معاذ اللہ یہ ارشاد نبوی ﷺ بالکل غلط ٹھہرتا ہے، معلوم ہوا کہ فی سبیل اللہ کے لغوی ترجمہ سے جو ناواقف کو عموم سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے، بلکہ مراد وہ ہے جو رسول کریم ﷺ کے بیان اور صحابہ و تابعین کی تصریحات سے ثابت ہے۔

(۸) وابن السبیل: وہ مسافر جس کا سفر میں زاد راہ ختم ہو گیا، اگرچہ وطن میں مال موجود ہے اور غنی رکھتا ہے لیکن فی الحال چونکہ یہ فقیر ہے لہٰذا اس کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے، تاکہ وہ اپنے سفر کی ضروریات پوری کر کے وطن واپس جا سکے۔

سفیر کا زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا

سفراء حضرات کو جو چندہ کا پیسہ ملتا ہے اس کو مدرسہ کے دفتر میں جمع کرنے سے پہلے ان حضرات کو اس میں کسی قسم کے تصرف اور استعمال کا حق نہیں، اس کو ذاتی استعمال میں لانا سفراء کی طرف سے سخت خیانت ہے اور جو سفیر چندہ کے پیسے کو اپنی ذات پر خرچ کر لیتا ہے وہ سخت گناہ گار ہوگا، اگرچہ مدرسہ میں اس کے بدلے میں پیسے بھی جمع کر دیتا ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ گلستان کتاب گھر ص۵۲۹)

ان الله يأمركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها (النساء آية ۵۸)

سفراء کا زکوٰۃ کی رقم سفر وطعام وغیرہ میں صرف کرنا

مدرسہ کے سفراء کے لیے زکوۃ کی رقم سفر وطعام اور دیگر ضروریات میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، اگر سفیر مالک نصاب ہے تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہی نہیں ہوگی اور اگر وہ غریب ہے یعنی غیر مالک نصاب ہے تو یہ اخراجات سفیر کی مزدوری کے عوض میں ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں، لہٰذا مکمل سفر خرچ اپنی جیب، یا پھر مدرسہ کے دفتر سے وصول کر لینا چاہیے اور زکوۃ کا ایک ایک پیسہ دفتر تک پہچانا چاہیے۔

الزکوۃ تملیک المال من فقیر مسلم غیرهاشمی ولامولاہ بشرط قطع المنفعة عن المال من کل وجه الله تعالی الخ (بنایه ، عینی شرح هدایه کتاب الزکوٰۃ باب المصرف/ جدید مکتبه اشرفیه ج ۳/ص ۲۸۸)

سفیر کا زکوٰۃ کی رقم تبدیل کرنا

سفیر کے پاس چندہ کی جو رقم جمع ہوتی ہے اس کے بدلے دوسری اتنی ہی رقم مدرسہ میں جمع کرادی جائے تو درست ہے۔

مدرسہ میں رقم جمع کرادینے کے بعد اگر مدرسہ کے چندہ کی رقم اپنے ذاتی استعمال میں لانا چاہے تو اس کی اجازت ہے۔

مدرسہ میں رقم جمع کرنے سے پہلے استعمال کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔(فتاوی رحیمیہ ج ۷/ص ۱۴۵)

سفیر کا زکوۃ کی رقم دینے والے کو انکار کر کے امدادی رقم کا مطالبہ کرنا

بعض مدارس کے ذمہ داران نے یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ ہم اپنے ادارہ میں زکوۃ کی رقم نہیں لیں گے صرف امداد کی ہی رقم سے ادارہ کو چلائے گیں، یہ نظریہ اکابرین کے طریق کے خلاف ہے کیونکہ ایک شخص اپنی زکوۃ کی رقم لے کر آے اور زکوۃ وصولنے والا لینے سے انکار کردے پھر وہ مالدار زکوۃ دینے سے غافل ہوجائے تو اس کا وبال زکوۃ وصولنے سے انکار کرنیوالے پر بھی پڑیگا اور عنداللہ دونوں مجرم ہونگے۔**اللهم احفظنامنه**

گھروں اور دکانوں پر چندہ پیٹی رکھنا

مدارس کے لیے چندہ ایک ناگزیر ضرورت ہے، اس لیے اس ضرورت کی تکمیل کے لیے ہر جائز اور مناسب شکل اختیار کی جاسکتی ہے، لہٰذا گھروں اور دکانوں پر چندہ پیٹی رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اس میں کسی پر کسی طرح کا کوئی جبر واکراہ بھی نہیں ہے، بلکہ اپنی خوشی سے ہر کوئی جو

اس میں صدقہ ڈالنا چاہے وہ ڈال سکتا ہے، جبراً چندہ وصول کرنا ناجائز ہے۔

قال رسول ﷺ اَلا لا تظلموا، اَلا لا یحلُّ مالُ امرءٍ اِلا بطیبِ نفسٍ منه

.(مشکوٰة المصابیح، کتاب البیوع ،باب الغصب والعاریة ،الفصل الثانی ص ۲۵۵ قدیمی)

مکاتب میں زکوٰۃ دینا

جس مکتب و مدرسہ میں زکوٰۃ کا مصرف موجود نہ ہو اور اس میں نادار طلبہ کو کھانا وغیرہ نہ کھلایا جاتا ہو اس مکتب کے لیے زکوٰۃ کا پیسہ وصول کرنا جائز نہیں، اس میں زکوٰۃ کا پیسہ وصول کرنے سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی لہٰذا ایسے مکاتب کا خرچہ امدادی چندہ کے ذریعہ اور مقامی تعاون سے پورا کیا جائے۔

قال تعالی :انما الصدقات للفقراء، الخ الآیة

(کفایة المفتی/ زکریا ج ۶/ص ۲۷۰/فتاوی دار العلوم ج ۶/ص ۲۵۱)

نذر ومنت

مدرسہ میں وصول ہونے والی ایسی رقم جس کو اپنی چاہت کے پورا ہونے پر دینے والے نے صدقہ کرنے کی نیت کی تھی نذر کہلاتی ہے، صاحب خیر نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو انشاء اللہ میں اتنا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرونگا، ابھی تک یہ مال خرچ کرنا اسکے ذمہ لازم نہیں تھا لیکن وہ کام ہونے کے بعد اس کا خرچ کرنا واجب ہوگا۔

نذر ومنت سے وصول ہونیوالی رقم واجب التصدق ہے ایسی رقم کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا ہے۔ (فتاوی شامی، ج۲،ص ۳۳۹)

وهو مصرف ایضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلک من الصدقات الواجبة.



چندہ سے متعلق مختلف مسائل

چندہ دینے والوں کے ناموں کا مائک پر اعلان کرنا

اگر نام لینے سے مقصد یہ ہو دوسروں کو ترغیب ہوگی تو مائک پر چندہ دہندگان کا اعلان کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن اس میں مبالغہ آمیز الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں، اور جہاں ناموری اور دکھاوے کا اندیشہ ہو وہاں نام نہ لینا ہی بہتر ہے۔

قال تعالی : وفی ذٰلک فلیتنافس المتنافسونo (التطفیف. آیة ۲۶)

وقال تعالیٰ: یا ایھاالذین آمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ کالذی ینفق ماله رآء الناس. (البقرة / آیة ۲۶۴)

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وقال تعالیٰ:ان تبدوا الصدقات فنعماھی وان تخفوھا وتؤتوھاالفقراء فھوخیرلکم . (البقرة / آیة ۲۷۱)

چندہ کے لیے سفراء کا فوٹو تصدیق نامہ پر لگانا

سفراء حضرات کے لیے تصدیق نامہ پر فوٹو لگانا پہچان کے لیے ضروری ہے اس لیے اس کی شرعاً گنجائش ہے، البتہ چندہ کے لیے مدرسہ کے بچوں کا فوٹو ایسی ضرورت میں داخل نہیں لہٰذا اس مقصد کے لیے بچوں کا فوٹو نہ لیا جائے۔ **الضرورات تبیح المحضورات** (الاشباه والنظائر، القاعدة الخامسة ص ۲۵۱ / مطبوعه زکریا)

مأبیح للضرورة یتقدر بقدرھا (الاشباه والنظائر ص ۲۵۲)

چندہ کی غرض سے طلبہ کی تعداد بڑھا چڑھا کر لکھنا

طلبہ کی اصل تعداد چھپا کر اضافہ کر کے لکھنا اور شائع کرنا دھوکہ دھی اور جھوٹ ہے اس طرح

کے جھوٹ فریب سے مدرسہ چلانا جائز نہیں اس گناہ میں لکھوانے والے اور لکھنے والے دونوں شریک ہوں گے۔

قال تعالیٰ: ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان(المائدہ آیۃ ۲)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الکذب فجور وان الفجوریھدی الی النار(صحیح مسلم ج۲/ص ۳۲۶)

فرضی نام سے رسید بک چھاپ کر چندہ کرنا

فرضی نام سے کسی مدرسہ یا مسجد کے لیے رسید بک چھاپ کر چندہ جمع کرنا بہت بڑا افراڑ اور ناجائز عمل ہے، اگر اس طرح کی جمع شدہ رقم پکڑی جائے تو اگر ممکن ہو تو چندہ دہندگان کو لوٹا دینی چاہیے اور اگر ممکن نہ ہو تو مدرسہ کے لیے حاصل شدہ رقم کسی معتبر مدرسہ میں اور مسجد کے لیے حاصل شدہ رقم کسی ضرورت مند مسجد میں صرف کردی جائے۔(فتاویٰ محمودیہ ج۱۴/ص۱۳۱)

عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم....ثم قال من غَشَّ فلیس مِنّا (سنن ترمذی باب ماجاء فی کراھیۃ الغش فی البیوع ج ۱/ص ۲۴۵/صحیح مسلم ج ۱/ص ۷۰، ۹کتاب النوازل ج۱۴/ص۱۵۷)

جعلی رسید سے چندہ کرکے اسے اپنے ذاتی استعمال میں صرف کرنا

جعلی رسید کے ذریعہ رقومات حاصل کرکے انہیں اپنے ذاتی استعمال میں خرچ کرنا ہرگز جائز نہیں آخرت میں اس کے نتائج سنگین ہوں گے۔

عن خولۃ الانصاریۃؓ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان رجالاًیتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلھم النار یوم القیامۃ. (صحیح البخاری کذافی مشکوٰۃ المصابیح ج۲ص ۳۴۹)

مدرسہ کے چندہ کے لیے مسجد میں اعلان کرنا

مسجد کے آداب کی رعایت کرتے ہوئے پُروقار طریقہ پر مدرسہ کے تعاون کے لیے مسجد میں چندہ کا اعلان کرنا درست ہے۔

والمختار أن السائل إن كان لايمر بين يدي المصلي ،ولايتخطى الرقاب ولايسئل الحافا،بل لأمر لابد منه فلابأس بالسؤال والإعطاء . (شامی ج۳/ص ۴۲ زکریا، کتاب الصلوٰۃ، فتاوی محمودیہ ج۱۵/ص ۲۷۳،ڈابھیل)

جبراً چندہ وصولنا

چندہ وصول کرنے کے لیے چندہ دینے والوں کو پریشان کرنا مثلاً چندہ دینے والا کم رقم دیتا ہے اور وصول کرنے والا خوشامد کرکے یا خفگی کا اظہار کرکے اسے زیادہ دینے کے لیے مجبور کرتا ہے اور وہ شرمندگی کی وجہ سے زیادہ رقم دیدیتا ہے،تو چندہ کا یہ طریقہ غلط اور ممنوع ہے۔

امدادالفتاوی میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یہی فرمایا ہے ، فتاوی دارالعلوم دیوبند میں بھی یہی لکھا ہے۔

مفتی عزیزالرحمن صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح تنگ کرکے لینا تو اچھا نہیں لیکن جب مالک نے کسی طرح طوعاً وکرھاً دے دیا تو اس کا استعمال، کارِخیر میں کرنا درست ہے۔(امدادالفتاوی ج۴/ص۵۰۲/مکتبہ دارالعلوم کراچی/فتاوی دارالعلوم ج۱/۷ ۵۶/دارالاشاعت کراچی)

کمیشن پر چندہ وصولنا

جوسفراء با قاعدہ مدرسہ کے تنخواہ دار ملازم ہیں ان کو حسن کارکردگی کی بنا پر تنخواہ سے زائد متعینہ اضافی رقم دینے کی گنجائش ہے اور یہ انعام کے درجہ میں ہوگا جو مدرسہ کے امدادی فنڈ سے دیا جائے گا نا کہ زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کی رقم سے۔

اور جوسفراء مدرسہ کے ملازم نہیں ہیں ، بلکہ محض کمیشن پر چندہ کرتے ہیں تو اجارہٗ فاسدہ کی

بناپر اس معاملہ کی قطعاً اجازت نہیں؛ کیونکہ اجرت مجہول ہے بوقت عقد یہ پتہ نہیں کہ کس قدر چندہ ہوگا۔

عن ابی سعیدن الخدریؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھیٰ عن اِستیجارِ الاَجیرِ یعنی حتی یُبیِّنَ له اجرَهُ (السنن الکبری للبیھقی باب لاتجوزالاجارة حتی تکون معلومة ج۹/ص ۳۹/رقم: ۱۱۸۵۵، البحرالرائق ج۸/ ۲ز کریا)

ولایصح حتی تکون المنافع معلومة والاجرة معلومة. (الھدایة /کتاب الاجارات ج۳/ ۲۹۳/، امداد الفتاویٰ ج۲/ص ۴۰)

تنخواہ دار ملازم کو چندہ پر انعام کہاں تک جائز ہے؟

مدرسہ کے با تنخواہ ملازم کو بطور انعام اس کی حسن کارکردگی پر کچھ رقم دے دینا شرعاً جائز ہے، اب یہ انعام کتنا ہو؟ اور کس حساب سے ہو؟ اس کا مکمل اختیار مہتمم اور کمیٹی کو ہے، بس یہ خیال رہے کہ ان ایام کی تنخواہ، انعام کی رقم اور مصارف سفر تینوں کو ملا کر کل یافت وصول شدہ رقم کے نصف سے زائد نہ ہو، تاہم بہتر یہ ہے کہ اسی اصول کو مدنظر رکھ کر کوئی ضابطہ بنالیں، جو رمضان، غیر رمضان نیز دور دراز سفر کرنے والوں اور علاقہ میں محنت کرنیوالوں پر اپنی اپنی نوعیت کے حساب سے لاگو ہو، تاکہ انتظامیہ اور اساتذہ میں بد معاملگی نہ ہو؛ کیونکہ رمضان کا سفر غیر رمضان کے مقابلے زیادہ مشقت بھرا ہوتا ہے نیز کیونکہ رمضان میں مدارس کی عام تعطیل ہوتی ہے اس لیے اساتذہ کے سفر سے مقصود اصلی (تعلیم وتعلم) پر کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ درمیان سال میں اساتذہ کے اسفار تعلیمی معیار کو متاثر کردیتے ہیں۔ (مستفاد از امداد المفتیین ص ۴۶۱، کتاب النوازل ج۱۷/ص ۳۶۸، معارف القرآن، ج۴/ص ۳۹۹)

لایزاد علی نصف مایقبضه (شامی: باب المصرف ج۳/ص ۲۸۶/زکریا)

وشرطها کون الاجرة ،والمنفعة معلومتین. (شامی : ج۷/ص ۹۰ زکریا)

چندہ کی رقومات سے اساتذہ کرام کے لیے مکانات تعمیر کرانا

اساتذہ کے لیے اہل خانہ کے ساتھ رہائش کا انتظام بھی مدرسہ کی ضرورت میں سے ہے، لہٰذا اس مقصد کے لیے مدرسہ کی زمین پر یا درسگاہوں کی چھت پر امدادی رقومات سے فیملی کواٹر تعمیر کرانا شرعاً درست ہے۔

لوبنی فوقه بیتاً للامام لایضر لأنه من المصالح . (الدرالمختار ج۶/ص۵۴۸، زکریا. البحرالرائق ج۵/ص ۴۲۱)

مصارف سفر کاٹ کر انعام دیا جائے یا کل چندہ پر

تنخواہ دار سفیر جو چندہ کا پورا پیسہ لاکر مدرسہ کے دفتر میں جمع کردیتا ہے، پھر اس کو حسن کارکردگی کی بنیاد پر بطور حوصلہ افزائی امدادی فنڈ سے جو رقم دی جاتی ہے، اس کے بارے میں جس طرح کا ضابطہ مدرسہ میں بنالیا جائے اسی طرح عمل کرنا درست ہوگا، خواہ وہ مصارف سفر کاٹ کر مابقیہ رقم کے حساب سے یا کل چندہ کی رقم کے حساب سے انعام دیا جائے۔

قال النبی ﷺ :الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحاً......الحدیث. (سنن الترمذی ج ۱/ص ۲۵۱، ابواب الاحکام)

غیر تنخواہ دار شخص کو چندہ کرنے پر انعام دینا

جو شخص بغیر معاوضہ کے مدرسہ کی خدمت کررہا ہے تو یہ اس کی طرف سے تبرع ہے اس پر وہ مدرسہ والوں سے کسی انعام کا مطالبہ نہیں کرسکتا اب اگر اس کی مالی فراہمی پر مدرسہ والے اپنی طرف سے اضافی رقم بطور انعام دینے لگیں تو یہ بھی فی المآل کمیشن کی شکل ہوجائیگی جو جائز نہیں ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ اسے باقاعدہ مدرسہ کا مشروط ملازم بنالیا جائے۔

الاجارة هی تملیک نفع بعوض .(شامی : کتاب الاجارة ج۹/ص۴ زکریا)

المستفاد :والصدقة کالهبة لانه تبرع کالهبة... ولارجوع فی الصدقة ،

لان المقصود هو الثواب وقد حصل (الهداية /باب مايصح رجوعه ومالايصح ج۳/ ۲۹۳)

مدرسہ کے لیے زائد از ضرورت زکوٰۃ وصول کرنا

جس مدرسہ میں زکوٰۃ کا مصرف موجود ہو یعنی وہاں غریب نادار طلبہ پڑھتے ہوں، اوران کے قیام وطعام کا نظم ہوتو ایسے مدرسہ کے لیے زکوٰۃ کی رقم کا چندہ وصول کرنا درست ہے لیکن جتنے طلبہ مستحق زکوٰۃ ہوں ان کی ضروریات کے بقدر چندہ وصول کرنا درست ہوگا، چند غریب طلبہ کے قیام وطعام کا نظم کر کے ضرورت سے زائد چندہ کرنا اور فرضی تملیک کرا کے تعمیرات اور دوسرے مصارف میں رقم استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتاوی دارالعلوم ،رقم الفتوی: ۱۷۰۸۸۸، تاریخ اجراء: ۶/اگست ۲۰۱۹ء، مستفاد: فتاوی قاسمیہ، ج۱۱/ص ۳۷)

نوٹ: جو اہل مدارس دو چار نادار بچوں کو رکھ کر غیر محدود صدقات واجبہ کی رقوم وصول کرتے ہیں، ان کو دارالعلوم دیوبند کے مذکورہ بالا فتوی پر گہری نظر فرمالینی چاہیے۔

مدرسہ کے ملحق اسکول میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا

بعض بڑے مدارس کے تحت ایسے عصری اسکول چلتے ہیں جن میں مکمل دنیاوی (سرکاری) تعلیم ہوتی ہے ان میں سبھی طلبہ مقامی ہوتے ہیں ایسے ملحقہ اسکولوں میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا درست نہیں ہے بلکہ ایسے اسکولوں کو چلانے کے لیے زکوٰۃ کے علاوہ دیگر رقومات (فیس، نفلی عطیات وغیرہ) سے انتظام کرنا چاہیے۔

قال تعالیٰ انما الصدقات للفقراء والمسٰكين .الآية (التوبة: ۲۰)

مصرف الزكاة هو فقير "وقيل طلب العلم"......ويشرط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة. (شامی ج۳/ص ۳۸۳، زکریا، بحواله كتاب النوازل ج۷/ص ۱۶۲)

سفیر کا مخصوص ایام میں چندہ کر کے پورے سال تنخواہ لینا

ہمارے یہاں عرف عام میں باقاعدہ تنخواہ دار سفیر پورے سال مدرسہ کے لیے چندہ وصولی

کا کام کرتا ہے اور اس پر اسے ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے لہٰذا اس عرف کے رہتے ہوئے کسی شخص کا گھر بیٹھ کر مدرسہ سے تنخواہ لینا اور صرف خاص ایام میں مدرسہ کے لیے کام کرنا درست نہ ہوگا۔

الاجرۃ انماتکون فی مقابلۃ العمل (شامی /کتاب النکاج باب المھرج ۴/ ۳۰۷/زکریا)

دوران ملازمت دوسرے مدرسہ کا چندہ کرنا

جو شخص کسی مدرسہ میں سفارت کے لیے با قاعدہ ملازم ہو اس کے لیے مدرسہ والوں کی مکتوبہ اجازت کے بغیر دوسرے مدرسہ کا چندہ کرنا قطعاً جائز نہیں کیونکہ مدارس کے عرف میں اس کو خیانت سمجھا جاتا ہے۔(مستفاد از امدادالمفتیین ص۷۶۷)

وآجر المدۃ بان استأجرہ للرعی شھراً حیث یکون مشترکاًالااذاشرط ان لایخدم لغیرہ ولایرعی لغیرہ فیکون خاصاً ولیس للخاص ان یعمل غیرہ،الخ(شامی ج۹/ص۹۵،۹۶زکریا)

مدرسہ کے موقوفہ مکان میں تصرف کرنا

مدرسہ کا موقوفہ مکان جب ملازم کو منجانب انتظامیہ رہائش کے لیے دیا گیا ہے،تو اس ملازم کو مدرسہ کا مکان عرف وعادت کے مطابق ہی استعمال کرنا چاہیے ، اس مکان میں کوئی ایسا تصرف جس سے مکان کو ضرر لاحق ہو،اس کے استحکام کو خطرہ ہو، نیز چھت یا دیواریں کمزور پڑ جائیں،اس کے لیے کرنا درست نہ ہوگا۔

ولہ أن یعمل فیھا کل عمل لایورث الوھن والضرر للبناء لیس لہ أن یفعل مایورث الصرر والوھن إلاباذن صاحبھا(مجلۃ الاحکام العدلیۃ ج۱/ص۹۹،)

وفیہ یصح استیجار الداروالحانوت بدون بیان کونہ لأی شئ واماکیفیۃ استعمالہ فتصرف إلی العرف والعادۃ،(مجلۃ الاحکام العدلیۃ ج۱/ص۹۹)

تبلیغی جماعت پر مدرسہ کا روپیہ وغیرہ خرچ کرنا

مدرسہ کے نام پر جو کچھ وصول ہوتا ہے روپیہ، سامان، غلہ، وغیرہ اس کو تبلیغی جماعت پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر مدرسہ میں روپیہ غلہ وغیرہ دینے والوں کو یہ بتادیا جائے کہ اسکو تبلیغ وغیرہ میں بھی خرچ کیا جائے گا اور وہ اس کی اجازت دیدیں تو اس پیسہ کو تبلیغ کے مہمانوں اور مبلغین پر خرچ کرنا جائز ہے۔

ومن اختلاف الجهة اذا كان الوقف منزلين: احدهما للسكنى والآخر للاستغلال فلايصرف أحدهماللآ خر، وهى واقعة الفتوى (شامی، کتاب الوقف ج۴/ص ۳۶۱)

فان فعل فان عرف صاحب ذلک رد المال عليه وسأله تجديد الاذن فيه (التاتارخانية، كتاب الوقف ج۵/ص ۸۷۹، ادارة القرآن كراچى)

وصول یابی برائے تعمیرات

مدارس تعلیم واشاعت دین کے مراکز ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے، لہٰذا اگر کسی مدرسہ میں تعمیری کام چل رہا ہو یا تعمیر کی ضرورت ہو تو خاص اس مقصد کے لیے چندہ کرنا درست ہے، البتہ عام حالات میں صدقات واجبہ زکوٰۃ صدقۂ فطر، چرم قربانی وغیرہ کی رقومات کو براہ راست تعمیری کام میں صرف کرنا درست نہیں ہے، صرف امداد وعطیات ہی پر اکتفاء کرنا چاہیے الا یہ کہ صدقات واجبہ کی رقوم تملیک صحیح کے بعد تعمیری کام میں صرف کی جائیں تو درست ہوگا۔

قال النبي ﷺ إنَّ في المالِ حقاً سِوى الزكوٰةِ . (سنن الترمذى ج ا/ص ۱۴۳، وفى حديث فتلا واتى المال على حبه، تفسير ابن كثير)

قال تعالىٰ : انماالصدقات للفقراء والمساكين .الآية (التوبة ۶۰)

ولاتدفع الزكاة لبناء مسجد لأن التمليک شرط فيهاولم يوجد ......وإن اريدالصرف إلى هذه الوجوه صرف إلى فقير ثم يأمر بالصرف اليهافيثاب المزكي والفقير .(مجمع الأنهر ج ۱/ص ۲۲۲، بيروت)

چندہ سے مدرسہ کے لیے کتابیں خریدنا

چندہ اگر خالص اسی مقصد (مدرسہ کے لیے کتابوں کی خریداری) کے لیے کیا گیا ہو، یا مصالح مدرسہ کے لیے آئی ہوئی امدادی رقم (فیس وغیرہ کی رقم) تو اس طرح کی رقم سے مدرسہ کے لیے کتابیں خریدنا درست ہے، لیکن صدقات واجبہ کی رقم کو براہ راست کتابوں کی خریداری میں صرف کرنا درست نہیں، الا یہ کہ صحیح طریقہ پر تملیک کے بعد کتابیں خریدی جائیں یا صدقات واجبہ کی رقم سے کتابیں خرید کر مستحق طلبہ کو مالکانہ حیثیت سے دی جائیں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

ولاتدفع الزكاة لبناء مسجد لأن التمليک شرط فيهاولم يوجد ......وإن اريدالصرف إلى هذه الوجوه صرف إلى فقير ثم بالصرف اليهافيثاب المزكي والفقير .(مجمع الأنهر ج ۱/ص ۲۲۲، بيروت)

مسجد له اوقاف مختلفة......(البحر الرائق ج۵/ص ۳۶۲)

ولاتدفع الزكاة لبناء مسجد لأن التمليک شرط فيه ولم يوجد وإن أريد الصرف ألى هذهٖ الوجوه صرف إلى فقير ، ثم يأمر بالصرف اليها،الخ (مجمع الانهر ج ۱/ص ۲۲۲ ،بيروتی)

ويشترط أن يكون الصرف تمليكا......والحيلة أن يتصدق،الخ . (شامی ج۳/ص ۲۹۳،زکریا)

مدرسہ کی ضروریات: اسفار، تنخواہیں وغیرہ میں چندہ کا استعمال

مدارس عربیہ میں عام طور پر صدقات واجبہ (زکوٰۃ، فطرہ، چرم قربانی وغیرہ) کی رقوم بمقابلہ

امدادی رقوم کے زیادہ آتی ہیں، اور اخراجات دوسرے مدّ یعنی امدادی رقوم کے زیادہ ہوتے ہیں، مثلاً مدرسین کی تنخواہیں، مصارف مواصلات، نشرواشاعت، اسفار، تعمیرات وغیرہ لہٰذا اہل مدارس کو چاہیے کہ اولاً تو مذکورہ بالا ضروریات نفلی عطیات ہی سے پوری کی جائیں چندہ دہندگان کے سامنے ان مدات کو پیش کر کے انہیں کی تکمیل کے لیے چندہ کیا جائے لیکن اگر نفلی عطیات سے مدرسہ چلانا ناممکن ہو اور واجبی خرچے پورے نہ ہوتے ہوں تو اگر مدرسہ میں مستحق طلبہ موجود ہوں اور وہاں فقہ وحدیث کی تعلیم ہوتی ہو تو ایسی صورت میں صحیح حیلۂ تملیک اختیار کر کے مذکورہ بالا واجبی ضروریات کی تکمیل کی گنجائش ہے۔

ولاتدفع الزكاة لبناء مسجد لأن التمليك شرط فيهاولم يوجد ......وإن اريدالصرف إلى هذه الوجوه صرف إلى فقير ثم بالصرف اليهافيثاب المزكى والفقير .(مجمع الأنهر ج ۱/ص ۲۲۲، بيروت)

وفى العيون وفى جامع الفتاوى لايسعه ذلك ، وكل حيلة يحتال بهاالرجل ليتخلص بهاعن حرام أوليتوصل بها إلى حلال فهي حسنه . (الفتاوىٰ التاتارخانيه ج ۱/ص ۳۱۳،زكريا)

وأماالاحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوإن الخ (عمدة القارى ج۲۴/ص ۱۰۹)

(مستفاد: فتاوى رحميه ج۵/ص ۱۴۹/ ۱۵۴/ ۱۵۷/فتاوى دار العلوم ج۶/ص ۲۵۰، فتاوى محموديه ج۹/ص ۶۰۵،ڈابهيل، كفايت المفتى ج۴/ص ۲۸۵، كتاب النوازل ج۹ /ص ۱۶۷)

چندہ کی رقم سے سواری خریدنا

اگر چندہ دہندگان نے مصرف کی تعیین نہیں کی، بلکہ مہتمم مدرسہ کو مصالح مدرسہ میں صرف کرنے کا کلی اختیار دے دیا، تو پھر چندہ کی غیر واجب التملیک رقوم ہر مصلحت میں صرف کی جا سکتی

ہیں، سواری بھی مصالح مدرسہ میں سے ہے، نیز واجب التملیک رقم کی جب تملیک ہوگی تو جو شخص مالک بننے کے بعد از خود مدرسہ میں دیگا اس سے اجازت لے لیجائے، سابق دہندہ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

مسجد له مستغلات وأوقاف ارأدالمتولي أن يشترى من غلة الوقف هنـاأوحصيراً أوحشيشا ...... كان له أن يشترى للمسجد ماشاء. (قاضي خان على هامش الفتاوى الهندية كتاب الوقف ج٣/ص٢٩٧)

مسجد له أوقاف مختلفة لابأس للقيم أن يخلط غلتها كلها، وإن خرب حانوت منه فلابأس بعمارته من غلة حانوت اخر لأن الكل للمسجد (البحر الرائق ، كتاب الوقف ج٥/ص٣٦٢، رشيديه)

وهنـاالوكيل انمايستفيد التصرف من المؤكل وقد امربالدفع إلى فلان فلايملك الدفع إلى غيره (شامى ، كتاب الزكوٰة ج٢/ص٢٦٩، سعيد)

مدرسہ کی سواری، کار، بائک وغیرہ کا استعمال

مدرسہ کی سواری (کار بائک وغیرہ) کا استعمال مدرسہ کے علاوہ کسی اور مقصد میں یا ذاتی استعمال میں لانا بلا مناسب معاوضہ کے شرعاً جائز نہیں ہے، اور مدرسہ کا مہتمم صرف منتظم ہوتا ہے، مدرسہ کی اشیاء کا مالک نہیں ہوتا، بلکہ امین ہوتا ہے مہتمم کے لیے بھی مدرسہ کی کوئی چیز بلا استحقاق کے ذاتی استعمال میں لانا درست نہیں الا یہ کہ مناسب معاوضہ کے ساتھ مدرسہ کی سواری کو ذاتی استعمال میں لانے کا ضابطہ ہی بنالیا جائے تو گنجائش ہوگی۔

ولاتجوز إعارة الوقف والإسكان فيه (فتاوى عالمگيرى ج٢/ص٤٢٠)

متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى بيته وله أن يحمله من البيت إلى المسجد ، كذافي فتاوى قاضي خان (فتاوى عالم گيرى ج٢/ص٤٦٣، مطبوعه زكريا ديوبند)

ویوجر بالمثل ولوهو المستحق .(شامی ج۶/ص۲۰۸)

المسلمون علی شروطهم الحدیث،(ترمذی ج۱/ص۲۵۱)

مدرسہ کی اشیاء دکان، مکان، سیڑھی، دیگ وغیرہ کو کرایہ پر دینا

مدرسہ کی اشیاء کو کرایہ پر دینا اگر مدرسہ کے حق میں مفید ہو، اور اس میں دراصل مدرسہ کا فائدہ پیش نظر ہو اور جن لوگوں کے چندہ سے یہ اشیاء سیڑھی وغیرہ خریدی گئی ہوں ان کی طرف سے اجازت ہو تو مدرسہ کا سامان مناسب اور معقول کرایہ پر دینا جائز ہے۔

ولاتجوز إجارة الوقف إلابأحر المثل كذا في المحيط السرخسي (هندیه ،كتاب الوقف ج۲/ص۴۰۲)

چندہ کی رقم سے جلسۂ عام کرنا

اگر چندہ دہندگان نے مصرف کی تعیین کردی تو چندہ اسی مصرف میں استعمال کیا جائے اس کے خلاف نہ کیا جائے اور اگر مصرف کی تعیین نہیں کی بلکہ مہتمم کو مصالح مدرسہ میں صرف کرنے کا کلی اختیار دے دیا (اور عموماً چندہ مدارس میں ایسا ہی ہوتا ہے) تو پھر مدرسہ کی ہر مصلحت میں صرف کرنا درست ہے، اب اگر جلسۂ عام کرنے میں مدرسہ کا فائدہ پیش نظر ہو تو ایسے چندہ کی رقم سے جلسۂ عام کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں، اگر عوام میں دینی بیداری پیدا کرنے کے لیے جلسہ کی ضرورت ہو تو جلسہ کے نام پر مستقل چندہ کرلیا اور اس چندہ سے جلسۂ عام کے اخراجات پورے کیے جائیں۔

مسجد له مشتغلات ،أوقاف واراد المتولى أن يشترى من غلة الوقف رهنا أو حصيراً أو حشيشا ...... كان له أن يشترى للمسجد ماشاء.(قاضی خان علی الفتاوی الهندیة کتاب الوقف ج۳/ص۲۹۷)

مسجد له أوقاف مختلفة لابأس للقيم أن يخلط غلتها كلها، وان خرب حانوت منه فلابأس بعمارته من غلة حانوت اخر لأن الكل للمسجد (البحرالرائق

، کتاب الوقف ج۵/ص ۳۶۲ رشیدیہ)

وهنا الوكيل انمايستفيد التصرف من المؤكل وقد امره بالدفع إلى فلان فلايملك الدفع إلى غيره. (شامی ، کتاب الزکوٰۃ ج۲/ص ۲۶۹، سعید)

چندہ کی رقم سے جلسۂ عام میں کھانا کھلانا

چندہ دینے والوں کی اجازت کے بغیر مدرسہ کے چندہ سے جلسۂ عام میں شرکت کرنے والوں کو کھانا کھلانا درست نہیں ہے، اس کے لیے اگر ضرورت ہی ہو تو مستقل چندہ کر لیا جائے۔

وهنا الوكيل انما يستفيد التصرف من المؤكل ، وقد أمره بالدفع إلى فلان فلايملك الدفع إلى غيره . (ج۲/ ص ۲۶۹، كتاب الزكوٰة، مستفاد : فتاوی رحيمية ج۹/ص ۹۶)

چندہ کی رقم سے جلسۂ عام کے خاص مہمانوں کو سفر خرچ دینا

اگر جلسہ مدرسہ کے مفاد میں ہو اور چندہ دہندگان کے پیش نظر اسی طرح کی خدمات (جلسہ میں آنے والے مہمانوں کو سفر خرچ دینا وغیرہ) ہوں تو مناسب سفر خرچ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن بہر صورت بہتر صورت یہی ہے کہ اس طرح کے اخراجات کے لیے الگ بندوبست کیا جائے تاکہ کسی قسم کا اشکال اور اخراجات میں بے احتیاطی نہ ہو۔

وهنا الوكيل انما يستفيد التصرف من المؤكل ، وقد أمره بالدفع إلى فلان فلايملك الدفع إلى غيره . (ج۲/ص ۲۶۹، كتاب الزكوٰة)

مدرسہ کی رقم سے تعزیتی جلسہ کرنا

کسی استاذ، مہتمم یا متعلق (معاون مدرسہ) کے انتقال پر مدرسہ کی رقم سے باقاعدہ جلسۂ تعزیت کرنا درست نہیں ہے، اس طرح کے جلسے ویسے بھی شریعت کے مزاج سے میل نہیں کھاتے، ان میں روافض کی مجالس عزاء اور اہل بدعت کی صورۃً مشابہت ہے اور یہ جلسے حدیث نهى عن

المراثی کے مصداق ہیں،جیسا کہ اس طرح کے جلسوں کے عدم جواز پر ماضی قریب میں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور سے مفصل اور مدلل فتاوی صادر ہو چکے ہیں......۔

رہا مسئلہ متعلقین مدرسہ کے انتقال پر تعزیت مسنونہ کا تو اگر اس میں مدرسہ کا معتد بہ فائدہ ہو تو مدرسہ کے مفاد کے پیش نظر اہل میت کے یہاں جا کر یا خط وکتابت یا مضمون لکھ کر ان کو تسلی دینا بلاشبہ جائز ہوگا......

نوٹ: تعزیت کے معنی: تسلی دینا، دلاسہ دینا ڈھارس باندھنا،صبر دلانا،تعزیت بلاشبہ امر مستحب ہے،حدیث شریف میں ہے:من عزّٰی مُصاباًفله اَجرُ مثلِه (رواه الترمذی وابن ماجـــه) تعزیت مسنونہ (مستحبہ) کے کے دوطریقہ خیر القرون کے زمانہ سے ثابت ہیں (۱)انفرادی طور پر بالمشافہہ (زبانی) تعزیت کرنا(۲)تحریری طور پر خط یا مضمون لکھ کر انفرادی تعزیت کرنا،لیکن تعزیت کا تیسرا طریقہ جس کو جلسۂ تعزیت یا تعزیتی اجلاس کہتے ہیں ثابت نہیں ہے،فقہاء کرام نے تعزیت مسنونہ کے لیے اگر کوئی عذر نہ ہو تو تین دن کی مدت مقرر کی ہے اس کے بعد غم بھول جانا چاہیے کیونکہ اب تسلی دینے سے صدمہ تازہ ہوگا،اس لیے تین دن کے بعد تعزیت مکروہ ہے۔(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتوی دارالعلوم دیوبند وغیرہ)

مسجد له مشتغلات ،أوقاف وارادالمتولی أن یشتری من غلة الوقف رهناأوحصیراً أوحشیشا ...... کان له أن یشتری للمسجد ماشاء.(قاضی خاں علی الفتاوی الهندیة کتاب الوقف ج۳/ص۲۹۷)

مسجد له أوقاف مختلفة لابأس للقیم أن یخلط غلتها کلها، وان خرب حانوت منه فلابأس بعمارته من غلة حانوت اخر لأن الکل للمسجد. (البحرالرائق ، کتاب الوقف ج۵/ص۳۶۲رشیدیه)

وهناالوکیل انمایستفید التصرف من المؤکل وقد امره بالدفع إلی فلان فلایملک الدفع إلی غیره .(شامی ، کتاب الزکوٰة ج۲/ص۲۶۹، سعید)

چندہ کر کے مدرسہ میں روزہ افطار کرانا

مدرسہ کے چندہ سے تو اجتماعی افطار کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر خاص اسی مقصد (روزہ کشائی) کے لیے چندہ کیا جائے تو بھی چند وجوہ سے مناسب نہیں ہے بلکہ بسا اوقات مفاسد وخرابیوں کا باعث ہے، اس لیے یہ قابل ترک ہے، مثلاً کبھی دباؤ اور شرما حضوری سے چندہ جمع کیا جاتا ہے جو کہ ناجائز ہے، کبھی فخر ونام آوری مقصود ہوتی ہے جو کہ منع ہے، نیز اس طرح کے موقع پر روزہ دار اور غیر روزہ دار دونوں قسم کے لوگ جمع ہو جاتے ہیں، جبکہ منتظمین کا مقصد صرف روزہ داروں کی روزہ کشائی ہوتا ہے لہٰذا غیر روزہ داروں کا شریک ہونا کہاں جائز ہوگا وغیرہ وغیرہ......۔

فلایصرف احدهما للآخر وهی واقعة الفتوی. (شامی، کتاب الوقف ج۴/ص ۳۶۱)

قال تعالیٰ: ولاتأكلوا اموالكم بينكم بالباطل إلاأن تكون تجارةً عن تراض منكم الآية.(النساء : ۲۹)

قال النبی ﷺ لايحلُّ مالُ امرئٍ مسلمٍ إلَّابطيبِ نفسٍ منه . (مسند احمد، ج۳۴/ص ۲۹۹،رقم : ۲۰۶۹۵ شعيب أرناؤط ، مشكوٰة المصابيح ص ۲۵۵)

مدرسہ میں فطرے، چرم قربانی اور نذر ونیاز کے اموال کا استعمال

فطرے، چرم قربانی اور نذر ونیاز کے اموال کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کے اموال کا ہے، لہٰذا جس مدرسہ میں فی الحال مصرف (نادار طلبہ مع قیام وطعام) موجود ہو تو ایسے ارباب مدارس کے لیے فطرے، چرم قربانی اور نذر ونیاز کی وصولی درست ہے اور وہ ان کو ان کے صحیح مصارف میں استعمال کر سکتے ہیں۔

مصرف الزكوٰة هو مصرف ايضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلک من الصدقات الواجبة .(در مختار مع الشامی ج۳/ص ۲۸۳ زکریا)

مدرسہ کے بیت الخلاء اور غسل خانوں کو خارجی لوگوں کا استعمال کرنا

مدرسہ کی اشیاء (غسل خانے، بیت الخلاء وغیرہ) کا استعمال انہیں لوگوں کے لیے جائز ہے جو مدرسہ میں رہتے ہوں یا بطور مہمان آئے ہوں، باہر کے لوگوں کے لیے استعمال جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۹ ص۹۶، دارالاشاعت)

انجمنوں اور محلے کی مساجد کے لیے چندہ کرنے پر فیصدی لینا

انجمنوں کے لیے چندہ کرنے والے حضرات چونکہ انجمنوں کے باقاعدہ ملازم نہیں ہوتے اس لیے ان کے واسطے فی صد بطور انعام کچھ لینا جائز نہیں یہ اجارۂ فاسدہ ہے۔

وشرطها كون الاجرة و المنفعة معلومتين لان جهالتهما تقضي الى المنازعة

(الدر المختار مع الشامي ج۹/۷/زكريا)

سفیر کا دورانِ سفر متعلقین کے یہاں کھانا کھا کر سفر خرچ میں لکھنا

مدرس اور سفیر کو جو رقم کھانے کے نام سے ملتی ہے یہ جزءِ تنخواہ ہوتی ہے کیونکہ حالت سفر میں مستأجر کے ذمہ اجیر کا کھانا بھی ہوتا ہے بہتر یہ ہے کہ ذمہ داران مدرسہ ناشتہ اور دونوں وقت کے کھانے کی ایک رقم متعین کرلیں جو ایک صحتمند آدمی کے لیے کافی ہو، تاکہ کام کرنیوالے اور کروانے والے جھگڑے سے محفوظ رہیں لہٰذا کھانے کا خرچ مدرسہ کے سفر خرچ میں لکھ دینا جائز ہے چاہے جتنے دن اہلِ تعلق کے یہاں کھائے۔ (فتاوی محمودیه جدید ج ۱۵/ص ۵۷۱/

واذا زاد الآجر والمستأجر في المعقود عليه او في المعقود به ان كانت الزيادة مجهولة .....وان كانت معلومة من جانب الآخر تجوز. (هندية زكريا ج۴/ص ۴۳۹)

سفیر کا فضول خرچی کرنا

سفیر کے لیے فضول خرچی کرنا جائز نہیں لہٰذا سفراء اوسط درجہ کے خرچ سے زائد خرچ نہ کریں

اگر ناظم مدرسہ اس کی اجازت دے تو وہ خود ذمہ دار ہوگا۔

ولاتبذرتبذیراً:نهی عن صرف المال الی من لایستحقه فان التبذیر انفاق فی غیر موضعه .(روح المعانی: سورة الاسراء آیة ۲۶)

سفیر کا خود تملیک کرنا

سفیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ چندہ کی رقم مدرسہ کے دفتر میں جمع کردے اس سے قبل تملیک کر کے اپنے استعمال میں لانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے اس لیے کہ چندہ دینے والوں نے اسے اپنی زکوٰۃ ادارہ کے خزانہ تک پہنچانے کے لیے وکیل بنایا ہے اسے زکوٰۃ کی اس رقم کا مالک نہیں بنایا لہٰذا اسکے لیے ضروری ہے کہ وہ اس رقم کو مستحق طلبہ کے وکیل (مہتمم) تک پہنچائے از خود تملیک کر کے استعمال نہ کرے بلکہ مدرسہ میں جمع کردے۔

وهناالوكيل انما يستفيدالتصرف من المؤكل وقد امره بالدفع الى فلان فلايملك الدفع الى غيره كمالواوصىٰ لزيدبكذاليس للوصى الدفع الى غيره.(ردالمحتار كتاب الزكوٰة ج۲/ص۲۶۹سعيد)

سفیر کا قبل التملیک قرض دینا

سفیر کے لیے چندہ کی رقم کو مدرسہ کے دفتر میں جمع کیے بغیر از خود قبل التملیک بطور قرض دینا جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ صرف امین وکیل ہے مالک نہیں۔

قال تعالى : ان الله يأمر ان تؤدوا الامانات الى اهلها(سورة النساء آية ۵۸)

مدرس کا قبل التملیک چندہ کی رقم کو خرچ کرنا

مدرس کے لیے چندہ کی رقم کو مدرسہ کے کھاتے یا مہتمم و ناظم کے حوالے کرنے سے قبل اپنے استعمال میں لا کر اپنی تنخواہ سے وضع کرانا درست نہیں ہے اس لیے کہ وہ جمع شدہ رقم کو مستحق کے وکیل (مہتمم) تک پہنچانے کا وکیل ہے۔

واما حکمها فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال امانة فى يده ووجوب ادائه عند طلب مالكه والوديعة لاتودع ولاتواجرو لاترهن، وان فعل شيأمنها ضمن، (الفتاوى العالمگيرية ج ۴/ص ۳۳۸ رشيديه)

سفیر کا رسید کے ثنی میں کمی بیشی کرنا

بہت سے چندہ دینے والے افراد رسید کے ثنی پر مہر یا دستخط کر دیتے ہیں اور اگلے سال اسی ثنی کو دیکھ کر چندہ دیتے ہیں سفراء کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس ثنی کو من وعن باقی رکھیں کیونکہ اس میں کمی بیشی کرنا عند اللہ وعند الناس بہت بڑا جرم اور دھوکہ ہے۔

مستحق طلبہ کی آمد کی امید پر زکوۃ جمع کرنا

اگر مدرسہ میں مستحق طلبہ تو نہیں لیکن آنے کی قوی امید ہے اور برابر کوشش جاری ہے تو ان کے لیے زکوۃ وصول کرنا جائز ہے البتہ یہ یاد رہے کہ جو رقوم جس مد کے لیے وصول کی جائے اس کو اسی مد میں استعمال کیا جائے، لیکن کوشش کے باوجود اگر بیرونی طلبہ کی آمد نہ ہو تو واجب التملیک رقم کو کسی دوسرے مستحق ادارہ میں جمع کرنا لازم ہے۔

وهنا الوكيل انمايستفيدالتصرف من المؤكل وقدامره بالدفع الى فلان فلايملك الدفع الى غيره. (ردالمحتار كتاب الزكوٰة ج ۲/ص ۲۶۹ سعيد)

چندہ کی رقم ڈرافٹ یا اکاؤنٹ سے بھیجنا

چندہ میں زکوٰۃ وغیرہ کی جو رقم جمع ہوتی ہو اس کو لے کر سفر کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا اس لیے سفراء کے لیے وہ رقم بذریعہ ڈرافٹ یا مدرسہ کے اکاؤنٹ میں روانہ کرنا جائز ہے؛ کیونکہ مجبوری ہے اس لیے اس طرح کی رقم کی تبدیلی سے زکوٰۃ کی ادائیگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، یہی حکم دیگر محفوظ ذرائع سے رقم بھیجنے کا بھی ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ج ۷/ص ۱۴۶، عزیز الفتاوی ص ۳۶۸، مسائل متفرقہ متعلقہ بزکوٰۃ)

مدرسہ کا پیسہ بینک میں جمع کرنا

اہل مدرسہ اگر ضروری خیال کریں تو بینک کے غیر سودی کھاتہ میں مدرسہ کی رقم جمع کرانا جائز ہے، تاکہ وہ محفوظ ہو جائے۔

والحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة کانت او خاصة ولهٰذا جوزت الاجارة علی خلاف القیاس للحاجة (الاشباه والنظائر. القاعدة الخامسة الفن الاول ص ۹۳ کراچی)

ایک مدرسہ کے لیے جمع شدہ رقم دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا

جس مدرسہ کے لیے متعین طور پر چندہ وصول کیا جائے، تو جب تک وہ مدرسہ آباد ہے وہ چندہ اسی میں خرچ کیا جائے، دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ امانت و دیانت کے خلاف ہے۔

واما اذا اختلف الواقف او اتحد الواقف واختلف الجهة بان بنی مدرسة ومسجداً وعین لکل وقفاً وفضل من غلة احدهما لایبدل شرط الواقف الخ

(البحر الرائق ج۵/ص ۳۶۲، کتاب الوقف رشیدیه)

مدرسہ کا روپیہ تبلیغ میں خرچ کرنا

جو روپیہ مدرسہ میں طلبہ کے کھانے وغیرہ کے لیے دیا گیا ہو اس میں سے واجب التملیک رقم کو اس کے مصرف میں ہی استعمال کرنا لازم وضروری ہے جبکہ غیر واجب التملیک رقم بھی تبلیغ میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ رقم دینے والوں کی طرف سے اجازت نہ ہو۔

وان اختلف احدهما بأن بنیٰ رجلان مسجدین اورجل مسجد ومدرسة ووقف علیهما اوقافاً لایجوز له ذٰلک : (الدر المختار)قوله لایجوز ذٰلک ای الصرف المذکور......قال الخیر الرملی اقول ومن اختلاف الجهة ما اذا کان الوقف منزلین احدهما للسکنیٰ والأخر للاستغلال فلایصرف

احدھماللاٰخروھی واقعة الفتوٰی. (ردالمحتار ج۴/ص ۳۶۱/ کتاب الوقف)

مدرسہ کے سرمایہ میں خیانت کرنا اور ناجائز قبضہ جمانا

مدارس دینیہ قوم کی امانت ہیں، اور مدارس کے منقولہ یا غیر منقولہ سرمایہ میں کسی قسم کی خیانت کرنا بہت بڑا جرم اور سخت ترین گناہ ہے، ملت کے ذمہ دار افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ خائنوں سے ملی اداروں کو محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

قال الله تعالی: ومن یغلل یأت بماغل یوم القیامة (اٰل عمران ایت ۱۶۱)

مدرسہ کا روپیہ مسجد میں لگانا

اگر کوئی مسجد مدرسہ کے تابع ہوتو اس میں مدرسہ کی رقم صرف کرنا درست ہے، لیکن اگر مسجد مدرسہ کے تابع نہیں ہے تو مدرسہ کی رقم مسجد میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے، اگر خرچ کی جائے تو نفلی عطیات دینے والوں کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت ضروری ہے، اور زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقومات تو کسی بھی طرح مسجد میں صرف نہیں کی جاسکتی؛ بے محل صرف کرنے پر ذمہ داران مدرسہ زکوٰۃ کی رقم کے ضامن ہوں گے اور عنداللہ جواب دہ ہوں گے۔

ولایجوز بالزکوٰة المسجد الخ (الفتاوٰی الھندیه ج ۱/ص ۱۸۸)

واما اذااختلف الواقف او اتحد الواقف واختلف الجھة بان بنی مدرسة ومسجداً وعین لکل وقفاً وفضل من غلة احدھمالایبدل شرط الواقف الخ

(البحر الرائق ج۵/ص ۳۶۲، کتاب الوقف رشیدیه)

مدرسہ کی آمدنی ذاتی ضروریات میں بطور قرض خرچ کرنا

جو روپیہ مدرسہ میں مسلمانوں نے چندہ میں دیا ہے یہ روپیہ امانت ہے، اپنے ذاتی مصارف میں اس کو خرچ کرنا جائز نہیں۔ (مستفاد از فتاوی محمودیہ ج۱۵/ص ۵۰۷)

مدرسہ کا پیسہ اپنے کام میں بطور قرض خرچ کرنا

مدرسہ کی رقم اہل مدرسہ (سفیر یا مہتمم وغیرہ) کے پاس امانت ہوتی ہے، اورامانت میں خیانت منافق کی علامت ہے۔

قال النبی ﷺ آیة المنافق ثلاثة :اذاحدَّثَ کَذبَ. الحدیث. بخاری شریف ص ۱۰ / کتاب الایمان)

مدرسہ کی اشیا ذاتی استعمال میں لانا

مدرسہ کی اشیاء تپائی، چٹائی، چادر، بالٹی وغیرہ اپنے ذاتی استعمال میں لانا درست نہیں ہے؛ کیونکہ دینے والے نے ان اشیاء کو مدرسہ کے لیے دیا ہے۔

ولایجوز نقله ونقل ماله الی مسجد آخر. (شامی ج۶ / ص ۵۴۸،زکریا)

شرط الواقف کنص الشارع أی فی وجوب العمل. (الاشباه ،والنظائر ج ۱ / ص ۳۰۵)

متولی المسجد لیس له أن یحمل سراج المسجد الی بیته . (الفتاویٰ الهندیه ج۲ / ص ۴۶۲)

ویبدأمن غلته بعمارته ثم ماهو اقرب لعمارته کامام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذلک إلیٰ آخر المصالح. (الدرالمختار ج ۶ / ص ۵۵۹ / ۵۶۰ زکریا)

مدرسہ کی رقم کسی دوسرے مدرسہ یا کسی کو قرض دینا

اراکینِ مدرسہ یا مہتمم ،یا ناظم مدرسہ کے امین ہیں مدرسہ کی تحویل امانت ہے، امین کو امانت سے قرض دینا جائز نہیں البتہ اگر چندہ کی رقم ہو اور چندہ دینے والوں کی طرف سے اجازت ہو تو پھر گنجائش ہے۔ (مستفاد از فتاوی محمودیہ ج ۱۵ / ص ۵۰۳)

مدرسہ کی اشیاء کو اپنے ذاتی کام میں استعمال نہ کریں

حضرت مولانا خلیل احمدؒ محدث سہارنپور کی خدمت میں ایک صاحب عزیزوں میں سے جو بڑے رتبہ کے آدمیوں سے تھے ملاقات کے لیے تشریف لائے حضرت سبق پڑھا رہے تھے اختتام سبق تک تو حضرت نے توجہ نہیں فرمائی سبق کے ختم ہونے کے بعد حضرت ان کے پاس تشریف لائے انہوں نے اصرار کیا کہ حضرت تشریف رکھیں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مدرسہ نے یہ قالین اسباق پڑھانے کے لیے دی ہے ذاتی استعمال کے لیے نہیں دی۔ (آپ بیتی ج ۱ ص ۳۶)

مسجد کی رقم مدرسہ کی ضرورت میں خرچ کرنا

مسجد کی رقم مدرسہ میں بلاضرورت استعمال نہیں کرنی چاہیے، اور اگر شدید ضرورت کے وقت استعمال کر لی جائے تو جلد از جلد اس کی واپسی کی فکر کریں۔

اما المال الموقوف علی المسجد الجامع ان لم تکن للمسجد حاجة للحال فللقاضی ان یصرف فی ذلک ، لکن علی وجه القرض فیکون دیناً فی مال الفیء(الفتاوی الھندیه ج ۲/ ۴۶۴، کتاب النوازل ج ۱۴/ ص ۲۲۶)

مسجد کی رقم مدرسہ میں یا مدرسہ کی مسجد میں بطور قرض دینا

بہتر تو یہ ہے کہ مسجد اور مدرسہ (جب کہ انکا نظام الگ الگ ہو) کی رقومات بالکل الگ الگ رکھی جائیں، البتہ اگر کبھی سخت ضرورت پیش آجائے اور رقم واپس وصول ہونے پر اعتماد ہو، تو ایک دوسرے مد میں قرض لینے کی بھی گنجائش ہے۔

وعلی الامام ان یجعل لکل نوع من هذه الانواع بیتاً لیخصه ولایخلط بعضه ببعض ، لان لکل نوع حکماً یختص به ، فان لم یکن فی بعضهاشیٔ، فللامام ان یستقرض علیه من النوع الآخر ، ویصرفه الی اهل ذلک ثم اذاحصل من ذلک النوع شیٔ رده فی المستقرض منه . (تبیین الحقائق ، کتاب السیر

/باب العشر والخراج والجزیة ۴/ ۱۷۱ دارالکتب العلمیه بیروت، کتاب النوازل ج۱۴ /ص ۲۲۶)

مدرسہ کے مائک کا استعمال خارجی امور میں کرنا

مدرسہ کے مائک کا استعمال خارجی امور مثلاً گم شدہ چیز کا اعلان، خرید وفروخت کا اعلان، یا کسی اور ایسی بات کی خبر دینا جس کا تعلق مدرسہ سے نہ ہو...... کے لیے درست نہیں ہے۔

فان کان الوقف معیناً علی شیئ یصرف علیه . (شامی، کتاب الوقف ج۴/ص۳۶۶، سعید)

مدرسہ کے موٹر کا پانی محلّہ کی مسجد میں صرف کرنا

جو موٹر مدرسہ کی رقم سے خریدا گیا ہے اس کا پانی اہل مدرسہ ہی کی ضروریات میں خرچ ہونا چاہیے ہاں اگر کسی شخص نے موٹر چندہ میں دیا ہے اور اس کی نیت یہ ہے کہ سبھی پانی حاصل کرنے والے اس سے فائدہ اٹھائیں تو اس کا پانی مسجد میں بھی پہنچایا جاسکتا ہے۔

علی انهم صرحوا أن مراعاة غرض الواقفین واجبة . (شامی کتاب الوقف /مطلب مراعاة غرض الواقفین واجبة والعرف یصلح مخصصاً ج۶/ص ۶۶۵ زکریا ج۴/ص ۴۴۰، کتاب النوازل ج۱۴/ص ۲۳۰)

مدرسہ کے جنریٹر کا کنکشن محلّہ کی مسجد میں دینا

جس جگہ مسجد اور مدرسہ کا نظام الگ الگ ہو اور مدرسہ میں دی جانے والی رقم کا منشا صرف مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرنا ہو تو وہاں اگر مدرسہ کی رقم سے جنریٹر خریدا گیا ہے تو اس کی روشنی مسجد میں مفت استعمال نہ کی جائے بلکہ مسجد کی طرف سے اس روشنی پر کچھ کرایہ مقرر کر دینا چاہیے تاکہ چندہ دہندگان کے مقصد کی خلاف ورزی نہ ہو۔ (فتاوی محمودیہ ج۱۴/ص۶۴۹ ڈابھیل)

وهنا الوکیل انما یستفید التصرف من المؤکل وقد امره بدفع الی فلان

فلایملک الدفع الاغیرہ. (ردالمحتار / کتاب الزکوٰۃ ج ٢/ص ٢٦٩ کراچی، کتاب النوازل ج ١٤/ص ٢٣١)

مدرسہ کا پانچ ہزار کا درخت سوروپیہ میں فروخت کرنا

مدرسہ قوم کی امانت ہے مہتمم مدرسہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ مدرسہ کے درخت یا کسی اور چیز کو عام قیمت سے کم پر بیچے جس میں غبن فاحش ہواس لیے مدرسہ کے ذمہ داران حضرات اور محلّہ کے بااثر لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس بیع کو فسخ کریں یا مناسب قیمت وصول کریں۔

ولاتجوز اجارۃ الوقف الاباجرالمثل (الفتاوی الھندیة: الباب الخامس من کتاب الوقف ج ٢/ص ٤١٩ کتاب النوازل ج ١٤/ص ٢٣٢)

مدرسہ کا سامان اینٹ وغیرہ مسجد میں استعمال کرنا

ایک وقف کا سامان دوسرے وقف میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

وقد علم منه أنه لایجوز لمتولی الشیخونیة بالقاهرة صرف أحد الوقفین للآخرة (البحرالرائق / کتاب الوقف ج ٥/ص ٣٦٢/ زکریا، کتاب النوازل، ج ١٤/ص ٢٣٦)

مدارس میں حرام یا مشتبہ مال لگانا

مدرسہ میں سودی رقم یا طوائف کا پیسہ لگانا

مدرسہ خالص دینی ادارہ ہے اس میں حرام کمائی لگانا جائز نہیں لہٰذا سودی رقم اور طوائف کا پیسہ مدرسہ میں لگانا جائز نہیں بلکہ سودی رقم اور حرام پیسہ کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس کو کسی بھی عنوان سے اصل مالک کو واپس کردیا جائے۔

اکل الربا وکاسب الحرام اهدٰی الیه او اضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولایاکل مالم یخبره ان ذلک المال اصله حلال ورثه او استقرضه. (هندیه کتاب الکراهیة ج ٥/ص ٣٤٣/ رشیدیه)

ولایقبل اللہ الا الطیب (الحدیث: صحیح البخاری باب الصدقۃ من کسب طیب ج ۱/ص ۱۸۹ ،قدیمی)

غیر مسلم کا مدرسہ میں چندہ دینا

اگر غیر مسلم خلوص نیت کے ساتھ مدرسہ کا کسی قسم کا تعاون کرتا ہے اور آئندہ اس سے کسی فتنہ کا اندیشہ نہیں تو غیر مسلم کا دیا ہوا چندہ مدرسہ کے لیے قبول کیا جا سکتا ہے۔ (امداد الفتاوی ج ۲/ص ۶۸۸)

اعلم ان وصایا الذمی ثلاثۃ اقسام: الاول جائز بالاتفاق وھو ما اذا اوصٰی بما ھو قربۃ عندنا وعندہ کما اذا اوصٰی بان یسرج فی بیت المقدس سواء کان بقوم معنین اولا. الخ (شامی: کتاب الوصایا فصل فی وصایا الذمی وغیرہ ج ۶/ص ۶۹۶/کراچی)

مال حرام سے چندہ جمع کرنا

بعض لوگوں کی آمدنی اکثر یا کل حرام ہوتی ہے جیسے سینما، سٹہ، جوا، شراب وغیرہ کی ایسی ناجائز آمدنی کا پیسہ مدرسہ میں ہرگز قبول نہ کیا جائے، اور ایسی آمدنی والوں کے پاس بغرض چندہ وصولی کے لیے بالکل بھی نہ جایا جائے۔

البتہ اس طرح کا ناجائز مال مدرسہ میں آجائے تو اس کا مصرف غریب طلبہ ہی ہیں، تنخواہ وتعمیر وغیرہ میں اس کو خرچ نہ کیا جائے۔ (فتاوی محمودیہ ۱۵/باب ما یتعلق بالمدارس ص ۲۰۶/تا/ ۲۱۱)

اٰکل الربا وکاسب الحرام اھدٰی الیہ او اضافہ وغالب مالہ حرام لایقبل ولایاکل مالم یخبرہ ان ذلک المال اصلہ حلال ورثہ او استقرضہ. (ھندیہ کتاب الکراھیۃ ج ۵/ص ۳۴۳/رشیدیہ)



مطبخ اور اسکے احکام

تنخواہ دار مدرس وملازم کا مدرسہ کا کھانا کھانا

زکوۃ کے مال سے تنخواہ دار ملازم کو کھانا دینا جائز نہیں ہے، ایسے ملازمین کے لیے مدرسہ کے امدادی فنڈ سے الگ سے کھانے کا نظم ہونا چاہیے، اگر یہ صورت نہ ہو تو مجبوری میں دو طریقے اپنائے جاسکتے ہیں:

(الف) ایک طریقہ یہ ہے کہ با قاعدہ تملیک شرعی کے بعد ہی مدرسہ کا کھانا تیار کرایا جائے، تا کہ مکمل کھانا امدادی مد سے ہو جائے۔

(ب) دوسری شکل یہ کہ ہر ملازم کی طرف سے من جانب مدرسہ ہر مہینہ امدادی فنڈ سے خوراکی کی رقم مطبخ میں جمع کی جائے۔

(ج) تیسری شکل یہ ہے کہ کسی بھی زکوۃ کے مستحق طالب علم کو اہتمام کی طرف سے دو خوراک کی منظوری دیجائے جسمیں سے ایک خوراک طالب علم اپنی خوشی سے استاذ کو ہدیہ کردے۔

قال الله تعالى: انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين. الأية (التوبة أيت ٦٠)

الزكوة تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير (شامی کتاب الزکوة ج۳/ص ۱۷۱، ۱۷۲)

قال الله تعالى: ومن كان غنياً فليستعفف ومن كان فقيراً فلياكل بالمعروف(النسآء جزء آيت ٦ ،بحواله كتاب النوازل ج۱۴/ ۵۷)

مدرسین کے لیے خاص کھانا بنوانا

مجلس منتظمہ کی اجازت سے اگر مدرسہ کے روپیہ سے مدرسہ کے طلبہ کے لیے عام کھانا اور مدرسین کے لیے خاص کھانا پکوایا جائے تو یہ خاص کھانا مدرسین کے لیے جائز ہے۔

حدیث میں ہے کہ اَنزِلُوا الناسَ مَنازِلَھم اس حدیث کے پیش نظر تخصیص وتعمیم کے بے شمار واقعات ظاہر ہوتے ہیں حضرت عائشہؓ کے یہاں ایک سائل آیا تو آپ نے اس کو معمولی چیز دے کر روانہ کر دیا، ایک مہمان آیا تو اس کو بٹھا کر اہتمام سے کھانا کھلایا۔

نماز میں بڑے آدمیوں کا صف اول میں کھڑا ہونا اور بچوں کا پیچھے کھڑا ہونا کتب فقہ میں مذکور ہے۔

امام کے قریب اہل علم، اہل عقل کا کھڑا ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

عن عائشةؓ انھاقالت: امرنارسول الله صلی الله علیه وسلم اَنْ نُنزِلَ الناسَ مَنازِلَھم (صحیح مسلم ج ۱/ص ۴/المقدمة)

"لیلینی منکم اولوالاحلام والنھیٰ"

(مشکوٰة المصابیح کتاب الصلوٰة ص۹۸،فتاوی محمودیه ج۱۵/ص ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰/باب مایتعلق بالمدارس)

طلبہ سے کھانے کی فیس جمع کر کے دسترخوان پر کھانے کا پابند کرنا

ایسے طلبہ جنھوں نے طعام فیس جمع کی ہے ان کو تملیکاً کھانا ملنا چاہیے، نہ کہ اباحۃً، اور ان کو حق ہونا چاہیے کہ اپنے حصہ کا کھانا اگر بچ جائے تو وہ اپنے ساتھ کمرے میں لاکر کھا سکتے ہیں، البتہ انتظامی ضرورت ہو تو ترغیب سے کام لیا جائے، اور رہ گیا جمعہ یا چھٹی کے ایام کا کھانا نہ کھانا، یا ایک دو وقت کی بیماری کیوجہ سے کھانا نہ لینا، تو اس میں فیس کی مقدار کم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ ان اوقات میں استحقاق موجود ہے، البتہ اگر بیماری یا رخصت طویل ہو تو یقیناً فیس میں کمی کرنی چاہیے۔

البیع فی اللغة مطلق المبادلة ، وفی الشرع :مبادلة المال المتقوم تملیکاً وتملُّکاً .(قواعد الفقه۲۱۲، کتاب النوازل ج۱۴/ص ۶۴)

غیر حاضری کرنے پر طلبہ کا کھانا بند کرنا

بے اصولی کرنے والے طلبہ کی تادیب کے لیے مدرسہ کی طرف سے کھانا بند کرنے کی سزا شرعاً درست ہے، اور اس درمیان طالب علم کہیں بھی کھانا کھائے یا نہ کھائے اس کا مدرسہ ذمہ دار نہیں بہتر یہ ہے کہ شرائط داخلہ میں کھانا بند ہونے کی شکلیں مرتب کرلی جائیں تاکہ کوئی بے اصولی اور انانیت نہ ہو۔ (مستفاد از امداد الفتاوی ج ۲ ر ص ۵۴۲)

تنخواہ سے خوراکی وضع کرنا اور صدقہ کا کھانا کھانا

اگر مدرس کی طرف سے خوراکی کی رقم وضع کرنے کے بعد اس کے نام پر طعام جاری کیا جاتا ہے، تو اس طرح مدرسہ سے بالعوض طعام حاصل کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، لیکن مدرسہ میں جو کھانا صدقہ کے نام سے آتا ہے تو مدرسہ کے ملازمین اس کے مستحق نہیں ہیں، اگر ملازمین کو صدقہ کا کھانا کھلا دیا جائے تو کھانے کے بقدر رقم مدرسہ کی طرف سے صدقہ کی مد میں جمع کرنی ضروری ہوگی، اور احوط اور بہتر شکل یہ ہے کہ مطبخ میں جو بھی رقم صرف ہو یا جو بھی کھانا آئے اس کی پیشگی تملیک کرالی جائے تاکہ کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۲۲/۱۲)

ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً. (الدر المختار مع الشامی ۳/ ۲۹۱ زکریا)

اذاانعقد بیعاًبالتعاطی وقت الاخذ مع دفع الثمن قبله فکذااذاتأخر دفع الثمن بالأولی. (شامی ۷/ ۳۱ زکریا)

مدرسہ کا کھانا مہتمم کے گھر اور گھر کا کھانا مدرسہ کے تندور پر لگانا؟

معاملات پوری دیانت کے ساتھ صاف صاف طے کرنے چاہئیں، لہٰذا جب مہتمم کے گھر کی روٹیاں مدرسہ کے تنور پر پکوائی جائیں، تو مہتمم کو چاہیے کہ اس کا مناسب معاوضہ مدرسہ میں جمع کرائے، اور جب مدرسہ کا سالن مہتمم کے گھر پکایا جائے تو اس کا مناسب عوض مدرسہ سے وصول کرلے، اور حتی الامکان گھر کا سالن مدرسہ کے سالن سے الگ پکایا جائے، اگر اس میں سخت

دشواری ہوتو صحیح حساب لگا کر ساتھ میں بھی پکانے کی گنجائش ہے، مگر مہتمم کو بہر حال اس میں احتیاط کرنا لازم ہے، تا کہ وہ متہم نہ ہو۔

قال الله تعالی و لاتاکلوا اموالھم الی اموالکم انه کان حوباً کبیراً (النسآء جزء آیت: ۲، بحوالہ کتاب النوازل ج ۱۴/ ص ۲۰)



حیلۂ تملیک

حیلۂ تملیک کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کے مال کا بالکلیہ مالک بنادیا جائے کہ یہ مال تمہارا ہے تم جو چاہو کرو، پھر اس سے کہا جائے کہ مدرسہ میں فلاں جگہ پر خرچ کی ضرورت ہے تم اپنی طرف سے خرچ کر کے ثواب کماؤ، اگر وہ برضاء ورغبت اس جگہ خرچ کردے گا تو اس عمل کا اسے ثواب ملے گا اور زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی؛ تاتارخانیہ میں ہے:

والحیلة لمن اراد ذٰلک ان یتصدق ینوی الزکوٰة علی فقیر ثم یأمر بعد ذٰلک بالصرف الی ھٰذه الوجوه فیکون لصاحب المال ثواب ولذالک الفقیر ثواب ھٰذاالصرف (ج۳/ص۲۰۸/ کذافی ردالمحتار ج۳/ص ۱۹۱)

(۲) کسی غریب آدمی سے کہا جائے کہ مدرسہ میں اس وقت پیسہ کی ضرورت ہے، تم اپنے طور پر کسی سے پیسہ قرض لے کر مدرسہ کی امداد کردو، ان شاء اللہ تمہارے قرض کی ادائیگی کا ہم انتظام کردیں گے، اور تم کو مفت میں ثواب مل جائے گا...... پھر غریب کے قرض کی ادائیگی زکوٰۃ کی رقم سے کردی جائے، تو بلاشبہ زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔

کمافی الھندیه والدفع الی من علیه الدین اولی من الدفع الی الفقیر. (ج ۱/ص۱۸۸)

(۳) مدرسہ کا جتنا ماہانہ خرچ بشمول مطبخ ،تعلیم اور تنخواہِ مدرسین آتا ہواس کوطلبہ کی تعداد پر تقسیم کرکے جو حاصل آئے ،اتنی رقم ہر مستحق طالب علم پر بطور فیس مقرر کردیجائے ،اور ہر مہینہ فیس کے بقدر رقم کا اس طالب علم کو مالک بنا کر اس سے بطور فیس واپس لے لی جائے تو فیس کی شکل میں جو رقم واپس آئیگی اس کو مدرسہ کی ہر طرح کی ضرورت میں خرچ کرنا جائز ہوگا، یہ شکل سب سے بہتر اور پسندیدہ ہے۔

(فتاوی رحیمیہ ،ج ۵رص ۱۵۰ر فتاوی محمودیہ ڈابھیل ج۹رص ۶۰۳رمحمود الفتاوی ج۲ر۷۴رکتاب المسائل ج۲ر۱۹۴)

واضح رہے کی حیلۂ تملیک کے بعد بھی وہ رقم مدرسہ ہی میں خرچ ہوگی ، ذمہ داران مدرسہ اپنی ضرورتوں میں خرچ کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے ،بعض مدارس کا حال ناگفتہ بہ ہے ، ذمہ داران مدرسہ اپنی تنخواہ متعین نہیں کرتے وہ کفاف کے نام پر اپنی ذات اور اپنے اہل عیال پر بے تحاشا خرچ کرتے ہیں ،ان کو خوف خدا رکھنا چاہیے کہ وہاں کوئی حیلہ کام نہ آئیگا ،انہیں خیر القرون کے محتاط بزرگوں اور امیروں کو نمونہ بنانا چاہیے۔

حیلۂ تملیک کی کہاں اجازت ہے

حیلۂ تملیک صرف ایسی دینی ضروریات کے لیے جائز ہے جن کے بغیر اسلامی شعار اور دینی علوم ضائع ہونے کا سخت خطرہ ہو، حیلۂ تملیک کے بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر منشاء شریعت کی تکمیل کے لیے حیلہ کیا جائے تو بلا کراہت اس کی گنجائش ہوتی ہے اور اگر مقاصد شریعت کو نظر انداز کرکے حیلہ کیا جائے تو اب حیلہ سخت مکروہ ہوتا ہے۔

تاتارخانیہ میں ہے: **فذهب علمائنا ان كل حيلة يحتال بها الرجال لابطال حق الغير او لادخال شبهة فيه او لتموية باطل فهي مكروهة.**

وفي العيون وفي جامع الفتاوى لايسعه ذٰلک وكل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام او يتوصل بها الى حلال فهي حسنة (تاتارخانية

ج۱۰/ص۳۱۳/کفایة المفتی ج۴/ص۲۸۵)

زکوۃ کے مستحق طلبہ سے تملیک کرا کر زکوۃ کی رقم تنخواہ میں دینا

چونکہ زکوۃ کے مستحق طلبہ کی ایک معتد بہ تعداد بڑے مدارس میں موجود رہتی ہے، اورزکوۃ وغیرہ کی رقم وصول کئے بغیر ان طلبہ اور دیگر طلبہ کی رہائش اور تعلیمی ضرورت بحالات موجودہ پوری نہیں ہوسکتی؛ لہٰذا مجبوراً اورضرورت کی بنا پر بقدرضرورت روپیہ تملیک کر کے تنخواہ وغیرہ جیسی ضروریات میں لگانے کی شرعاً گنجائش ہے، تاہم کوشش برابر جاری ہے کہ مدارس کے پاس امداد کا فنڈ اتنا ہوجائے کہ اسے اپنی ضررت کے لیے کسی حیلہ کی ضرورت نہ ہو۔

والاحتيال للهروب عن الحرام والتباعد عن الوقوع في الاثام لاباس به بل هومندوب اليه .(عمدة القاری شرح صحيح البخاری ۱۸/۱۰۸)

چندہ کی رقم کو ازخود تملیک کر کے بطور تنخواہ استعمال کرنا

مدارس میں آمدہ رقوم کی تملیک کا اختیار صرف مہتمم کو ہی حاصل ہے، سفراء یا اساتذہ کو انفرادی طور پر یہ حق نہیں ہے کہ وہ خود ہی تملیک کر کے اپنی تنخواہوں میں خرچ کرلیں اس لیے کہ تملیک صرف ضرورت کے وقت ہوتی ہے اورضرورت ہے یانہیں اس بارے میں مہتمم ہی فیصلہ کرسکتا ہے تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے مدرسین کے لیے چندہ کی رقومات براہ راست یا تملیک کر کے اپنے استعمال میں لینا بالکل درست نہ ہوگا۔(مستفاد از فتاوی خلیلیہ ج۱/ص۳۲۵، کتاب النوازل ج۱۴/ص۱۴۱)



ایڈڈ مدارس کے شرعی احکام

مدارس اسلامیہ کو سرکاری امداد لینا

حکومت اگر خوشی سے امداد دے اور اس کے حصول میں کوئی ناجائز ذریعہ نہ اپنائے تو رقم لینا شرعاً منع نہیں ؛لیکن دینی مدارس کے مصالح کے خلاف ہے ؛ اس لیے کہ تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ سرکاری امداد لینے والے مدارس عموماً تعلیمی تنزلی کا شکار رہتے ہیں، نیز بسا اوقات حکومت کی دخل اندازی کا بھی اندیشہ رہتا ہے اس لیے سرکاری امداد سے مدارس اسلامیہ کو اجتناب کرنا ہی اولی ہے۔

ومصرف الجزية والخراج ومال التغليبي وهديتهم للامام مصالحنا كسدثغوراًوبناءٍ قنطرةٍ وجسر وكفاية العلماء والمتعلمين وبه يدحل طلبة العلم (تنویر الابصار مع الدر المختار ج٦/ص٣٤٨/زکریادیوبند)

پرائمری مدرسہ کو الہ آباد بورڈ سے ایڈڈ کرانا

مدرسہ کو ایڈڈ کرانے کی اگرچہ گنجائش ہے، لیکن ایڈڈ کرانے کے بعد جو عام طور پر تعلیمی انحطاط اور بد دیانتی کا ظہور ہوتا ہے اس سے بچنا نہایت ضروری ہے کم وسائل اور آمدنی کے ساتھ دین کی اشاعت وحفاظت زیادہ کار ثواب ہے اس کے مقابلہ میں زیادہ آمدنی کے لالچ اور طمع میں مدرسہ کے اصل مقصد قیام کو پس پشت ڈالدینا نہایت مضر ہے جیسا کہ عام طور پر ایڈڈ مدارس میں ہو رہا ہے اس لیے حالات وضروریات کو سامنے رکھ کر اور ذاتی مفاد سے اوپر اٹھ کر اور دین کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھ کر ہی اس بارے میں کوئی اقدام کرنا چاہیے۔ (فتاوی محمودیہ ج۱۴/ص۱۴۱)

عن ابی هريرةؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بدأ الاسلام غريباً فطوبى للغرباء الذين يصلحون ماافسدالناس (سنن الترمذی رقم:۲۶۳۸)

محض خانہ پوری کر کے سرکاری امداد وصول کرنا

سرکاری امدادی مدارس میں مقررہ ضابطوں کے خلاف محض جعلی خانہ پوری کر کے تنخواہوں کا انتظام کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اس دھوکہ دہی کے اصل ذمہ دار تو مذکورہ مدارس کے غیر محتاط منتظمین ہیں، لیکن ملازمین بھی اپنی ذمہ داری سے اس وقت تک بچ نہیں سکتے، جب تک کہ وہ منتظمین کو اس بددیانتی سے روکنے کی کوشش نہ کریں، منتظمین پر لازم ہے کہ وہ کسی طرح کے فریب کے بغیر ضابطہ کے مطابق واقعۃً جس ملازم کا جو حق بنتا ہے وہ بلا کم وکاست اس تک پہنچائیں، اور جو شخص ضابطہ میں مستحق نہ ہو اسے سرکاری امداد کی رقم میں سے کوئی حصہ نہ دیں۔

عن عبدالله بن عمروؓ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: اربع من کن فیه کان منافقاً خالصاً، ومن کانت فیه خصلةٌ منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها: اذاأتمن خان، واذاحدَّث کذب، واذاعاهد غدر، واذاخاصم فجر. (صحیح البخاری کتاب الایمان/باب علامة النفاق ۱/۱۰/رقم: ۳۴/دار الفکر بیروت)

اسکول، کالج میں زکوٰۃ دینا

زکوٰۃ مسلم فقراء کا حق ہے؛ لہٰذا زکوٰۃ فقراء اور غرباء پر تملیکاً خرچ کی جائے، اسکول وکالج کے اخراجات (ٹیچرس کی تنخواہیں، تعمیرات، زمین کی خریداری وغیرہ) زکوٰۃ کی رقم سے پورے کرنا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا مصرف زکوٰۃ نہ پائے جانے کی وجہ سے اسکول وکالج میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے بلکہ اسکول وکالج کے اخراجات فیس سے پورے کئے جائیں اگر اخراجات کے پورا کرنے میں دشواری ہو تو فیس بڑھائی جاسکتی ہے البتہ اگر اسکول میں غریب ونادار مسلم بچے پڑھتے ہوں تو خاص ان کو زکوٰۃ کی رقم مالکانہ حیثیت سے دے دینا درست ہے، پھر اگر وہ اپنی خوشی سے بلا جبر واکراہ اس رقم کو اپنی فیس میں دے دیں تو اس فیس کی رقم کو اسکول وکالج کے اخراجات میں لگانا درست ہے۔

نوٹ: ان بچوں کے متعلق مستحق زکوۃ ہونے کی تحقیق کرلیناضروری ہے، جس کا معیار یہ ہے کہ ان میں جو بچے بالغ ہوں وہ خود صاحب نصاب نہ ہوں اور جو نابالغ ہوں، وہ اوران کے والد صاحب نصاب نہ ہو نیز یہ بچے سادات خاندان سے بھی نہ ہوں تو اب وہ مستحق زکوۃ ہیں۔

قال تعالیٰ: انماالصدقات للفقراء (التوبہ آیۃ/ ٦٠)

الزکاۃ هو تملیک المال من فقیر مسلم (البحرالرائق ج۲/ص ۲۰۱)

أواصلح أو أورع أوأنفع للمسلمین.(درمختار ج۲/ص ۳۵۴، کراچی)

ولاإلی غنی یملک قدرنصاب فارغ عن حاجته الأصلیه من أی مال کان الـخ......ولاإلی طفله بخلاف ولده الکبیر ......ولاالی بنی هاشم الخ.(الدرالمختار مع رد المحتار ،کتاب الزکوٰۃ باب المصرف ج۳/ص ۲۹۵/ ۲۹۹،ط:زکریا)

وطفل الغنية فیجوز لانتفاء المانع .(شامی ج۲/ ۳۴۹)

ایڈڈ مدارس میں زکوٰۃ دینا

ایڈڈ مدارس (سرکاری امداد یافتہ مدارس) میں اگر نادار طلبہ کے قیام وطعام کا نظم ہو تو ان کے لیے زکوٰۃ لینا درست ہے، بشرطیکہ زکوٰۃ احتیاط کے ساتھ مصرف میں خرچ کی جاتی ہو۔

قال الله تعالیٰ: انماالصدقات للفقراء (التوبہ آیۃ ٦٠)

مصرف الزکوٰۃ هو فقیر وهو من له ادنی شیئ أی دون نصاب . (الدرالمختار مع الشامی ج۳/ص ۲۸۳، کتاب النوازل ج۷/ص۱۴۸)

حتی لودفع بلا تحر لم یجز إن أخطأ .(الدرالمختار مع رد المحتار ج۳/ص ۳۰۲)

ایڈڈ مدارس میں امدادی چندہ کرنا

ایڈڈ مدارس کے مصارف حتی الامکان سرکاری امداد یا فیس وغیرہ سے پورے کئے جائیں، لیکن اگر سرکاری امداد یا فیس سے مصارف پورے نہ ہوتے ہوں تو نفلی عطیات کی وصولی درست ہے۔

عن فاطمة بنت قيس عن النبي ﷺ قال إن في المال حقا سوى الزكوٰة

.(سنن الترمذی ج ۱ / ص ۱۴۳)

من سألكم بالله فأعطوه......(السنن الكبرى ج ۴ / ص ۳۳۴ رقم: ۷۸۹، ط: بیروت)

حکومت سے منسلک دینی درسگاہوں میں تعلیم دینا؟

دینی تعلیم وغیرہ پر سرکاری ملازمت فی نفسہ جائز ہے۔(فتاوی محمودیہ ج ۱۵ / ص ۵۵۳ / ڈابھیل)

لیکن مدرسین وذمہ داران کو دیانۃً اپنی ذمہ داریاں ادا کرنا لازم ہیں، عام طور پر سرکاری مدرس میں اس کے متعلق سخت کوتاہیاں پائی جاتی ہیں۔

ومصرف الجزية والخراج ومال التغليبي وهديتهم للامام مصالحنا كسدثغور أوبناءٍ قنطرةٍ وجسر وكفاية العلماء. (الدرالمختار)

وكذاالنفقة على المساجد كما في زكاة الخانية، فيدخل فيه الصرف على اقامةشعائر هامن وظائف الامامة والاذان ونحوهما. (شامی كتاب الجهاد /مطلب في مصارف بيت المال ۲۱۷/۴)

ایڈڈ مدارس میں ملازمت کرنا؟

ایڈڈ مدارس میں ملازمت فی نفسہ جائز ہے، لیکن ملازم کے لیے کسی خلاف شرع کام کا ارتکاب کسی حال میں درست نہیں، اور اگر انتظامیہ کی طرف سے خلاف شرع کام پر جبر کیا جائے تو ایسی ملازمت چھوڑ دینی چاہیے۔

قال الله تعالى: ولاتعاونوا على الاثم والعدوان. (المائده جز آية ۲/)

ایڈڈ مدرسہ میں قانون کے خلاف جھوٹ بول کر کسی کا تقرر کرنا؟

کسی بھی ادارہ میں منتظم کے لیے قوانین کی خلاف ورزی اور خیانت جائز نہیں ہے، جو کام بھی ہو ضابطہ اور قانون کے تحت صاف ستھرے انداز میں ہونا چاہیے، اور جو منتظم اپنی ذمہ داری

دیانت کیساتھ ادانہ کرسکے وہ اس عہدہ کے لائق نہیں ہے۔

حدیث عمر: ثم یلیه ذو الرأی من اهلها وفی روایة من اهله ، وقد تقدم مراراً وفی روایة عمر بن شبة عن یزید بن هارون عن ابن عون :واوصی بها عمر الی حفصة ام المؤمنین، ثم الی الاکابر من آل عمر ، وفی روایة ایوب عن نافع عند احمد ذو الرأی من آل عمر. (قاله الحافظ فی الفتح ۵/۳۰۰،المسند للامام احمد ۲/۱۲۵ بحواله اعلاء السنن ۱۳/۲۱۴ رقم : ۴۵۵۲ دار الکتاب العلمیه بیروت)

ایڈڈ مدارس کا رشوت لے کر استاذ کا تقرر کرنا؟

ایڈڈ مدارس کا مذکورہ امور کے لیے رشوت کالین دین کرنا ہرگز جائز نہیں۔

عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنه قال: لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم الراشی والمرتشی .(سنن ابی داؤد کتاب القضاء /باب فی کراهیة الرشوة ص ۶۷۲)

فرضی خانہ پوری کر کے سرکاری تنخواہ حاصل کرنا؟

جھوٹ فریب اور رشوت دے کر سرکاری تنخواہ لینا اور فرضی خانہ پوری کرادینا قطعاً درست نہیں ہے، یہ حکومت کے ساتھ خیانت اور دھوکہ دہی ہے، جو کسی طرح جائز نہیں۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مرَّعلٰی صُبرةٍ من طعامٍ ، ثم قال من غشَّ فلیس منَّا (سنن الترمذی باب ماجآء فی کراهیة الغش فی البیوع ج ۱/ص ۲۴۵ ،سنن ابی داؤد ۲/۴۸۹)

ایڈڈ مدرسہ کے مہتمم کا اساتذہ کی تنخواہ میں اپنی طرف سے کمی کرنا

حکومت جو تنخواہ دیتی ہے وہ عمل کا معاوضہ ہے اور یہ شرعاً اجارہ کا معاملہ ہے، اس لیے جو حکومت کے مدرسہ کے ملازم ہیں وہ اپنی تنخواہ لینے کے مستحق ہیں، مہتمم کو اس میں کٹوتی کا اختیار نہیں ہے، اور تنخواہ کم دینا اور رجسٹر پر پوری تنخواہ کے دستخط کرانا قطعاً دھوکہ اور خداع ہے، اس کی کسی

حال میں اجازت نہیں ہے، اسی طرح جو لوگ تدریس کے بغیر تنخواہ حکومت سے لیتے ہیں، ان کے لیے بھی یہ تنخواہ ہرگز حلال نہیں ہے، وہ عنداللہ سخت مجرم ہیں اور ان کے اس فعل پر راضی رہنے والے اور ان کا دفاع کرنے والے عنداللہ اپنا دامن نہیں بچا سکتے۔

عن ابن مسعودؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من غشّنا فليس منا، والمَكرُ، والخِداعُ في النار. (المعجم الكبير والصغير للطبراني ج۲/ص ۲۶۱)

سرکاری وظائف (اسکالرشپ) کا حکم

حکومت کی طرف سے مدارس دینیہ کے طلبہ وطالبات کو جو رقم بطور امداد دی جارہی ہے اس کے لینے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ یہ رقم اصل مستحق طلبہ تک پہنچا دی جائے اور سرکار کی طرف سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ (مستفاد از فتاوی رحیمیہ ج۶/ص۳۱۶، کتاب النوازل ج۱۴/ص۱۱۳)

طلبہ کی تعداد زیادہ بتا کر سرکار سے زیادہ رقم لینا

یہ جھوٹ اور فریب بالکل جائز نہیں۔ اور استحقاق سے زائد رقم سرکاری خزانہ میں لوٹانا لازم ہے۔

عن ابي هريرةؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم...... ثم قال: من غشَّ فليس منَّا. (سنن الترمذی / باب ماجاء فی کراهية الغش فی البيوع ج۴/ص ۲۴۵)

غیر موجود طلبہ کے سرکاری وظیفہ کا حکم

وظیفہ کی رقم جن طلبہ کے نام آتی ہے وہی اس کے مستحق ہیں، اگر وہ موجود نہیں ہیں تو ان کے حصہ کی مابقیہ رقم سرکار کو واپس کردینا لازم اور ضروری ہے، کسی دوسرے طالب علم یا کسی دوسرے مدرسہ کے طلبہ میں اس وظیفہ کو تقسیم کرنا جائز نہیں۔ (فتاوی محمودیہ ج۱۴/ص۱۴۱ ڈابھیل)

لايجوز التصرف في مال غيره بلااذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامی کتاب الغصب / مطلب فی مایجوز من التصرف بمال الغیر ج۹/ص ۲۹۱، زکریا)

طلبہ کے وظیفہ سے مدرسہ کی تعمیر کرنا؟

سرکار کی طرف سے جن طلبہ کے نام وظیفہ آتا ہے انہیں نہ دے کر مدرسہ کی تعمیرات ودیگر امور میں صرف کرنا درست نہیں ہے، لیکن اگر وہ طلبہ جن کے نام وظیفہ آیا ہے، بالغ ہوں وہ رقم لے کر بخوشی بلا کسی دباؤ کے اہل مدرسہ کو واپس کردیں تو اس رقم کو مدرسہ کی تعمیرات ودیگر ضروریات میں صرف کیا جاسکتا ہے۔

المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوكة كيف شآء. (بیضاوی ج ۱ / ص ۷ سورة الفاتحه)



مدرسہ کے قوانین وضوابط

مدارس کے ملازم اجیر بالعمل ہیں یا اجیر فی الوقت

مدراس اسلامیہ کا عرف اس زمانہ میں یہ ہے کہ ملازمین ومدرسین ومنتظمین وقت مقرر میں امور مفوضہ کی تکمیل کیا کریں اور یہی ضابطہ مقرر اور معروف ہے اور شریعت اسلامیہ میں اس طرح کا معاملہ کرنا جائز اور مشروع ہے؛ اس لیے مدارس اسلامیہ کے ملازمین اجیر بالعمل فی الوقت ہیں، لہٰذا عمل نہ کرنے اور وقت مقررہ میں حاضر نہ ہونے پر مقررہ ضابطہ کے مطابق مواخذہ جائز ہے۔

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. الخ (عقود رسم المفتی ص ۹۵، قواعد الفقه ص ۷۴، رقم: ۱۰۱، مستفاد امداد الفتاوی ج ۳ / ص ۳۴۸ / ۳۴۹ / ۳۵۶، فتاوی محمودیه ج ۱۶ / ص ۵۷۲، ڈابھیل، فتاوی قاسمیه ج ۱۹ / ص ۹۶)

جھوٹی حاضری لگا کر تنخواہ لینا

استاذ کے لیے جھوٹی حاضری لگا کر تنخواہ لینا قطعاً ناجائز ہے، صرف جتنے دن حاضری کے بنتے

ہوں، ان کی تنخواہ لینا درست ہے۔

خصوصاً إذاقال: من غاب عن الدرس قطع معلومه، فيجب اتباعه . (شامی، مطلب في الغيبة التي يستحق بها عن الوظيفة ج٦/ص ١٣١ ٦، زكريا)

نابینا استاذ کا طلبہ سے خدمت لینا

طلبہ اگر بخوشی نابینا استاذ کی خدمت کرتے ہیں اوراس سے مدرسہ کے قوانین وغیرہ کی بھی کوئی خلاف ورزی نہیں ہوتی ،تو اس میں کوئی حرج نہیں ، بلکہ یہ عمل موجب اجر وثواب ہے۔

عن ابی ذرؓ قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تَبَسُّمُکَ فی وجهِ اخيکَ صدقةٌ ، وأمرُکَ بالمعروفِ ونهيُکَ عنِ المنكرِ صدقةٌ ، وإماطةُ الَاذٰی والشَوکِ والعظمِ عن الطريقِ لکَ صدقةٌ.وإفراغُکَ مِن دلوِکَ فی دلوِ اخيکَ لَکَ صدقةٌ وزادَ وعظهم وبصرک للرجل الردى البصر لک صدقةٌ

.(رواه ترمذی وحسنه ، وابن حبان فی صحيحه، الترغيب والترهيب ص ٥٧٢/رقم ۴٠٩۴بيت الافكار الدوليه ، كتاب النوازل ج١۴/ص ٦١)

طالب علم سے سالانہ پیشگی فیس مکمل وصول کرنا

تعلیمی فیس میں اجرت وقت کی بنیاد پر نہیں لی جاتی ہے، بلکہ نفس تعلیم پر لی جاتی ہے،لہٰذا تعلیم چند دنوں کی ہو یا پورے سال کی ہو،اس کی فیس یکساں مقرر کرنے کی گنجائش ہے،اس بناء پر اسے ماہانہ فیس کا نام نہ دے کر سالانہ فیس کا عنوان دیا جائے اوراسکو پیشگی اصول کرنا جائز ہے۔

وتستحق (الاجر)باحدى معانی ثلاثة :امابشرط التعجيل اوبالتعجيل من غير شرط. (الهدايه/باب الاجر متى يستحق ج٣/ص ٢٩۴، كتاب النوازل ج١۴/ص ٦٢)

طلبہ سے ایام تعطیل کی فیس لینا

اگرکسی مدرسہ اوراسکول کا ضابطہ یہ ہو کہ ایام تعطیل کی فیس بھی جمع کرنی پڑیگی،تاکہ طالب علم

کی نسبت اور داخلہ اسکول میں برقرار رہے، تو ایسے اسکول میں ایام تعطیل کی فیس کا لین دین جائز ہے، اور اگر کسی طالب علم یا اسکے اولیاء کو ان ایام کی فیس دینے پر اتفاق نہ ہو تو اپنے بچوں کو اس اسکول سے دوسری جگہ منتقل کر سکتے ہیں۔

عن عمرو بن عوف المزني عن ابيه عن جده ؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ الاصُلْحاً حَرَّمَ حَلالاً او اَحَلَّ حَرَاماً وَالْمُسْلِمُوْنَ عَلى شُرُوْطِهِمْ اِلَّاشَرطاً حَرَّمَ حَلالاً او اَحَلّ حراماً. (سنن الترمذی، ابواب الحکام /باب ماذکر عن النبی صلی اللہ وعلیہ وسلم فی الصلح بین الناس ج ۱/ص ۲۵۱، کتاب النوازل ج ۱۴/ص ۶۲/۶۳)

طلبہ سے غیر حاضری پر جرمانہ (فائن) لینا

سزا کے طور پر بچوں سے مالی جرمانہ لینے کی اجازت نہیں ہے، یہ رقم انھیں واپس لوٹا دیجائے۔

والحاصل ان المذهب عدم التعذير بأخذ المال (شامی /باب التعذیر مطلب فی تعذیر یأخذ المال ج ۶/۱۰۶ زکریا، کتاب النوازل ج ۱۴/ص ۶۵)

طالب علم کی عدم موجودگی میں استاذ کا حاضری لگانا

غیر حاضری کے باوجود حاضری لگانے کی کارروائی خواہ استاذ کی طرف سے ہو، یا طلبہ کی طرف سے قطعاً جھوٹ اور دھوکہ ہے، شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔

عن ابی هريرة ؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال: من غشَّ فليس منا (سنن الترمذی باب ماجاء فی کراھیۃ الغش فی البیوع ج ۱/ص ۲۴۵، سنن ابی داؤد ۲/۴۸۹، صحیح مسلم ج ۱/۷۰)

مدرسہ کے اوقات کے سلسلہ میں حددرجہ احتیاط رکھنا چاہیے

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ جو گویا مظاہر علوم کے بانی ہیں ان کا یہ معمول تھا کہ

مدرسہ کے اوقات میں جب کوئی مولانا قدس سرہ کا عزیز ذاتی ملاقات کے لیے آتا تو اس سے باتیں شروع کرتے وقت گھڑی دیکھ لیتے تھے اور واپسی پر بھی گھڑی دیکھ لیتے اور حضرت کی کتاب میں ایک پرچہ رکھا رہتا تھا اسپر تاریخ وار منٹوں کا اندارج فرمالیتے تھے اور ماہ کے ختم پر ان کو جمع فرما کر اگر نصف یوم سے کم ہوتا تو آدھے روز کی رخصت مدرسہ میں لکھوادیتے تھے البتہ اگر کوئی فتوی وغیرہ پوچھنے آتا تھا یا مدرسہ کے کسی کام سے آتا تھا تو اس کا اندارج نہیں فرماتے تھے۔(آپ بیتی ص ۳۵)

مدرسہ میں یوم عاشورہ کی تعطیل کرنا درست نہیں

دس محرم کے روزہ کی فضیلت حدیث شریف سے ثابت ہے اور بھی متعدد خصوصیات اس دن کی وارد ہوئی ہیں لیکن اس دن میں تعطیل کرنا اور کاروبار یا مدارس کو بند رکھنا روافض کا طریقہ ہے جس سے اجتناب لازم وضروری ہے۔

من تَشبَّه بقومٍ فهو منهم(مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۵ کتاب اللباس)

کتب خانہ کی کتاب گم ہونے پر ڈبل قیمت وصولنا

اگر کتاب ایسی ہے جو عام طور پر دستیاب ہے تو اس کی مقررہ قیمت ہی لی جائے زیادہ وصول نہ کی جائے زیادہ سے زیادہ ڈاک سے منگوانے کا خرچ لے لیا جائے اور اگر کتاب نایاب ہے یا کمیاب ہے اور دشواری سے ملتی ہے تو اہل علم کتاب کی حیثیت اور افادیت وغیرہ کے اعتبار سے اور اس کے حصول کی مشقت کا خیال کرتے ہوئے جتنی قیمت بھی لگائیں اس کے ضمان کی شرط لگانے کو صاحب ''الجوھرۃ النیرۃ'' نے جائز قرار دیا ہے اور یہی موجودہ زمانہ کے لیے مناسب ہے البتہ ہر کتاب کی دوگنی، تین گنی قیمت لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مالی ضمان کی صورت ہے جو جائز نہیں ہے۔(الجوہرۃ النیرۃ ج ۲ ص ۳۴)

قال في الفتح وعن ابي يوسف يجوز التعزير للسلطان الى قوله

وعندهما و باقی الائمة لا یجوز (شامی مطلب فی التعزیر بأخذ المال ج۴/ص ۶۱/ کراچی)

دوسرے مدرسہ میں داخلے لینے کی وجہ سے طلبہ کا اخراج کرانا

طلبہ کے لیے ایک مدرسہ میں ہی تعلیم کی تکمیل کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے لہذا جو طلبہ ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں داخل ہوتے ہیں وہ کسی شرعی جرم کے مرتکب نہیں ہوتے، اس لیے کسی ناظم یا مہتمم کے لیے طلبہ کے اخراج کی کوشش کرنا شرعاً اور اخلاقاً مذموم ہے اور طلبۂ علوم دینیہ سے خیر خواہی کے منافی ہے، جبکہ ہمیں ان سے بہتر سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے **فاذا أتَوْاكم فاسْتَوْصُوْا بهم خيراً** (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱/ص ۳۶)

البتہ طلبہ کو بھی چاہیے کہ سابق مدرسہ کو بلا وجہِ معقول نا چھوڑیں اور اپنے تعلیمی سفر کو اساتذہ اور بڑوں کے مشورہ سے پورا کریں انشاء اللہ اس سے ہر طرح کی خیر و برکت حاصل ہوگی۔ (تعلیم المتعلم)

بلا وجہ ملازمین و مدرسین کو معزول کرنا

اگر ملازمین و مدرسین صحیح طریقہ پر حسب ضوابط مدرسہ کے کام پابندی سے کر رہے ہوں بلا وجہ ان کو معزول یا معطل کرنا درست نہیں ہے۔

لا یصح عزل صاحب وظیفة بلا جنحة .(فتاوی محمودیه ج۱۵/ص ۴۴۸)

صدر و سکریٹری کو معزول کرنے اور تنخواہوں میں اضافہ کا اختیار

صدر اور سکریٹری کو معزول کرنے کے سلسلہ میں ادارہ و مدرسہ کے دستور کے مطابق عمل کیا جائے گا اگر دستور میں اراکین شوریٰ کو صدر و سکریٹری کو معزول کرنے کا اختیار ہو تو ان کے معزول کرنے سے یہ دونوں عہدے دار اپنے عہدے سے برطرف ہو جائیں گے اور زبردستی انھیں اپنے عہدے پر بنے رہنے کا حق نہ ہوگا اور اگر دستور مدرسہ اس کے برخلاف ہو تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں کے سلسلہ میں بھی دستور کے مطابق عمل

ہوگا یعنی اگر شوریٰ نے مہتمم کو اس کا اختیار دیا ہے تو مہتمم کو اضافہ تنخواہ کی شرعاً اجازت ہے۔ (کتاب النوازل ج۱۴ ص۴۶/۴۷)

مدرس کی پٹائی سے بیمار ہونے والے طالب علم کا علاج

لکڑی ڈنڈے سے پٹائی کرنا درست نہیں ہے اگر تادیبی طور پر ضرورت پڑے تو مدرس صرف تین ضرب متوسط درجہ کی ہاتھ سے مار سکتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر مدرس کی پٹائی کی وجہ سے کوئی طالب علم بیمار ہوگیا تو اس کا علاج مدرس کے ذمہ ہے۔

قال العلامة الطحطاوی ؒ یجوز للمعلم ان یضربه باذن ابیه نحو ثلاث ضربات ضرباً وسطاً سلیماً لابخشبة فلانَّ الضرب بهاورد فی جنایة صادرة عن المکلف ولاجنایة عن الصغیر (حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار / کتاب الصلوٰة ج۱ ص ۱۷۰ / دارالمعرفة البیروت) شامی مطلب فی تعزیر المتهم ج ۶/ص ۱۳۱ زکریا)

مدرسہ میں جمعرات کی شام سے جمعہ کی شام تک نگرانی کی باری لگانا

اگر کسی مدرسہ کا اس طرح ضابطہ ہے تو اساتذہ کی اس طرح باری لگانا درست ہے۔

عن انس بن مالکؓ: المسلمونَ علی شروطِهم ماوافقَ الحقَ مِن ذٰلک. (سنن الدارقطنی، ج۳/ص ۲۴)

مدرس کا نظامِ مدرسہ کے خلاف عمل کرنا

مدرسہ کے مدرس کو نظام مدرسہ کے خلاف عمل کرنا درست نہیں مثلاً اس پر متعین وقت میں اطمینان بخش طریقہ پر پڑھانا اور حسب ضابطہ کتاب کو نصاب تک پہنچانا، وغیرہ امور لازم ہیں، ان امور میں کسی بھی کوتاہی پر ذمہ داران مدرسہ کو باز پرس کرنے کا مکمل حق ہے اور اگر وہ مدرسہ کے متعین اوقات پر حاضری نہ دیں تو حسب ضابطہ ان کی تنخواہ وضع کی جاسکتی ہے۔

عن عبد الله بن عمرؓ قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم کلُّکم راعٍ

وکلکم مسؤولٌ، فالإمامُ راعٍ وهو مسؤولٌ والرجلُ راعٍ على اهلِهٖ وهو مسؤولٌ، والمرأةُ راعيةٌ على بيتِ زوجِهاوهي مسؤولةٌ، والعبدُ راعٍ على مالِ سيدِهٖ وهو مسؤولٌ، اَلاَفكلكم راعٍ وكلكم مسؤولٌ (صحيح البخارى كتاب النكاح ص ۱۳۳۲ /رقم :۵۱۸۸ /دارالفكر بيروت)

عن انس بن مالكؓ: المسلمون على شروطهم ماوافق الحق من ذلك.(سنن الدارقطني ، ج۳/ص ۲۴)

قومی ترنگا جھنڈا لہرانا

محض علامتی طور پر مدرسہ میں جھنڈا لہرانے میں حرج نہیں ہے، البتہ اس کو اس طرح تقدس و احترام کا درجہ دینا کہ اس کی عبادت کا شبہ ہونے لگے یہ جائز نہیں۔(مستفاد از کفایت المفتی ج ۹/ص ۳۸۵)

یوم آزادی کے جلسہ میں چندہ کرکے لڈو تقسیم کرنا؟

کسی دینی اور دنیوی مصلحت کے پیش نظر یوم آزادی کا جلسہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ خلاف شرع امور کا ارتکاب نہ کیا جائے اور شیرنی وغیرہ کی تقسیم کو لازمی نہ سمجھا جائے اور نہ لوگوں سے جبراً چندہ لیا جائے اور نہ ہی اسمیں زکوٰۃ وغیرہ کی رقم استعمال کی جائے (مستفاد از فتاوی محمودیہ ج ۱۴/ص ۱۸۱، احسن الفتاوی ج ۱/ص ۳۷۷)

پندرہ اگست پر جھنڈا لہرانا اور راشٹریہ گیت گانا کیسا ہے؟

پندرہ اگست اور چھبیس جنوری کے موقعہ پر جلسہ جلوس کوئی امر شرعی نہیں، بلکہ ایک دنیوی امر ہے، شرعی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اور شرکیہ کلمات سے بچتے ہوئے اس طرح پروگرام منانے کی گنجائش ہے۔(مستفاد از فتاوی محمودیہ ج ۱۲/ص ۴۲۸، کتاب النوازل ج ۱۴/ص ۷۷)

مدرسین کی تنخواہ اور تعطیلات کے ضابطے

اہل مدارس مالیات کا حساب شمسی تاریخ سے رکھیں یا قمری

قرآن کریم ،احادیث مبارکہ، اور شرعی احکام پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عبادات میں چاند کی تاریخوں کو معیار بنایا گیا ہے چنانچہ حج اور روزے میں قمری مہینہ کا ہی اعتبار ہے زکوۃ میں بھی حولان حول قمری مراد ہے۔

قال الله تعالى يسئلونك عن الاهلة قل هي مواقيت للناس والحج. (البقره آية ۱۸۹)

وحولهااى الزكاة قمرى لاشمسى(الدرالمختار ح۳/ص ۲۲۳/زکریا)

استاذ کا دیر سے آنے پر مکمل حاضری لگانا

استاذ یا کسی بھی ملازم کے لیے مدرسہ میں جتنے وقت حاضر رہنے کے لیے جو ضابطہ بنادیا گیا، تو اس استاذ یا ملازم کے لیے اس مقررہ پورے وقت میں حاضر رہ کر مصروف عمل رہنا لازم ہے، البتہ دس، پانچ منٹ کی دیر حاضری عرف وتعامل کی وجہ سے درست ہوگی۔

من غاب عن الدرس قطع معلومه، فيجب اتباعه ، (شامی ج۶/ص ۶۳۱،زکریا)

الاجير الخاص يستحق الاجرة إذاكان في مدة الاجارة حاضراًللعمل......غيرأن يشترط أن يتمكن من العمل...... الخ (شرح المجله ، لسليم رستم باز، كتاب الاجارة ح ۱ /ص ۲۳۹، اتحاد، ديوبند)

المعروف عرفاًكالمشروط شرطاً.(شرح المجله ج ۱ /ص۳۷،اتحاد ديوبند)

الثابت بالمعروف كالثابت بالنص. (شامی ج۶/ص ۵۵۶زکریا)

قال العلامة ابن عابدين : إمام يترك الإمامة لزيارة أقربائه في الرسائيق اسبوعاً أولحوه أو لمصيبية أولاستراحة لابأس به ومثله عفوفي العادة والشرع

(شامی ج ۴/ص ۴۱۹، کراچی وکذافی الاشباہ النظائر ج ۱/ص ۱۲۹ کراچی)

سبق میں غیر درسی باتیں یا دوسرا کام کرنا

دورانِ درس استاذ کے لیے ایسا کوئی کام کرنا جس کی وجہ سے مقصود سے دھیان ہٹتا ہو، مقصود فوت ہوتا ہو، جائز نہیں ہے، مثلاً سبق یا پارہ سننے کے دوران فون پر گفتگو کرنا یا اپنا قرآن پڑھنا یا کوئی وظیفہ پڑھنا وغیرہ البتہ کبھی کبھار مناسب وقت میں طلبہ کو تربیتی باتیں، بزرگوں کے واقعات وغیرہ سنانا یا جب طلبہ از خود پڑھ رہے ہوں، اور استاذ بیٹھا نگرانی کر رہا ہو تو قرآن کریم یا کوئی وظیفہ پڑھنا درست ہوگا، طلبہ کی تربیت بھی استاذ کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ج ۱۷/ص ۲۴۷/۲۴۶)

چھبیس جنوری اور پندرہ اگست کو چھٹی

پندرہ اگست اور چھبیس جنوری کو قومی یادگار کے طور پر مدارس میں چھٹی کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ یہ عمل مذہبی طور پر نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا تعلق قومی مصالح سے ہے، اس طرح کی مصلحتوں پر عمل کرنا شرعاً منع نہیں ہے۔ (مستفاد از کفایت المفتی ج ۹/ص ۴۱۶/۴۱۷، کتاب النوازل ج ۱۴/ص ۷۶)



ایام تعطیل کی تنخواہوں کا شرعی ضابطہ

یہاں پر دو صورتیں ہیں اور دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔

(الف) اگر من جانب مدرسہ مدرسین پر یہ لازم ہے کہ وہ ایام تعطیل میں چندہ فراہمی برائے مدرسہ کا کام انجام دیں گے، تو یہ بھی ان کے معاملۂ اجارہ کا ایک جز ہے؛ لہٰذا اس صورت میں انہیں ایام تعطیل کے علاوہ مزید اجرت اور تنخواہ لینے کا شرعاً استحقاق نہ ہوگا۔

اذااستاجر رجلاً لیعمل له عملاً الیوم الی اللیل بدرهم صباغة اوخبزاً اوغیر ذلک، فالاجارة فاسدة فی قول ابی حنیفةؒ ، وفی قولهمایجوز استحساناً ویکون العقد علی العمل دون الیوم حتی اذافرغ منه نصف النهار فله الاجر کاملاً (الفتاوی الهندیة، الباب السادس /ومما یتصل بهذاالفصل اذاجمع فی عقدالاجارة بین الوقت والعمل. ج۴/ص ۴۲۳)

(ب)اور اگر مدرسین پر چھٹی کے ایام میں چندہ کی فراہمی لازمی نہیں ہے، بلکہ ان کا کام صرف تدریس کا ہے تو محض تدریس پر عقد اجارہ کی وجہ سے وہ ایام تعطیل کی تنخواہ کے مستحق ہیں اور اگر وہ ان ایام میں مدرسہ کا کوئی کام کریں تو اس کی اجرت کا انہیں الگ سے مطالبہ کرنے کا حق شرعاً حاصل ہوگا۔

وهل یاخذایام البطالة کعیدورمضان لم اره وینبغی الحاقه ببطالة القاضی، واختلفوافیهاوالاصح انه یاخذلانهاللاستراحة (الاشباه من قاعدة العادةمحکمة (الدرالمختار)وتحته فی الشامی فحیث کانت البطالة معروفة فی یوم الثلثاء والجمعة وفی رمضان والعیدین یحل الاخذ(الدرالمختار مع الشامی /مطلب فی استحاق القاضی والمدرس الوظیفةفی یوم البطالة ج ۶/۵۶۷/۵۶۸/زکریا)

تعطیل کلاں کوسلب کرنا

اگرکسی مدرسہ میں یہ ضابطہ ہے کہ رخصت کلاں سے ماقبل ومابعد لگاتار رخصت لینے سے تعطیل کلاں سلب ہوجائیگی تو اس ضابطہ پر عمل کرتے ہوئے سلب رخصت شرعاً درست ہے۔

اما لوشرط شرطاً تبع کحضور الدرس ایاماً معلومةً فی کل جمعة فلایستحق المعلوم الامن باشرخصوصاً اذاقال من غاب عن الدرس قطع معلومه فیجب اتباعه (شامی /مطلب فی الغیبة التی یستحق بهاالعزل عن الوظیفة ومالایستحق ۴/۴۱۹/کراچی ۶/۶۳۱/زکریا)

ایام تعطیل میں حاضر رہ کر بعد میں اس حق کو استعمال کرنا؟

چھٹی کے ایام جب ختم ہو جائیں اور صاحب حق اس کو استعمال میں نہ لائیں اور مدرسہ میں ہی رکے رہیں اور بعد میں اس حق کا استعمال کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے اگر اس حق کا استعمال بعد میں کریں گے تو وہ غیر حاضری شمار ہوگی اور ناظم مدرسہ کو تنخواہ وضع کرنے کا پورا حق ہوگا (مستفاد از احسن الفتاوی ۷/۲۸۳ رکفایت المفتی ۷/۱۸۸/ امداد الفتاوی ۳/۳۴۹)

ولا یحل له اخذ الاجر عن یوم لم یدرس فیه مطلقاً سواء قدر له أجر کل یوم أو لا. (شامی مطلب فی استحقاق القاضی والمدرس الوظیفة فی یوم البطالة ج۶/ص۵۶۸ زکریا)

مدرسہ میں رخصت وضع کرنے کا حق

اگر بوقت تقرر مدرسہ کے ضابطہ سے ملازم کو مطلع کر دیا جائے، یا ملازم کو اس کا علم ہو جائے اور اس پر وہ کوئی اعتراض نہ کرے اور نہ اس کی وجہ سے ملازمت ترک کرے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس نے ضابطے کو قبول کر لیا، لہٰذا ازروئے حدیث "**المسلمون علی شروطهم**" کے تحت ضابطہ کی تعمیل جائز ہے، البتہ اگر ذمہ داران مدرسہ کسی مجبوری کے تحت خاص حالات میں کسی ملازم کو رعایت دے دیں تو اس کی بھی گنجائش ہے، یہ ان کی طرف سے تبرع ہوگا بشرطیکہ مجلس شوریٰ نے ان کو اس طرح کی رعایت دینے کا اختیار دے رکھا ہو۔

عن عمرو بن عوف المزنی عن ابیه عن جدهؓ ان رسول الله صلی الله وعلیه وسلم قال: اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ الاصُلْحاًحَرَّمَ حَلالاًاواَحَلَّ حَرَاماًوَالْمُسلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ اِلَّاشَرطاًحَرَّمَ حَلالاًاواَحَلَّ حراماً. (سنن الترمذی ،باب الحکام ص ۲۵۱ ج ۱ ،سنن الدارقطنی ،کتاب البیوع ص ۲۳/ج۳،رقم: ۲۸۶۹)

مدرسہ کے جنریٹر سے ذاتی فائدہ اٹھانا

مہتمم، ملازم اور مدرس کے لیے مدرسہ کی کسی بھی چیز سے بلا استحقاق ذاتی فائدہ اٹھانا جائز

نہیں ہے، البتہ اگر استحقاق ہو مثلاً استاذ، ملازم یا مہتمم کی تنخواہ کے ساتھ یہ طے کیا گیا ہو کہ وہ مدرسہ کے کمرے میں رہے گا، مدرسہ کی بجلی (خواہ سرکاری ہو یا جرنیٹر کی ہو) اور پانی وغیرہ استعمال کرے گا تو ایسی صورت میں استاذ، ملازم و مہتمم کے لیے مدرسہ کے جرنیٹر سے مستفید ہونا جائز ہوگا۔

متولی المسجد لیس له أن یحمل سراج المسجد الی بیته . (الفتاویٰ الھندیہ ج ۲/ص ۴۶۲)

ویبدأمن غلته بعمارته ثم ماهو اقرب لعمارته کامام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذلک إلیٰ آخر المصالح. (الدرالمختار ج ۶/ص ۵۵۹/ ۵۶۰/زکریا)

مدرسہ کے مستقل ملازم باورچی سے گھر پر کھانا بنوانا

مدرسہ کے کسی بھی ملازم (خواہ وہ باورچی ہو یا مدرس وغیرہ) کا معاملہ مدرسہ کے ساتھ جو ہوتا ہے، اس کی شرعی حیثیت اجارہ کی ہے، اور اجارہ کے درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اجارہ کی بنیاد کام یا وقت دونوں میں سے کسی ایک پر رکھی جائے اور اسی کے مطابق اجرت طے کی جائے، چنانچہ اگر اجارہ کی بنیاد وقت پر رکھی جائے تو طے شدہ وقت پورا ہونے کے بعد ملازم کو بلا معاوضہ اضافی وقت میں کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، البتہ اگر اضافی وقت لینا ہو اور ملازم زائد وقت دینے پر رضامند بھی ہو تو اس کی الگ سے باہمی رضامندی کے ساتھ جو اجرت طے ہو جائے ملازم اس کا مستحق ہے، اور اگر اجارہ کی بنیاد عمل پر رکھی گئی ہو تو اس صورت میں ملازم کام پورا کرنے کا پابند ہوگا، وقت پورا کرنا ملازم پر لازم نہ ہوگا۔

اس تمہید کے بعد جاننا چاہیے کہ باورچی کی ملازمت اگر صرف کام کی طے ہو تو اس کو اپنی مفوضہ ذمہ داری عمدگی کے ساتھ انجام دینے کے بعد بلا معاوضہ اپنا ذاتی کھانا بنوانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، الّا یہ کہ باہمی رضامندی سے الگ سے معاملہ طے کرکے کھانا بنوایا جائے۔

نوٹ: باورچی وغیرہ سے عموماً ملازمت تو کام ہی کی طے ہوتی ہے مگر مشاہدہ میں یہ آتا ہے

کہ بعض ہوشیار باورچی کچا پکا کھانا بنا کر دوسری جگہ اجارہ پر کھانا بنانے چلے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اہل مدارس پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں اس لیے مناسب یہ ہے کہ کام اور وقت دونوں سے اجارہ متعلق کیا جائے کام سے اصلاً اور وقت سے ضمناً۔ (مستفاد: کتاب النوازل ج۱۲ر ص۲۵۹)

لیکن اگر باورچی کی ملازمت وقت کی ہوتو اس متعین وقت میں اپنی مفوضہ ذمہ داریوں سے فراغت کے بعد خالی اوقات میں (مکان عمل یعنی مدرسہ ہی میں رہتے ہوں) ایسا کوئی مختصر کام مثلاً باہمی رضامندی سے تھوڑا سا کھانا بنوانا، وغیرہ جس پر عرفاً چشم پوشی کی جاتی ہو انجام دیا جاسکتا ہے، اور طے شدہ وقت گذر جانے کے بعد باہمی رضامندی سے معاملہ طے کر کے کتنا بھی کھانا بنوانا درست ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ج۷ر ص۳۰۰، امداد الفتاوی ج۲ر ص۳۸۷، کتاب النوازل ج۱۲ر ص۵۹ر ۲۵۸، فتاوی قاسمیہ ج۲۱ر ص۵۱۳)

والأجارة لاتخلو إماأن تقع على وقت معلوم أوعلى عمل معلوم الخ. (كتاب الاجارة الباب الثالث فى الاوقات التى يقع عليهاعقد الاجارة ج۴/ص۴۱۶، زكريا)

وليس للأجير الخاص أن يعمل لغير مسأجره إلاّ بإذنه ، والانقص من اجره بقدر ماعمل، ولو عمل لغيره مجانااسقط رب العمل من اجره بقدر قيمة ماعمل (الموسوعة الفقهية/المطلب الاول الأجير الخاص ج۱/ص۲۹۰ط: كويت)

أواستأجر خبازا ليخبز له كذا، كقفيذ دقيق اليوم بدرهم فسدت عندالإمام لجمعه بين العمل والوقت، ولاترجيح لأحدهمافيفضى للمنازعةلوقال فى اليوم أوعلى أن تفرغ منه اليوم جازت إجماعاً، قوله فيفض للمنازعة فيقول المؤجر: المعقود عليه العمل والوقت ذكر للتعجيل ويقول المستأجر : بل هو الوقت والعمل للبيان وقال الصاحبان: هى صحيحة ويقع العقد على العمل وكر الوقت للتعجيل تصحيحاًللعقد عندتعذرا لجمع بينهمافترتفع الجهالةوظاهر كلام الزيلعى ترجيح قولهما،الخ. (الدرالمختار مع الشامى ج۶/ص۵۹/۵۸)

مدرسہ سے ایام حج کی تنخواہ لینا؟

حج کی رخصت کے بارے میں اگر مدرسہ کا پہلے سے کوئی ضابطہ ہوتو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا، اگر ضابطہ مقرر نہ ہوتو کسی ذمہ دار مدرسہ سے ضابطہ معلوم کر کے اس کو عمل میں لایا جائے تاہم چونکہ سفر حج ضروریات مدرسہ میں شامل نہیں ہے اس لیے ان ایام کی تنخواہ ضابطہ کے بغیر مدرسہ سے لینا درست نہیں ہے۔

منها البطالة فی المدارس کایام الاعیاد ویوم عاشوراء وشهر رمضان فی درس الفقه لم ارها سریحة فی کلامهم والمسئلة علی وجهین فان کانت مشروطة لم یسقط من المعلوم شئ. (الاشباه والنظائر ، الفن الاول فی القواعد / القاعدة السادسة ۱/ ۲۷۲ زکریا)

حج بدل کو جانے والے مدرس کی تنخواہ مدرسہ پر نہیں ہے

اگر مدرسہ میں اتفاقیہ رخصتوں کا ضابطہ ہوتو ضابطہ کے مطابق جتنی اتفاقیہ رخصتیں مدرسہ کی طرف سے ملتی ہوں وہ مدرسہ سے لے لی جائیں، اورزائد رخصتوں کا بار مدرسہ پر نہ ڈالیں، اورحج بدل کرانے والے نے اگر پہلے سے طے کررکھا ہے کہ وہ رخصت کی تنخواہ بھی دے گا، تو اس سے تنخواہ کے مطالبہ کا حق ہے ورنہ اسے تنخواہ دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

کذا استفید من عبارة البحر عن الا سبیجابی : لایجوز الاستیجار علی الحج ، فلودفع الیه الاجر فحج یجوز عن المیت وله من الاجر مقدار نفقة الطریق ، ویرد الفضل علی الورثة الااذاتبرع به الورثة او اوصی المیت بان الفضل للحاج. (شامی / مطلب فی الاستیجار علی الحج ۲/ ۶۰۱ / کراچی، ۴/ ۱۸/ ۱۹ زکریا)

اپنی جگہ دوسرے کو عارضی مدرس بنا کر رخصت پر جانا

اگر کسی مدرسہ کا قانون اپنی جگہ دوسرے شخص کو رکھنے کی اجازت دیتا ہے، تو اس کی اجازت

ہےاوراس صورت میں مدرس مکمل تنخواہ کا مستحق ہوگا۔

(مستفاداز احسن الفتاوی ۷/۲۸۵، کتاب النوازل ج ۱۴/ص ۱۲۹)

جمعہ کے دن کی تنخواہ کاٹنا

اگر ابتداہی میں معاملہ کرتے وقت یہ بات صراحۃً طے ہوگئی کہ جمعہ کے دن کی تنخواہ کاٹی جائیگی تو یہ تنخواہ کاٹنا درست ہے، لیکن اگر شروع میں صراحۃً یہ طے نہیں ہوا تھا تو مدارس کے عرف پر مدار رکھتے ہوئے جمعہ کے دن کی تنخواہ کاٹنا جائز نہ ہوگا، اور پوری تنخواہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔

امالوقال: يعطى المدرس كل يوم كذا فينبغي ان يعطى ليوم البطالة المتعارفة بقرينة ماذكر ه في مقابله من البناء على العرف، فحيث كانت البطالة معروفة في يوم الثلثاء والجمعة، وفي رمضان والعيدين يحل الأخذ، وكذالوبطل في يوم غير معتاد لتحرير درس الااذانص الواقف على تقييد الدفع باليوم الذى يدرس فيه كماقلنا. (شامی /مطلب : فی استحقاق القاضی والمدرس الوظیفة فی یوم البطالة ۶/۵۶۸ زکریا)

صرف ایک گھنٹہ پڑھا کر پورے مہینہ کی تنخواہ لینا؟

مدرسہ میں صرف ایک گھنٹہ پڑھانا اور بقیہ اوقات میں غیر حاضر رہنے کے باوجود پورے مہینہ کی تنخواہ لینا خیانت ہے اور اہل مدرسہ کو حق ہے کہ غیر حاضری کی تنخواہ وضع کرلیں۔

من غاب عن الدرس قطع معلومه فيجب اتباعه (شامی/مطلب فی الغیبة التی یستحق بها العزل عن الوظیفة ومالایستحق ۶/۶۳۱/زکریا)

تنخواہ دار مفتی کا عاملہ کی مقررہ فیس سے زائد لینا؟

باضابطہ تنخواہ دار مفتیوں کا مجلس عاملہ کی مقررہ فیس سے زائد رقم لے کر مدرسہ کے قانون کے خلاف اپنی تنخواہ لے لینا جائز نہیں۔

لان اخذ الاجرة على بيان الحكم الشرع لايحل عندنا وانما يحل على الكتابة لانها غير واجبة عليه .(شامی/مطلب فی حکم الهدية للمفتی ج۸/ص ۵۰ زکریا)

مدرسہ سے تنخواہ لے کر مسجد میں پڑھانا

مسجد میں بیٹھ کر دینی تعلیم دینا درست ہے اور چونکہ مدرسہ سے نفس تعلیم پر مشاہرہ لیا جاتا ہے اس لیے مدرسہ کے نظام کے تابع ہو کر معلم جہاں بھی پڑھائے وہ اس مشاہرہ کا مستحق ہوگا البتہ بلاضرورت ایسا نہ کرنا چاہیے۔

ولو جلس المعلم فی المسجد والوراق يكتب فان كان المعلم يعلم للحسبة والوراق يكتب لنفسه فلابأس به لانه قربة وان كان بالاجرة يكره الاان يقع لهما الضرورة.(الفتاوىٰ الهنديه الباب الخامس فی آداب المسجد الخ ۳۲۱/۵)

رمضان میں مستعفی ہونے والے کو شعبان کی تنخواہ سے محروم کرنا

اس مسئلہ کے بارے میں مدرسہ کے مقرر کردہ ضابطہ کے مطابق عمل کیا جائے، اگر شعبان اور رمضان میں استعفیٰ دینے کے باوجود تنخواہ کے استحقاق کا ضابطہ ہو تو ایسا مستعفی مدرس تنخواہ کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں، اور اگر مدرسہ میں ضابطہ نہیں ہے تو دیگر مدارس کے تعامل کے مطابق استحقاق تنخواہ اسی وقت ہوگا جبکہ وہ ملازم تعطیل کلاں کے بعد مدرسہ میں حاضر بھی ہو تعطیل کے درمیان استعفیٰ کی صورت میں استحقاق نہ ہوگا، الغرض مسئلہ کا مدار عرف و تعامل پر ہے جیسا عرف ہو ویسے عمل کر لیا جائے ۔(مستفاد از امداد الفتاویٰ ۳۴۸/۳ رفتاویٰ محمودیہ ۲۲۶/۱۲ قدیم زکریا دیوبند، کتاب النوازل ج۱۴/ص ۱۳۶)

تنخواہ سے فنڈ کے نام پر رقم وضع کرنا

بعض عربی مدارس میں مدرس کی تنخواہ سے کچھ رقم فنڈ کے نام پر جو واجبی اور لازمی طور پر وضع کر لی جاتی ہے اور پھر مدرس کے مدرسہ سے علیحدگی یا مدرس کے انتقال پر وضع شدہ رقم اضافے کے ساتھ دی جاتی ہے اس کا لین دین شرعاً درست ہے اور یہ اضافہ سود کے دائرہ میں داخل نہیں ہے

بلکہ یہ مدرس وملازم کے ساتھ بشکل انعام ادارہ کے طرف سے امداد وتعاون ہے جس کا لین دین آپس میں شرعاً درست ہے لہٰذا اس عمل سے مدرسہ کسی شرعی قباحت میں بھی مبتلا نا ہوگا۔(ایضاح النوادر، ۱/۱۴۸، ایضاح المسائل ۱۶۳، فتاویٰ رحیمیہ ۵/۱۴۷، کتاب النوازل ج ۱۴/ص ۱۳۸)



مسائل متفرقہ

لیٹ فیس وصول کرنے کی شرعی حیثیت

لیٹ فیس کے نام سے جو رقم بعض مدارس میں لی جاتی ہے یہ تاخیر سے آنے کا جرمانہ ہے، اور شرعاً اس طرح مالی جرمانہ لینا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ یہ التزام کیا جائے کہ وقتی طور پر مالی جرمانہ طلبہ سے وصول کرلیا جائے تاکہ وہ آنے میں تاخیر نہ کریں، اور سال کے آخر میں جس طالب علم سے جتنا مالی جرمانہ لیا گیا ہے وہ اس کو واپس کر دیا جائے تو گنجائش ہے ورنہ جائز نہیں۔

عندابی یوسفؒ یجوز التعزیر للسلطان باخذ المال، وعندهماوباقی الائمة الثلاثة لایجوز، کذافی فتح القدیر، ومعنی التعزیر بأخذ المال علی القول به: امساک شیئ من ماله عنده مدة لینزجر، ثم یعید الحاکم الیه لاأن یأخذه الحاکم لنفسه، أولبیت المال کمایتوهم الظلمة. (عالمگیری: کتاب الحدود فصل فی التعزیر ج ۲/ص ۱۸۱، زکریا)

جلسہ کی بچی ہوئی رقم کا مصرف

جلسہ کی بچی ہوئی رقم چندہ دہندگان کی اجازت سے مدرسہ میں خرچ کرسکتے ہیں، یہ اس وقت ہے جبکہ چندہ خاص جلسہ ہی کے لیے کیا گیا ہو، اور اگر چندہ دہندگان کو یہ معلوم ہو کہ اس چندہ سے مدرسہ اور جلسہ دونوں کا انتظام ہوگا تب بچی ہوئی رقم بلا اجازت بھی مدرسہ میں استعمال کرنا جائز ہے۔(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲/ص ۲۷۹، قدیم، فتاویٰ رحیمیہ ج ۸/ص ۲۶۶، امداد الفتاویٰ ج ۲/ص ۵۹۳)

قیمتِ طعام کو مدرسہ کی تعمیر وتنخواہ وغیرہ میں لگانا

طلبہ واساتذہ سے قیمت طعام کے عنوان سے لی گئی رقم مدرسہ کی تعمیر وتنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ رقم زکوۃ نہیں ہوتی۔

فیجوز لوبأمره ، أی یجوز عن الزكاة علی أنه تمليک منه، و الدائن يقبضه لـحكم النيابة عنه، ثم يصرف قابضا لنفسه. (شامی کتاب الزکاۃ، باب المصرف ،زکریا ج۳/ص ۲۹۲ ، کراچی ج ۲/ص ۳۴۵)

مدارس میں طلبہ کی انجمنوں کی شرعی حیثیت

مدارس میں طلبہ کی انجمنوں کے لیے جمع شدہ کتابوں اور روپیہ وغیرہ کی شرعی حیثیت وقف کی ہے، اگر چہ اموال منقولہ کے وقف میں امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کے درمیان اختلاف ہے مگر تمام متأخرین نے امام محمدؒ کے قول پر فتوی دیا ہے کہ اموال منقولہ متعارفہ کا وقف صحیح ہے، اسی پر امت کا عمل ہے۔

صح ايضا وقف كل (منقول) قصدا (فيه تعامل) للناس (كفأس وقدوم) بل (ودراهم ودنانير)، وفی الشامية: ولماجری التعامل فی زماننافی البلاد الرومية وغيرها فی وقف الدراهم والدنانير دخلت تحت قول محمد المفتی به فی وقف كل منقول فيه تعامل الخ. (الدر المختار مع الشامی ، الوقف، مطلب فی وقف المنقول قصدا، زکریا ج٦/ ص ۵۵۵)

وان علی طلبة العلم وجعل مقرهافی خزانته التی فی مكان كذا، ففی جواز النقل تردد، وفی الشامية: ظاهره صحة الوقف عليهم، لأن الغالب فيهم الفقر......الی قوله: وقد يقال: ان هذا مما يستوی فی الانتفاع به الغنی والفقير ،الخ. (الدرالمختار مع الشامی ، الوقف ، مطلب فی حکم الوقف علی طلبة العلم

،زکریا، ج٦/ص ۵۵۸/ ۵۵۹)

اہل حدیث اور غیر مقلدین کوسند دینا

اہل حدیث اور بریلوی حضرات کو مدرسہ میں پڑھا کر سند دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک طالب علم سلفیت، غیر مقلدیت، بریلویت وغیرہ سے متاثر ہو لیکن اگر متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ داعی بھی ہوتو اخراج لازم وضروری ہے تاکہ صحیح الذھن طلبہ اسکے شر سے محفوظ رہیں۔(فتاوی رحیمیہ ج۲/ص ۳۷۹، فتاوی محمودیہ ج۱۴/ص ۲۱)

عن عثمان بن عفانؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ(سنن الترمذی باب ماجاء فی فضل القرآن ج۲/ص ۱۱۸)

غیر مسلم طلبہ کو مدرسہ میں اردو وغیرہ پڑھانا

غیر مسلم طلبہ کو مدرسہ میں تعلیم دینے کی گنجائش ہے البتہ زکوٰۃ کا روپیہ ان پر خرچ کرنا درست نہ ہوگا، اس لیے کہ غیر مسلم زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے البتہ نفلی امداد کی جاسکتی ہے، ہوسکتا ہے یہی اس کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔

قال ابوحنیفۃ:اعلم النصاری الفقہ والقرآن لعلہ یھتدی. (الفتاویٰ الھندیۃ کتاب الکراھیۃ ج۵/ص ۳۲۳)

عن ابراھیم بن مھاجر قال: سألت ابراھیم عن الصدقۃ علی غیر اھل الاسلام فقال: اماالزکوٰۃفلاواماان شاء رجل یتصدق فلابأس. (المصنف لابن ابی شیبۃ ج٦/ص ۵۱٦رقم الحدیث ۱۰۴۱)

طالب علم کا بلا اجازت مدرسہ کی کوئی چیز استعمال کرنا

طالب علم کا مدرسہ کی کسی چیز کو بلا اجازت استعمال کرنا جائز نہیں۔(فتاوی قاسمیہ ج۱۹/ص ٦۲)

طلبہ کی تعلیمی کوتاہی پر ذمہ دار کون ہے

طلبہ کی تعلیم وتربیت میں کمزوری اگر خود طلبہ کی کاہلی اور لاپرواہی کے سبب سے ہے تو وہ خود عنداللہ مسئول ہوں گے، اور اگر اس کمزوری وکوتاہی میں استاذ یا ذمہ دار مدرسہ کا دخل ہے تو اللہ کے نزدیک وہی مسئول ہوگا۔

نوٹ: اگر طلبہ کی معتد بہ تعداد کامیاب ہو، اور کچھ طلبہ کمزور رہ جائیں تو استاذ یا ذمہ دار بظاہر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش مانا جائے گا۔

عن بن عمرؓ، عن النبی ﷺ قال: الا! كُلُّكُم رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسئُولٌ عَن رَعِيَّتِهٖ، فالأَمِيرُ الذی عَلى النَّاسِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْئولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ. (مسلم شریف باب فضيلة العادل، ج۲/ص ۱۲۲)

مدرسہ کی رقم سے امام ومؤذن کو وظیفہ دینا

اگر مسجد مدرسہ کے تابع ہے اور مدرسہ کے مختلف شعبۂ اخراجات میں سے ایک شعبہ مسجد بھی ہے، تو مدرسہ کی رقم سے امام ومؤذن کو وظیفہ دینا جائز ہے، اور اگر تابع نہیں ہے تو جائز نہیں ہے۔

التابع تابع (الاشباه : ص ۱۸۳) تابع اپنے لوازمات کے ساتھ تابع ہوتا ہے۔

اتحد الواقف والجهة، وقل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف أحدهما جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه، لأنهما حينئذ كشيء واحد. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب في انقاض المسجد ونحوه، ج۶/ص ۵۵۱، زكريا)

مدرسہ کے پیسہ سے مدرسہ کے بانی کی کتاب چھاپنا

مدرسہ کی رقم سے مدرسہ کے بانی یا کسی بھی شخص کی کتاب شائع کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ اگر خاص اسی مد کے لیے مخصوص احباب سے امداد لی گئی ہو تو پھر گنجائش ہوگی۔ (مستفاد: دار الافتاء دار العلوم

دیوبند: فتوی نمبر: ۱۵۱۸۴۱، تاریخ اجراء: ۱۵ر جون ۲۰۱۷ء)

وهنا الوكيل انما يستفيد التصرف من المؤكل، وقد أمره بالدفع إلى فلان فلايملك الدفع إلى غيره. (ج۲/ ص ۲۶۹، كتاب الزكوٰة، مستفاد: فتاوى رحيمية ج۹/ص ۹۶)

مدرسہ کے پیسہ سے مقدمات کی پیروی کرنا

مدرسہ کے انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ مقاصد مدرسہ کو بروئے کار لانے کے لیے ہر جائز قانونی کوشش کرنے سے دریغ نہ کرے، اگر اس میں کوئی رکاوٹ ڈالے تو مدرسہ کے امدادی فنڈ سے قانونی چارہ جوئی کرنا درست ہے۔ (مستفاد: دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی، فتوی نمبر: ۱. ۶۱۲۴۸، تاریخ اجراء ۲۷ر نومبر ۲۰۱۷ء)

يجعل القاضي للوقف قيماً ويجعله خصماً لمن حضر منهم في أن يثبت قرابته من الوقف: وظيفته حفظ وقف عمارته وإيجاره وزرعه ومخاصمة فيه. (احكام الأوقاف للإمام الخصافؒ، باب الرجل يقف الأرض على قرابته فيتنازعون في ذلك. ص۵۷)

بیماری کا صدقہ مسجد ومدرسہ میں دینا

بیماری میں جوصدقہ نکالا جاتا ہے اس کا شمار ’’صدقات نافلہ‘‘ میں ہوتا ہے اس کو غرباء، فقراء اور مستحقین زکوٰۃ کو بھی دیا جاسکتا ہے، اور مسجد و مدرسہ کی ضروریات میں بھی خرچ کیا جاسکتا ہے، غرض کسی بھی کار خیر میں خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔

لايجوز بالزكوٰة المسجد وكذاالقناطير والسقايات، واصلاح الطرقات وكرى الانهاروالحج والجهاد وكل مالاتمليك فيه ......هذا في الواجبات كالزكوٰة، والنذر، والعشر، والكفارة، فأما التطوع فيجوز الصرف اليهم.

(الفتاویٰ الهندية ج ۱ /ص ۱۸۸ رشيديه)

تـصـدقـوا ،وداووا مـرضـاكـم بـالـصـدقة، فان الصدقة تدفع عن الأعراض والأمراض، وهي زيادة في أعمالكم ،وحسناتكم . (الحديث:البيهقي في شعب الإيمان عن ابن عمرؓ : ج ۱۱ /ص ۲۲۷)

مدرسہ میں بچوں کا مائک پر دعاء ودرود پڑھنا

مدرسہ میں بچوں کا مائک پر دعاء، درود شریف ،تلاوت وغیرہ اتنی زور سے پڑھنا کہ پاس پڑوس والوں کو تکلیف ہوتو ناجائز ہے ۔(مستفاد: دار الافتاء دار العلوم دیوبند؛فتوی نمبر:۱۷۵۲۵۱، تاریخ اجراء:۱۶؍دسمبر ۲۰۱۹ء)

مـن اذىٰ مسلماً فقداٰذاني ومن اٰذاني فقد اٰذى اللهَ . (الحديث :معجم الأوسط ج ۲/ص ۳۸۶؛رقم :۳۶۰۷)

مسجد کی جماعت ترک کر کے مدرسہ کے کمرہ میں نماز پڑھنا

بالغ طلبہ اور اساتذہ کا مسجد کی جماعت ترک کرکے مدرسہ کے کمرہ میں نماز ادا کرنا بڑے ثواب سے محرومی کی بات ہے،اس پر مداومت کرنا درست نہیں ہے؛البتہ اگر بچوں کی کثرت کی وجہ سے یا بچوں کو نماز کی تربیت کرانے کی غرض سے یا کسی دوسرے عذر کی وجہ سے مدرسہ ہی میں جماعت کرائی جاتی ہوتو اس میں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ بالغ طلبہ کو مسجد ہی میں نماز باجماعت پڑھانے کا اہتمام کرایا جائے اور نابالغ طلبہ کی جماعت مدرسہ میں کرادی جائے ،اوران کی نگرانی چند اساتذہ یا بالغ طلبہ کرلیں اور وہ وہیں نماز پڑھ لیں ،باقی اساتذہ مسجد میں نماز ادا کریں تو یہ جائز ہوگا، بہر صورت مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کے علاوہ جگہ میں حاصل نہیں ہوگا۔(مستفاد: دار الافتاء دار العلوم دیوبند؛فتوی نمبر:۶۴۹۹۶، تاریخ اجراء:۱۵؍مئی ۲۰۱۶ء،دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن،فتوی نمبر:۱۴۴۲۰۷۲۰۰۹۲۵،تاریخ اجراء:۲۸؍فروری ۲۰۲۱ء)

الجماعة سنة مؤكدة للرجال. (شامی : ج ۱/ص ۵۵۲)

قال رسول الله ﷺ صلاة الرجل في بيته بصلاة ،وصلاته في مسجد القبائل بخمس وعشرين صلاة،الخ. (الحديث: ابن ماجه: ج ۲/ص ۷ ۱ ۴)

مدرسہ یا مسجد کے بیت الخلاء میں سود کا پیسہ لگانا

سودی رقم مدرسہ یا مسجد کی بیت الخلاء کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں، بلکہ سودی رقم بلانیت ثواب، اپنی جان سے وبال ٹالنے کے لیے کسی فقیر پر صدقہ کردی جائے۔(مستفاد: دار الافتاء دارالعلوم دیوبند؛فتوی نمبر:۲۴۹۲۸،تاریخ اجراء:۲۴/اگست ۲۰۱۰ء)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق اذا تعذر الرد على صاحبه . (شامی: كتاب الحظر والاباحة، ج ۹/ص ۵۵۳، زكريا)

موجودہ دور میں تنخواہ میں اضافہ

موجودہ زمانہ کی گرانی اور مہنگائی سب کے سامنے ہے،اس لیے مہنگائی اور گرانی کے اعتبار سے مدارس کے تمام مدرسین، ملازمین اور ائمہ مساجد کی تنخواہیں بڑھانا لازمی ہے،اس سلسلہ میں ذمہ داران کو حضرت عمرؓ کی سنت کو اپنانا چاہیے، کہ جب ملازم کا کل وقت یا اکثر وقت مدرسہ یا مسجد کے کام میں مشغول ہوگیا تو صرف تنخواہ سے اخراجات کیسے پورے ہوسکتے ہیں لہٰذا تنخواہ بقدر کفایت ہونی چاہیے، نیز جو اساتذہ باصلاحیت محنتی اور تجربہ کار ہیں ان کی تنخواہیں دوسروں کے مقابلہ میں نمایاں طور پر زائد ہونی چاہیے۔

وكان عمرؓ: يعطيهم على قدر الحاجة ، والفقه، والفضل، والأخذ بمافعل عمرؓ ...... في زماننا أحسن. (الأشباه والنظائر،قديم ۱۸۹)

کیا مہتمم مدرسین کے بالمقابل دوگنی تنخواہ لے سکتا ہے

مہتمم کے لیے مدرسین کے مقابلہ میں دوگنی تنخواہ لینا جائز نہیں، بلکہ اپنے کام اور خدمت کے

بقدر جتنی تنخواہ مجلس شوری کی طرف سے طے کردی جائے اتنی ہی لے۔

ان للمتولی أجرمثل عمله، وفی الشامیة: لیس للمتولی أخذ زیادة علی ماقرره له الواقف. (در مختار مع الشامی ،کتاب الوقف، مطلب فیمایسمی خدمة وتصدیقا فی زماننا، زکریا ج۶/ص ۶۷۳)

بمد تعمیر رقم کو تنخواہ میں استعمال کرنا

اگر تعمیر کے لیے جمع شدہ رقم کو تنخواہ میں خرچ کردیا جائے تو یہ ایک طرح کی خیانت ہے، اگرچہ دونوں (مد تعمیر اور تنخواہ) از قبیل امداد ہے، اس لیے ذمہ دار مدرسہ پر اپنی جیب سے تاوان ادا کرنا لازم نہ ہوگا، تاہم اس نے ایک مد کی رقم دوسرے مد میں خرچ کر کے بدنظمی، بددیانتی کا ثبوت دیا ہے نیز اس پر یہ لازم ہوگا کہ مد تنخواہ میں سے اتنی رقم جتنی تنخواہ میں خرچ کی گئی ہے مد تعمیر میں منتقل کردی جائے تاکہ دینے والے کی غرض کے مطابق مقصد میں خرچ ہو سکے، البحر الرائق کی ذیلی عبارت سے یہ مسئلہ مستفاد ہوتا ہے:

ولو جمع مالالینفقه فی بناء المسجد ، فأنفق بعضه، فی حاجته ثم رد بدله فی نفقة المسجد لایسعه أن یعفل ذلک ، فاذافعله وکان یعرف صاحبه ضمن له بدله ، أواستأذنه فی صرف عوضه فی المسجد ، وان کان لایعرف ،رفع الامر الی القاضی لیأمره بانفاق بدله فیه ، وان لم یمکنه الرفع الیه قالوا: نرجوا له فی الاستحسان الجواز اذاانفق مثله فی المسجد یخرج عن العهدة فیمابینه وبین الله تعالی. (البحر الرائق، کتاب الوقف ،فصل فی احکام المساجد ج۵/ص ۴۲۰،زکریا،فتاوی قاسمیه ج۱۹/ص ۲۱۵)

حج کے لیے رخصت کی تنخواہ

حج چونکہ اسلام کے اساسی اور بنیادی فرائض میں سے ہے، اس لیے بڑے اداروں میں اس

فریضہ کی ادائیگی کے لیے من جانب مدرسہ حج فرض کی ادائیگی کے نام سے ایک مرتبہ رخصت دی جاتی ہے، جیسا کہ دارالعلوم دیوبند، اور مدرسہ شاہی وغیرہ کا دستور ہے، لہٰذا حج فرض کی رخصت باتنخواہ کا ضابطہ بنالینا درست ہوگا۔

الصلح جائز بين المسلمين، الاصلحا حرم حلالا، أوأحل حراما، والمسلمون على شروطهم ،الخ: (الحديث، سنن ترمذى ابواب الاحكام، باب ماذكر عن رسول الله ﷺ فى الصلح بين الناس، ج ا /ص ۲۵۱)

مقررہ تنخواہ سے کم دینا

جب مدرسہ کے ملازم سے معاملہ کرتے وقت یہ شرط طے ہوگئی کہ تنخواہ اتنی مقدار (مثلاً دس ہزار) ہوگی تو اس کی ادائیگی ذمہ داران مدرسہ پر لازم ہوگی، کمی بیشی درست نہ ہوگی، اسلیے کہ آپس کی طے شدہ شرائط کی پابندی حدیث رسول ﷺ کے مطابق جانبین پر لازم ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ج ۷/ص ۲۸۴، فتاوی محمودیہ ج ۱۵/ص ۵۶۱، ڈابھیل)

الصلح جائز بين المسلمين، الاصلحا حرم حلالا، أوأحل حراما، والمسلمون على شروطهم ،الخ: (الحديث، سنن ترمذى ابواب الاحكام، باب ماذكر عن رسول الله ﷺ فى الصلح بين الناس، ج ا /ص ۲۵۱)

علالت کے زمانہ کی تنخواہ

اکثر مدارس اسلامیہ کا یہ دستور ہے کہ ان میں بیمار ملازم کو علالت کے زمانہ کی تنخواہ دی جاتی ہے، لہٰذا بیماری کا عذر واقعی معقول ہو تو علالت کے زمانہ کی تنخواہ کا ضابطہ بنانا درست ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ج ۱۵/ص ۲۵۶، فتاوی قاسمیہ ج ۱۹/ص ۲۲۰)

امور المسلمين محمولة على الصلاح والسداد ماامكن . (بداء الصنائع، كتاب الصلح، فصل فى الشرائط التى ترجع الى المصالح، ج۵/ص ۵۲، زكريا)

اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَیْنَ الْمُسلِمِیْنَ الاصُلْحاًحَرّمَ حَلالاًواَحَلَّ حَراماًوَالْمُسلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِھِمْ اِلَّاشَرطاًجَرَّمَ حَلالاًواَحَلّ جراماً. (سنن الترمذی ،باب الحکام ص ۲۵۱ ج ۱ ،سنن الدارقطنی ،کتاب البیوع ص ۲۳/ج۳،رقم: ۲۸۶۹)

مدرس کی تقرری کے بعد بلاعوض نگرانی پر مجبور کرنا

اگرتقرر کے وقت خارجی اوقات (فجر سے پہلے یا بعد،مغرب کے بعد،عشاء کے بعد،وغیرہ)میں نگرانی کرنے کا کوئی تذکرہ اورصراحت نہیں کی گئی تو ان اوقات میں نگرانی پر مدرس کو مجبور کرنا ناانصافی ہے۔

بڑے مدارس میں حفظ کے اساتذہ ،نیز ابتدائی عربی درجات کے اساتذہ خارجی اوقات میں نگرانی کرتے ہیں لیکن اس کا انہیں الگ سے معقول معاوضہ دیا جاتا ہے،لہٰذا ملازم سے مناسب معاوضہ مقرر کرکے خارجی اوقات میں نگرانی کا ضابطہ بنالینا چاہیے۔(مستفاد: فتاوی قاسمیہ ج۱۹/ص ۲۱۱)

اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَیْنَ الْمُسلِمِیْنَ الاصُلْحاًحَرّمَ حَلالاًواَحَلَّ حَراماًوَالْمُسلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِھِمْ اِلَّاشَرطاًحَرَّمَ حَلالاًواَحَلّ حراماً. (سنن الترمذی ،باب الحکام ص ۲۵۱ ج ۱ ،سنن الدارقطنی ،کتاب البیوع ص ۲۳/ج۳،رقم: ۲۸۶۹)

غیر موقوفہ مدرسہ کی تعمیر کے لیے چندہ کرنا

غیر وقف شدہ جگہ پر قائم مدرسہ کے لیے اگرلوگ تعاون پر راضی ہوں ،تو ان سے چندہ کرنا درست ہے؛لیکن چندہ سے جوعمارت بنائی جائیگی وہ وقف نہیں کہلائیگی (بلکہ وہ ملک مدرسہ ہوگی)جب تک کہ صحیح طریقہ پراس کووقف نہ کیا جائے۔(مستفاد: فتاوی محمودیہ، ج۱۵/ص ۵۸۰،فاروقیہ کراچی)

فراغت کے بعد پڑھایا جائے یا کاروبار کیا جائے

عالم بننے کے بعد مدرسہ میں پڑھانا بڑی سعادت اورفضیلت کی بات ہے،اس سے علم تازہ

رہتا ہے؛ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے ''ان تنصر الله ينصر كم '' اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائیں گے: مفسرین عظام نے اللہ کی مدد سے دین کی خدمت اور اس کی نشر واشاعت مراد لی ہے؛ اس لیے دین کی خدمت کرتے ہوئے یہ یقین رکھنا چاہیے کہ رزاق اللہ تعالیٰ ہیں اور انہوں نے ہر انسان کا رزق اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے جو اسے مل کر رہنا ہے، اس لیے مدرسہ میں عرصۂ دراز تک تعلیم حاصل کرنے اور وہاں کی سہولیات سے فائدہ اٹھانے اور وفا کا تقاضا یہ ہے کہ اس رشتہ کو قائم رکھا جائے، اور قناعت والی زندگی اختیار کی جائے ، اگر مدرسہ میں مکمل وقت دینا ممکن نہ ہو تب بھی کسی نہ کسی درجہ میں مدرسہ سے منسلک ہونے میں ہی عافیت ہے اگر مدرسہ سے ملنے والی تنخواہ سے گذارا مشکل ہو تو پڑھانے کے ساتھ ساتھ تجارت وغیرہ کی بھی کوئی ایسی شکل بنالیں کہ جس سے پڑھنے پڑھانے کے کام میں خلل نہ ہو تو بہت بہتر ہے۔ (مستفاد: دارالافتاء دارالعلوم دیوبند؛ فتوی نمبر: ۶۸۳۴۶، تاریخ اجراء: ۱۱ر اگست ۲۰۱۶ء)

مدرسہ کا مالی نظام درست نہ ہو تو اس کا چندہ دوسرے مدرسہ میں دینا

جس مدرسہ کے لیے عوام سے چندہ وصول کیا گیا ہو، چندہ کی رقم اسی مدرسہ کی ضروریات میں شرعی طریقہ پر صرف کی جائے ، چندہ دہندگان کی اجازت کے بغیر وصول کردہ رقم کسی دوسرے مدرسہ میں لگانا جائز نہیں ہے، اور اگر مدرسہ کا مالی نظام قابل اطمینان نہ ہو تو ذمہ داران مدرسہ کو متوجہ کیا جائے اور اگر وہ نظام درست نہ کریں تو ایسے مدرسہ کے لیے چندہ ہی نہ کیا جائے اور اگر چندہ کیا جا چکا ہو اور ابھی وہ رقم مدرسہ کے حوالہ نہ کی گئی ہو تو رسید کی بنیاد پر چندہ دہندگان سے رابطہ کیا جائے یا جن جن علاقوں میں چندہ کیا گیا ہو وہاں معتبر ذرائع سے اعلان کرا دیا جائے کہ فلاں مدرسہ کے نام جن لوگوں نے چندہ دیا ہو وہ حضرات رسید نمبر کی نشاندہی کے ساتھ فلاں موبائل نمبر پر رابطہ کرلیں، اور رابطہ کرنے پر یا تو ان سے دوسرے مدرسہ میں چندہ لگانے کی اجازت لے لی جائے یا ان کا چندہ انہیں واپس کر دیا جائے ، درج بالا صورت کے ممکن ہوتے ہوئے ایک مدرسہ کا چندہ دوسرے مدرسہ میں لگانے کی اجازت نہ ہوگی۔

وهنا الوكيل انما يستفيد التصرف من المؤكل ، وقد أمره بالدفع إلى فلان فلايملك الدفع إلى غيره. (ج ۲/ص ۲۶۹، کتاب الزكوٰة)

مدرسہ کے تہ خانہ میں آمد کی خاطر کار پارکنگ بنانا

مدرسہ کی انتظامیہ اگر مدرسہ کے مفاد کی خاطر اوپر کی منزلوں میں مدرسہ چلائے اور تہ خانہ میں کار پارکنگ یا دوکانیں وغیرہ بنادے تا کہ مدرسہ کو کرایہ کے ذریعہ آمدنی حاصل ہو اور ساری زمین مدرسہ کی ملک رہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

و اذا اراد أن يبنى فيهابيوتاليستغلها بالاجازة-الى-ان كانت أرض الوقف متصلة ببيوت المصر يرغب فى استئجار بيوتها، وتكون غلة ذلك فوق غلة الارض ، والنخيل كان له ذلك. (التاتارخانية:الفصل السابع ،فى تصرف القيم، ج۸/ص ۶۳ ،زكريا)

مدرسہ کی رقم بطور رشوت دینا

مدرسہ سے اگر کوئی طالب علم بھاگ جائے تو اہل مدرسہ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ بچے کے سرپرستوں (والدین وغیرہ) کو اطلاع کردیں کہ تمہارا بچہ فلاں وقت سے غائب ہے، اب اگر اس طرح کے واقعہ میں خدانخواستہ سرپرست اہل مدرسہ پر اغوا کا الزام لگا کر مقدمہ دائر کردے تو اہل مدرسہ کو اگر اپنے دفاع میں رشوت دینا پڑے تو اس رشوت کی رقم کو مدرسہ سے لے لینے کی اجازت ہے، لیکن بہتر صورت یہ ہے کہ مخصوص اصحاب خیر سے اس کام کے لیے خصوصی تعاون لے لیا جائے تا کہ مدرسہ کے اوپر زائد بار نہ پڑے۔ (فتاوی قاسمیہ ج۱۹/ص ۱۶۵)

اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسلِمِيْنَ الاصُلْحاًحَرّمَ حَلالاًاواَحَلَّ حَراماًوَالْمُسلِمُوْنَ عَلى شُرُوْطِهِمْ اِلَّاشرطاًحَرَّمَ حَلالاًاواَحلّ حراماً. (سنن الترمذى ،باب الحكام ص ۲۵۱ ج ۱ ،سنن الدارقطنى ،كتاب البيوع ص ۲۳/ ج۳،رقم: ۲۸۶۹)

مدرسہ کا روپیہ ذاتی معاملات میں خرچ کرنا

اہل مدرسہ کے لیے مدرسہ کا روپیہ پیسہ اپنے ذاتی معاملات وجھگڑوں میں خرچ کرنا ہرگز جائز نہیں۔

اذلایجوز لأحدمن المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی. (شامی، کتاب الحدود، باب التعذیر، ج۶/ص ۱۰۶)

مستعفی کی ایک ماہ کی تنخواہ ضبط کرنا

بعض بڑے مدارس دارالعلوم دیوبند وغیرہ میں یہ ضابطہ اوردستور ہے کہ اگر کوئی مدرس یاملازم مستعفی ہوکر جانا چاہتاہے، تو ذمہ دارن کوایک مہینہ پہلے مطلع کرنا ضروری ہے، اگر اچانک استعفی دے کر جاتاہے توایک ماہ کی تنخواہ ضبط کرلی جائیگی، اسی طرح اگر مدرسہ اچانک برطرف کردیتاہے تو منجانب مدرسہ ایک ماہ کی تنخواہ مزید مل جائیگی، تاکہ حدیث پاک ''لاضررولاضرار'' کی روسے کسی کونقصان نہ پہنچے، لہٰذا اگرکسی مدرسہ میں مذکورہ ضابطہ طے ہوتو اچانک استعفی دے کر چلے جانے والے ملازم کی ایک ماہ کی تنخواہ روک لینا جائز ہوگا۔ (فتاوی قاسمیہ، ج۱۹/ص ۲۲۸)

اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَیْنَ الْمُسلِمِیْنَ الاصُلْحاًحَرّمَ حَلالاًواَحَلَّ حَرَاماًوَالْمُسلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ اِلَّاشَرطاًحَرَّمَ حَلالاًواَحَلّ حراماً. (سنن الترمذی، باب الحکام ص ۲۵۱ ج ۱، سنن الدارقطنی، کتاب البیوع ص ۲۳/ ج۳، رقم: ۲۸۶۹)

عن عمرو بن یحی المازنی، عن ابیه، ان رسول الله ﷺ قال: لاضَرَرَولاضرارَ. (مؤطاامام مالکؒ، کتاب القضاء، القضاء فی المرفق ص، ۳۱۱، اشرفی دیوبند)

مدرسہ میں چوری کی لائٹ

مدرسہ میں چوری کی بجلی کا استعمال بالکل ناجائز ہے، سرکاری بجلی سرکاری اجازت کے بغیر

استعمال کرنا جائز نہیں ہے، نیز ہمارے علم کے مطابق ملک ہندوستان میں ایسا کوئی قانون بھی نہیں ہے، جس کی رو سے مدرسہ، یا مذہبی مقامات کے لیے بجلی مفت فراہم کی جائے؛ لہٰذا ذمہ داران مدرسہ اس سے مکمل طور پر بچیں، اور حکومت کے قانون کے مطابق میٹر لگا کر ہر ماہ مقررہ بل ادا کریں، اور جس قدر لائٹ سرکاری اجازت کے بغیر انہوں نے خرچ کی ہو اس کا معاوضہ محکمۂ بجلی میں داخل کریں، ورنہ ذمہ داران (جو چوری سے بجلی استعمال کرتے ہیں) ہی گنہگار اور مؤاخذہ دار ہوں گے نا کہ طلبہ یا اساتذہ۔

لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ وولایتہ. (شامی ج۹/ص ۲۹۱، زکریا)

قال تعالیٰ: لاتزروا زرۃ وزراخری (الانعام آیۃ ۱۶۵)

ان الحرام لایعتدی إلی ذمتین (شامی ج۳/ص ۲۱۹/۵۵۳، زکریا)

المغضوب ان علمت أصحابہ أوورثتھم وجب ردہ علیھم، والاوجب التصدق (شامی ج ۳/ص ۲۸۱، کتاب الزکوٰۃ، زکریا دیوبند)

طلبہ سے ورزش کرانا

جسمانی صحت کی بہتری، اور اس کو برقرار رکھنے کے لئے ورزش کرنے اور طلبہ سے ورزش کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ یہ مستحسن عمل ہے؛ حدیث پاک میں ہے:

المؤمن القوی خیر واحب الی اللہ من المؤمن الضعیف وفی کل خیر احرص علی ماینفعک و استعن باللہ ولا تعجز (صحیح مسلم)

نیز متعدد احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑ سواری، تیراکی، تیراندازی جیسے ورزشی عمل پسند تھے (کنز العمال)

البتہ ورزشی عمل کی اسلام میں جہاں اجازت ہے وہیں حدودِ شرع سے تجاوز کرنے کی ممانعت بھی ہے، لہٰذا ورزش کے وہ طریقے جو اسلامی احکام کی رو سے ناجائز ہوں ان سے احتراز لازم ہے جیسے ستر کھول کر ورزش کرنا، یا میوزک وگانے سنتے ہوئے ورزش کرنا، فرائض وواجبات

ترک کرکے ورزش کرنا، نیز ہندوانہ مذہبی طرز کے اعمال شرکیہ کرتے ہوئے ورزش کرنا جیسا کہ ''یوگاورزش'' میں ہوتا ہے، الغرض خلاف شرع کسی اورامر کاارتکاب کرکے ورزشی عمل میں حصہ لینا سب ناجائز ہوگا۔

وفی الجوهرة: قدجاء الاثر فی رخصة المسارعة لتحصيل القدرة على المقاتلة دون التلهی فانه مكروه إلخ (شامی مع الدر ج۹/ص۵۶۶)

والثانی: ماليس كذلک فهو أيضا ان اشتغل به لتحصيل المنفعة وبنية استجلاب المصلحة فهو مباح بل قد يرتقى إلى درجة الاستحباب أو اعظم منه (تكملة فتح الملهم ،باب تحريم اللعب بالنردشير ج۴/ص۴۳۵ ،المكتبه الاشرفيه، ديوبند)

وفی المشكوة: عن ابن عمرؓ قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم. (رواه أحمدوابو داؤد ج۲/۳۷۵)

وأيضا فی رد المحتار: كراهية التشبيه باهل البدع مقررة عندنا لكن لامطلقا بل فی المذموم وفيما قصد به التشبيه بهم إلخ (شامی ج۲/۷۵۳)

الرابع : ستر عورته ووجوبه عام ولو فی الخلوة على الصحيح ، قال الشامی ولو فی الخلوة: أی اذا كان خارج الصلاة يجب الستر بحضرة الناس اجماعاً. (الدرالمختار مع الشامی ج۲/ص۷۵۰)

قال ابن مسعودؓ: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فی القلب كماينبت الماء النبات . (الدر المختار مع الشامی ج۹/ص۵۰۲ كتاب الحظر والإباحة ،مطبوعه: زكريا)

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ : مِن حسنِ إسلامِ المرءِ ترْكُه مالايعنيه (سنن الترمذی ج۲/ص۵۸رقم: ۲۲۱۷)

قال العلامة الحصكفیؒ: كل ماأدّى إلى مالايجوز ،لايجوز . (الدرالمختار ، كتاب الحظر و الاباحة ج۹/ص۵۱۹،زكريا)

طلبہ سے جاسوسی کرانا

جاسوسی (کسی کا پوشیدہ عیب معلوم کرنا) شریعت میں حرام ہے، قرآن پاک میں **ولاتجسسوا** اورکسی کے عیب کا سراغ نہ لگایا کرو۔(الحجرات:۱۲)

لہٰذا طلبہ سے جاسوسی کرانا درست نہ ہوگا البتہ اگر کسی طالب علم سے مضرت پہنچنے کا احتمال ہوتو دفع مضرت کی غرض سے اس کی خفیہ تدبیروں اور ارادوں کا تجسس جائز ہوگا نیز اسی طرح اگر کوئی ناگوار واقعہ پیش آ گیا تو اصل مجرموں کا پتہ لگانے کے لیے تحقیق وتفتیش درست ہوگی۔(مستفاد از: معارف القرآن ج۸/ص۱۲۱،وآسان ترجمہ قرآن پاک از مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ)

فیس لے کر شرعی علوم پڑھانا

دینی علوم فیس لے کر پڑھانے کو متأخرین احناف نے بوجہ ضرورت جائز قرار دیا ہے، لیکن یہ فیس اصل میں دینی علوم پڑھانے کی نہیں ہے، بلکہ اس مقصد کے لیے اپنے آپ کو محبوس اور دیگر کاموں سے فارغ رکھ کر وقت دینے کی ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص یا ادارہ اللہ کی رضا کے لیے اپنا دینی تشخص اور دینی وقار برقرار رکھتے ہوئے دینی علوم کی تعلیم دے اور اپنے وقت کے بدلے کچھ فیس بھی لے لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن ،والفقه والامامة ، والاذان. (الدرالمختار مع الشامی ج۶/ص۵۵)

مدرسہ کے کوئلے، سوکھی روٹی، اور زائد از ضرورت اشیاء کا حکم

مدرسہ کے کوئلے،سوکھی روٹی، اور زائد از ضرورت اشیاء خواہ وہ چیز معمولی قیمت کی بھی ہو، بلامعاوضہ اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں، لہٰذا ان اشیاء کا انتظامیہ کو مناسب معاوضہ دے کر ہی استعمال کیا جائے۔

واذارأی حشیش المسجدفرفعه انماجاز ان لم یکن له قیمة ، فان کان له

ادنی قیمة لایأخذ الابعد الشراء من المتولی أو القاضی أواھل المسجد

.(البحر الرائق ج۵/ص ۴۲۰،فصل فی احکام السجد)

مدرسہ کے تنور یا چولہے وغیرہ پر کسی شخص کا روٹی یا سالن بنوانا؟

مدرسہ کے تنور وغیرہ پر کسی شخص کا اپنی ذاتی روٹی لگوانا یا سالن بنوانا مناسب معاوضہ دے کر درست ہے۔

ویوجر بأجر المثل فلایجوز بالاقل ولوھو المستحق :أی لایصح اذاکان بغبن فاحش .(شامی ج۶/ص۶۰۸،کتاب الوقف)

ولاتاکل اموالھم الی اموالکم انه کان حوباً کبیراً.(النساء :)

گھروں میں جا کر دینی تعلیم دینا

اولاً تو یہ کوشش کی جائے کہ بچوں کے گھر جا کر دینی تعلیم دینے کے بجائے ان کو اپنے گھر یا مدرسہ بلا کر پڑھایا جائے، تا کہ بچوں کے دلوں میں دینی علوم اور معلم کی عظمت باقی رہے، لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے گھر جا کر ہی تعلیم دینی پڑے تو چند باتوں کا خیال رکھنا لازم ہے۔

(۱) لوگوں کے گھر آتے جاتے وقت پردہ کا بہت خیال رکھے اور گھر والوں کو بھی تلقین کردے کہ میرے آنے جانے کے اوقات میں پردہ کا خیال رکھیں۔

(۲) کسی بالغہ یا قریب البلوغ لڑکی کو نہ پڑھائے اِلّا یہ کہ پورا شرعی پردہ ہو اور لڑکی کا کوئی محرم وہاں موجود ہو۔

(۳) دینی وقار اور تشخص برقرار رکھتے ہوئے استغناء کا مکمل مظاہرہ کیا جائے۔

فلایحل النظر للأجنبی من الأجنبیة الحرة إلی سائر بدنھا إلّاالوجه ولکفین.(بدائع الصنائع ج۴/ص۲۹۳)

لقوله تعالیٰ : قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم .(النور: ۳۰،بدائع الصنائع

ج ۴/ص ۲۹۳)

عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال: لایخلون رجل بأمرأة الامع ذی محرم

.(صحیح البخاری کتاب النکاج ص ۱۳۴۵ ،رقم: ۵۲۳۳،بیروت)

مدرسہ میں دنیوی علوم پڑھانا

اگر مدرسہ میں دینی تعلیم کے علاوہ دیگر علوم مثلاً عصری تعلیم شعبۂ کمپیوٹر وغیرہ محض ضمنی طور پر قائم ہوں اور اصل مقصد اور کامل توجہ قرآن وسنت کی تعلیم پر ہو تو یہ بات چندہ دہندگان کی منشا کے خلاف نہیں ہے اس لیے جائز ہوگی البتہ اگر ادارہ میں دنیوی تعلیم ہی کو اہمیت دی جانے لگے اور دینیات کو ثانوی درجہ میں رکھ دیا جائے گویا کہ مدرسہ کو اسکول بنا دیا جائے تو یہ جائز نہ ہوگا۔

شرط الواقف کنص الشارع فیجب اتباعه (شامی کتاب الوقف ج ۶/ص ۷۳۵)

مدرسہ کو اسکول میں تبدیل کرنا

جو ادارہ عوامی چندہ سے دینی تعلیم کی غرض سے قائم کیا گیا ہو اس میں دینی تعلیم ختم کر کے پوری طرح اسکول کی دنیوی تعلیم جاری کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔

الوکیل انمایستفیدالتصرف من المؤکل وقد امره بالدفع الی فلان فلایملک الدفع الی غیره (شامی ج ۳ ص ۱۸۹ .زکریا)

کتابچہ میں موجودہ طلبہ کے بجائے کل داخل شدہ طلبہ کی تعداد لکھنا

اگر تصدیق نامہ دینے کے لیے موجودہ حاضر طلبہ کی تعداد مطلوب ہو تو کل داخل شدہ طلبہ کی تعداد لکھنا ایک طرح کا جھوٹ اور دھوکہ ہے، جس سے ذمہ داران کو احتراز کرنا چاہیے۔

قال النبی ﷺ آیة المنافق ثلاثة :اذاحدَّث کَذبَ. الحدیث. بخاری شریف ص ۱۰/کتاب الایمان)

عن ابی هریرةؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم....ثم قال من غشَّ

فلیس مِنّا (سنن ترمذی باب ماجاء فی کراھیة الغش فی البیوع ج ۱ / ص ۲۴۵ / صحیح مسلم ج ۱ / ص ۷۰)

استاذ کا طالب علم سے جسمانی خدمت لینا

اگر بہت سخت ضرورت ہو اور کوئی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو مثلاً استاذ ضعیف العمر ہو اور تنہائی بھی نہ ہو نیز شاگرد پر جبر بھی نہ ہو تو شاگرد کے لیے فی نفسہ استاذ کی جسمانی خدمت کی گنجائش ہے؛ لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو مثلاً استاذ نوجون ہو اور شاگرد بے ریش ہو یا تنہائی ہو اور تہمت کا موقع ہو تو یہ جسمانی خدمت بلاشبہ گناہ ہوگی، بریں بناء شاگرد سے خدمت لینے میں سب کو احتیاط لازم ہے، خاص طور پر شاگردوں کو اپنا بے گاری خادم سمجھنا اور ان کی تعلیم وتربیت پر توجہ دینے سے زیادہ ان سے خدمت لینے کا اہتمام کرنا بہت زیادہ قابل مذمت عمل ہے۔

مدارس کی زندگی میں بالخصوص اس سے احتیاط ضروری ہے کیونکہ احتیاط نہ ہونے کی بناپر بہت سے فتنے رونما ہوتے ہیں جن سے علماء اور مدارس کا وقار مجروح ہوتا ہے۔(فتاوی محمودیہ ج۶ / ص۳۶ / مطبوعہ میرٹھ)

کماجاء فی حدیث انس ؓ...... فخدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرَ سنینَ. (تھذیب الکمال ج ۲ / ص ۳۳۵)

وکان محمدبن الحسن صبیحاً وکان ابو حنیفة رحمہ اللہ یجلسه فی درسه خلف ظھره اوخلف ساریة مخافة خیانة العین مع کمال تقواه (الفتاوی التاتار خانیة ج۱۸ / ص۹۸ زکریا)

اتقوامواضع التھم..... وعن عرض نفسه للتھمة فلایلومن من اساء به الظن (کشف الخفاء ج ۱ / ص ۴۵ بیروت)

درء المفاسد اولی من جلب المصالح (الاشباہ والنظائر القاعد الخمسة ص۱۴۷)

وان کان صبیحاً فحکمه حکم النساء فھوعورة من قرنه الی قدمه لایحل

النظر اليه عن شهوة وفيه اشارة الى أنه لوعلم منه الشهوة او شك حرم النظر كمافي المحيط وغيره (شامی ج۹/ص۵۲۴زکریا)

استاذ کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا

طالب علم کو بہر حال اپنے استاذ کا ادب کرنا چاہیے کوئی بھی ایسا عمل جس سے بے ادبی کا شائبہ پیدا ہوتا ہو یا استاذ کی تحقیر لازم آتی ہو طالب علم کے لیے محرومی کا سبب بن سکتا ہے، ایسی باتوں سے احتراز کرنا چاہیے البتہ باوقار انداز میں خوش طبعی کی اجازت ہے۔

كما في الحديث: ليس منامن لم يرحمْ صغيرَناولم يؤقِّر كبيرَنا (سنن الترمذی ابواب البر والصلة ج۲/ص۱۴)

طلبہ کا درسگاہ میں تعظیماً کھڑا ہونا

کسی قابل تعظیم شخصیت مثلاً استاذ بزرگ وغیرہ کے مجلس میں تشریف لانے پر اہل مجلس کا تعظیماً کھڑا ہونا اگر چہ شرعاً جائز ہے لیکن طلبہ کو ہر شخص کے درسگاہ میں آنے پر کھڑے ہونے کا پابند بنانا درست نہیں۔

عن ابی سعیدالخدریؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قُومُواالى سيدِكم. متفق عليه (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب القیام الفصل الاول ص۴۰۳)

قال النبی صلى الله عليه وسلم لاتَقومُواكماتقومُ اَلاعَاجِمُ بعضُهم لبعضٍ (فتح الباری، کتاب الاستیذان ج۱۱/ص۴۹)

مذہبی پابندیاں اور منکرات والے اسکول میں تعلیم دینا

جس اسکول میں مذہبی پابندیاں اور منکرات ہوں مثلاً ڈریس یا کورس کی کتابوں پر مورتی کی تصاویر کا استعمال، نماز، حجاب وغیرہ پر پابندی ہو تو مسلمانوں کے لیے ایسے اسکول میں اپنے بچوں کو تعلیم دلانا جائز نہیں ہے اس کے بجائے ان کو ایسے اسکولوں میں تعلیم دلائی جائے جہاں پر مذہبی

آزادی ہو۔

قال سعید بن جبیرؓ : اذاعمل بالمعاصی فی ارض فأخرج منها(قرطبی ج۵/ص۳۴۷، کتاب النوازل ج۱۷/ص۵۷۹)

مدرسہ کا کھانا اساتذہ وہاشمی طلبہ، اور فیملی وغیرہ کے لیے

مدرسہ کے مطبخ میں اگر زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی رقوم استعمال کی جاتی ہوں تو مطبخ کے کھانے کا حق صرف نادار طلبہ کو ہے، طلبہ کو کھانا تملیکاً دے دیا جائے وہ کمرہ وغیرہ میں لے جاکر کھائیں، صاحب نصاب اساتذہ یا طلبہ، نیز ہاشمی طلبہ کے لیے اس کھانے کا استعمال جائز نہیں ہے، مگر یہ حضرات انتظامیہ کی طرف سے اجازت کے بعد قیمۃً خرید کر کھا سکتے ہیں جیسا کہ بعض بڑے مدارس میں رائج ہے، یا خود انتظامیہ صاحب نصاب اساتذہ اور ملازمین کے کھانے کے بقدر رقم امدادی فنڈ سے زکوٰۃ کے فنڈ میں جمع کرا کر ان حضرات کو کھانے لینے کی اجازت دیدیں تو بھی یہ حضرات بطور جز وتنخواہ کے کھانا لینے کے مستحق ہو جائیں گے، یہ طریقہ بھی بہت سے مدارس میں رائج ہے اور اگر مدرسہ کے مطبخ میں مصالح مدرسہ کے لیے آئی ہوئی نفلی صدقات وعطیات کی رقوم (صدقات واجبہ کی رقوم بھی مخصوص صحیح طریقۂ تملیک کے بعد نفلی عطیات کے درجہ میں ہو جاتی ہیں) استعمال کی جاتی ہوں تو پھر حسب تجویز انتظامیہ مطبخ کا کھانا صاحب نصاب اساتذہ وعملہ، ان کی فیملی، نیز مستطیع وغیر مستطیع، بالغ اور نابالغ طلبہ، ہاشمی طلبہ اور مدرسہ کے مہمان سب کھا سکتے ہیں۔

نوٹ: احوط اور بہتر شکل یہ ہے کہ مطبخ میں جو بھی رقم صرف کی جائے یا جو بھی کھانا آئے اس کی پیشگی تملیک کرالی جائے تاکہ کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج۱۲/ص۲۲)

قال تعالیٰ: انما الصدقات للفقراء، الآیة.(التوبہ: ٦٠)

ویشرط أن یکون الصرف تملیکاً فلایکفی فیها الإطعام الابطریق التملیک .(الدرالمختار مع الشامی ج۳/ص ۲۹۱، زکریا)

الزکاۃ هو تملیک المال من فقیر مسلم .(البحرالرائق ج۲/ص ۲۰۱)

ویبدأ من غلتہ بعمارتہ ثم ماھو أقرب لعمارتہ کامام مسجد ومدرس،مدرسة یعطون بقدر کفایتھم ثم السراج، والبساط کذالک إلی آخر المصالح .(الدرالمختار ج٦/ص٥٥٩/٥٦٠)

الاحتیال للھروب عن الحرام ، والتباعد عن الوقوع فی الاثام لابأ س به، بل ھومندوب الیه .(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج١٨/ص١٠٨)

قال النبی ﷺ :اَلصُّلُحُ جَائِزٌ بَیۡنَ الۡمُسلِمِیۡنَ الاصُلُحاًحَرّمَ حَلالاًاَواَحَلَّ حَرَاماًوَالۡمُسلِمُوۡنَ عَلٰی شُرُوۡطِھِمۡ اِلَّاشَرطاًحَرَّمَ حَلالاًاواَحَلّ حراماً. (سنن الترمذی ،باب الحکام ص ٢٥١ ج١ ،سنن الدارقطنی ،کتاب البیوع ص ٢٣/ج٣،رقم: ٢٨٦٩)

طالب علم کامدرسہ سے بھاگنا

اگرکوئی طالب علم مدرسہ سے بلا اطلاع چلاجاتا ہے،تواولاً اس کی نفسیات کوملحوظ رکھ کرحکیمانہ فہمائش اورمناسب تنبیہ کی جائے حد سے زیادہ مار پیٹ اورتادیب جری سے تعلیم میں استاذ کبھی کامیاب نہیں ہوتا، بلکہ جواستاذ طلبہ کی نفسیات سے واقف ہوکر پڑھاتا ہےاورطلبہ پراپنارعب قائم رکھتاہےتواس کی ڈانٹ بھی کافی ہوجاتی ہے،لیکن اگرکوئی طالب علم بھگوڑاہی ہو، بار بار کی تنبیہ سے بھی اپنی حرکت سے بازنہ آئے یاکوئی طالب علم ذھناً انتہائی کمزورہوتوسب طلبہ کوحافظ یامولوی بناناضروری نہیں ہے، بلکہ ایسے طلبہ کوان کے سرپرستان کےعلم میں لاکرصرف اس قدرپڑھادینا، جتناشرعاًضروری ہے،کافی ہے؛ کیوں کہ ہرمسلمان مردوعورت پرصرف اتناعلم سیکھنافرض ہے،جس کےذریعہ وہ حلال وحرام پہچان سکے۔

واعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین وھوبقدرمایحتاج الیه وفرض کفایة وھومازادعلیه لنفع غیر.(الدرالمختار مع الشامی ج١/ص٤٢،کراچی)

عن انسؓ قال:قال رسول اللہ علیه صلی اللہ علیه وسلم:طلبُ العلمِ فریضةٌعلی کل مسلمٍ.(سنن ابن ماجه،رقم:٢٢٤/ مشکوة المصابیح

ج ا ص ۳۴، رقم: ۲۱۸)

چیک کی شرعی حیثیت اور اس کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی

بینک کے چیک کی شرعی حیثیت کرنسی (نقدی) کی رسید (سند، وثیقہ) کی ہے، چیک نقدی کے حکم میں نہیں ہوتا، بینک چیک کے ذریعہ بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے تاہم زکوٰۃ جب ادا ہوگی جب مستحق زکوٰۃ اس کو کیش کروا کر اپنے قبضہ میں لے لے، صرف چیک پر مالکانہ قبضہ کرادینے سے زکوٰۃ ادا نہ گی۔

فی الهندية: اذادفع الزكاة إلى الفقير لايتم الدفع مالم يقبضها. (ج ا/ص ۱۹۰)

نوٹ کی شرعی حیثیت اور اس کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی

کسی بھی ملک کی کرنسی (کاغذی نوٹ، چاندی وسونے کے علاوہ دوسری دھاتوں کے سکے) نے عصر حاضر میں ذریعۂ تبادلہ ہونے میں مکمل طور پر زر خلقی (سونا، چاندی) کی جگہ لے لی ہے، اور باہمی لین دین اسی کے ذریعہ انجام پاتا ہے، اس لیے کسی بھی ملک میں رائج کاغذی نوٹ اور سکے فلوس نافقہ یعنی ثمن اصطلاحی وزر عرفی کے حکم میں ہیں، محض سند اور وثیقہ نہیں ہیں، اگرچہ اصالۃً یہ بمنزلہ سامان وعروض کے ہیں ان میں ثمنیت کا تحقق ملکی قانون اور اس کے نتیجہ میں تعامل بین الناس کی وجہ سے ہے، لہٰذا جب تک ان کاغذی نوٹوں اور سکوں میں ملکی قانون باقی رہے گا تب تک ان میں ثمنیت باقی رہے گی اور جب ملکی قانون کے مطابق ان کی حیثیت کرنسی کی نہیں رہے گی تو ان کی ثمنیت ختم ہوجائیگی۔

أماهذه الأوراق فليست اموالاً فى أنفسها، وانماجاء فيهاالتقوم من قبل الحكومة ولوأبطلت الحكومة ثمنيتها بطل تقومها. (بحوث فى قضايامعاصرة: ص ۱۵۵)

أما النوقود الورقية فإنها صارت اثمانا بالاصطلاح ، وثمنيتهما ليست دائمة، فيمكن في أي حين أن تبطل ثمنيتها بمحض اصدار حكم من الحكومة أنها لم تعد عملة قانونية .(فقه البيوع : ج۲/ص۷۳۳،المبحث السابع)

وتتعين بالتعيين إن كانت لاتروج .

لزوال المقتضى للثمنية، وهو الاصطلاح ، وهذا لأنها في الأصل سلعة ،وانما صارت اثمانا بالاصطلاح فاذاتركوا المعاملة بها رجعت إلى اصلها.(الفتاوى الهندية بحوالة قاموس الفقة ، ج۴/ص۴۵۷)

پھر ثمن اصطلاحی (کاغذی نوٹ اور سکے) چونکہ ثمن حقیقی کے مشابہ ہے لہذا ثمن اصطلاحی میں بھی ثمن حقیقی کی طرح زکوٰۃ واجب ہوتی ہے،اوران نوٹوں اور سکوں کے نصاب میں چاندی کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا (کیونکہ اس میں فقراء کا نفع ہے) یعنی جو شخص اتنی رقم (ثمن اصطلاحی) کا مالک ہوجائے جس سے چاندی کا نصاب خرید کیا جاسکے،تواس پر زکوٰۃ واجب ہوجائیگی نیز زکوٰۃ ثمن اصطلاحی ہی کے ذریعہ ادا ہوجائے گی ابھی زکوۃ لینے والا اسکو استعمال میں لایا ہو یا نہ لایا ہو۔(مستفاد:جدید فقہی مسائل،ج۴/ص۴۲)

سودی اینٹوں کو درسگاہ کے فرش پر لگانا

سود کی رقم سے دی ہوئی اینٹوں کو درسگاہ کے فرش پر لگانا جائز نہیں ، ایسی اینٹیں تو غریب ونادار لوگوں کا حق ہے،لہذاان اینٹوں کو حصول ثواب کی نیت کے بغیران کے وبال سے بچنے کے لیے مفلوک الحال،غربت زدہ،نادار شخص کو دے دینا چاہیے۔

ويردونها على أربابها إن عرفوهم ،والاتصدقوالأن سبيل الكسب الخبيث التصدق اذاتعذر الرد على صاحبه.(شامي ج۶/ص۳۸۵ کراچی)

والدین کی اجازت کے بغیر حصول علم

اگر کوئی شخص ضروری دینی علم سیکھنے کے لیے سفر کرنا چاہے، اور بستی میں اس کا انتظام نہ ہو سکے تو والدین کی اجازت اور مرضی کے بغیر بھی سفر کرنا درست ہے، اور اگر فرض عین کے درجہ کا علم نہیں بلکہ زیادتی علم کے لیے سفر کرنا چاہتا ہے تو اگر والدین جسمانی یا مالی خدمت کے محتاج نہ ہوں، اور سفر میں خطرات بھی نہ ہو تو بھی ان کی اجازت کے بغیر سفر کرنا درست ہوگا، ورنہ نہیں۔

وله الخروج لطلب العلم الشرعي بلااذن والديه ولو كان ملتحياأى إن لم يخف على والديه الضيعة ،ان كان موسرين،ولم تكن نفقتهماعليه . (الدرالمختار مع الشامي ج۹/ص۸۵/۵۸۴)

لايحل سفرفيه خطر إلاباذنهماأى باذن الوالدين ومالاخطرفيه يحل بلااذن، ومنه السفر فى طلب العلم ،قال العلامة الشامیؒ لأنه اولى من التجارة اذاكان الطريق آمنا ولم يخف عليهما الضيعة . (الدر المختار مع الشامي ج۶/ص ۲۰۳ كتاب الجهاد،زكريا،ديوبند)

مدرسہ کے لیے دو گاڑیاں

مدرسہ کی ضروریات کے پیش نظر اگر دو گاڑیاں رکھی جائیں اس طرح کہ ایک گاڑی مہتمم انتظامی ضرورت کے پیش نظر اپنے لیے خاص کر لے اور دوسری گاڑی اساتذہ وغیرہ کے لیے عام رکھے تو ایسا کرنا شرعاً درست ہے، لیکن ان گاڑیوں سے مدرسہ کے کام کے لیے ہی سفر درست ہوگا الا یہ کہ ذاتی کام کے لیے مناسب معاوضہ کے ساتھ سفر کا ضابطہ بنالیا جائے تا کہ وقت جیسی اہم چیز کا تحفظ ہو سکے وغیرہ وغیرہ۔

كما فى الحديث المشهور :المسلمون على شروطهم الاشرطا حرم حلالا اوأحل حراماً (سنن الترمذى ، ابواب الاحكام /باب ماذكر عن النبى ﷺ فى الصلح بين الناس

ج ۱ ص ۲۵۱)

ویوجر بأجر المثل ولوهو المستحق. (شامی ج۶/ص۶۰۸)

الضرر یزال (**فقهی قاعده مستفاد: قول النبی ﷺ لاضرر ولاضرر، الحدیث، ابن ماجہ**)

سواری ذاتی استعمال میں خراب ہوجائے تو خرچ کون اٹھائے گا

چونکہ سواری کا مالک مدرسہ ہے، اور مدرسہ کا ملازم ذاتی استعمال کے لیے اس کو کرایہ پر لینے والا ہے، اجارہ اور کرایہ پر دی جانے والی چیز کو انتفاع کے قابل بنانے کی ذمہ داری مالک کی ہوتی ہے، لہٰذا اگر مدرسہ کی سواری ذاتی استعمال میں ہوتے ہوئے ملازم کی طرف سے تعدی (زیادتی) کے بغیر خراب ہوجائے تو مرمت کا خرچہ مدرسہ کے ذمہ ہوگا، اور اگر سواری میں خرابی ملازم کی تعدی (زیادتی مثلاً غفلت ولاپرواہی سے سواری چلانا، یاٹریفک اصولوں کو پامال کرکے سواری چلاناوغیرہ) کی وجہ سے آئی ہے اور وہ تعدی ثابت بھی ہوجائے تو مرمت کا خرچہ ملازم کے ذمہ ہوگا۔

ولواستأجر داراًباجرة معلومة، وشرط الآجر تطیین الدار، ومرمتهاأو تعلیق باب علیهاأوادخال جذع فی سقفهاعلی المستأجر فالاجاره فاسدة ،لان المشروط بصیراجرة،وهو مجهول ، فتصیر مجهولة......لأن ذلک کله علی المواجر الخ(بدائع الصنائع ج۴/ص۱۹۴)

ویضمن بالتعدی وهذاحکم الامانات. (شامی، ج۴/ص۳۲۰)

ولایضمن ماهلک فی یده ،وفی الشامیة: أی لغیره صنعه ، الخ. (الدر المختار مع الشامی کتاب الاجارة، ج۹/ص۷۶)

مدارس اسلامیہ میں مقاصد تاسیس سے ہم آہنگ نصاب کا حکم

مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم کا اصل مقصد وہدف دین کے داعی وسپاہی، قرآن وسنت

کے مستند، مفسر وشارح ،تعلیمات اسلام کے مخلص معلم ومبلغ اورملت کے بے لوث اور سچے خادم ورہبر پیدا کرنا ہے، جواپنی ذمہ داریوں کے نباہتے ہوئے وقت کے تقاضوں، زمانے کی نزاکتوں لوگوں کے مزاجوں ،عرف وعادت کی تبدیلیوں کالحاظ رکھتے ہوں امت کوصحیح وسچے دین کی رہنمائی دیں، باطل طاقتوں کاعلمی وعملی طور پر جواب دیں اور دین اسلام کی حفاظت واشاعت کا کام خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیں، اس مقصد کے پیش نظر جوجزوی اصلاح وترمیم ''نصاب تعلیم'' میں کی جاسکتی ہے اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے، اورحقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی ترمیمات اوراصلاحات کا سلسلہ ایک زمانہ سے چل رہاہے چنانچہ مروجہ ''درس نظامی'' کی جوشکل آج ہے وہ اس صورت سے بہت حدتک مختلف ہے جو دوراول میں تھی پچاسوں کتابیں اس سے خارج کردی گئی اورمتعددنئی کتابیں اس میں داخل کردی گئی جواس بات کا کافی ثبوت ہے کہ عملاً ہردور میں اصلاح وترمیم کا کام انجام پاتارہاہے،تفصیل کے لیے اس موضوع پرلکھی گئی کتاب ''اسلامی مدارس کانظام ونصاب'' ازمولانامفتی محمدشعیب اللہ خان صاحب مفتاحی ملاحظہ ہو۔

مدرسہ کے وقت میں چائے وغیرہ لینا

سبق پڑھاکرطلبہ کاپوراحق اداکردینے کے بعد اگروقت مل جائے تو اتفاقیہ چائے وغیرہ لینادرست ہے، طلبہ کوسبق نہ پڑھاکران کاپوراحق ادانہ کرکے وقت بچانااوراس میں اپنا کام (چائے، ناشتہ وغیرہ) جائزنہیں یہ خیانت ہے۔

العادة محكمة (الاشباه والنظائر، القاعدة السادسة ص ۲۷۳)

قال الشامي: امام يترك الامامة لزيادة اقربائه في الرساتيق اسبوعاً اونحوه لمصيبة اولاستراحة لابأس به ومثله عفو في العبادة والشرع (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ج۵/ص ۳۸۵ كتاب الوقف رشيديه)

وليس للخاص ان يعمل لغيره ولوعمل نقص من اجرته بقدرماعمل (الدر المختار ج۶/ص ۷۰ كتاب الاجارة)

ایصال ثواب کے لیے طلبہ کو گھر بلانا

معاشرہ میں ایک عام رواج یہ بھی ہے، بالخصوص شہر والوں میں کہ اگر کوئی مر جائے تو بعد دفن کے طلبہ کو گھر بلا کر قرآن شریف پڑھواتے ہیں اور پھر کھانا پینا، ہدیہ کا لین دین، اور ناشتہ بھی ہوتا ہے، محققین نے ایسی قرآن خوانی کے متعلق لکھا ہے کہ میت کو اس کا ثواب نہیں پہنچتا، اور نیت کے درست نہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے والوں کو بھی اس کا ثواب نہیں ملتا، لہٰذا مروجہ قرآن خوانی درست نہیں، اور اگر ان مفاسد سے پاک قرآن خوانی، اجتماعاً یا انفراداً کرائی جائے تو بلاشبہ سب کو (میت کو بھی، اور پڑھنے والوں کو بھی) ثواب ملتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند ج۵ رص ۴۳۵)

کیا طلبہ کو بٹھا کر کھانا کھلانے سے تملیک ہو جاتی ہے

طلبہ کو بٹھا کر کھانا کھلانے سے تملیک نہیں ہوتی ہے، کیونکہ یہ کھانا کھلانا تملیکاً نہیں ہوتا بلکہ اباحۃً ہوتا ہے، لہٰذا یا تو کھانا پکا کر طلبہ کے سپرد کر دیا جائے یا مطبخ میں جو کھانا تیار کیا جائے وہ پہلے سے صحیح حیلۂ تملیک کے بعد پکایا جائے تو اس کھانے کو بٹھا کر کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۶ رص ۲۳۴، فتاوی محمودیہ ج۹ رص ۶۰۲)

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا اباحة فلایکفی فیھا إلاطعام إلابطریق التملیک . (شامی ج۳ رص ۲۹۱ زکریا، مجمع الأنھر ج۱ رص ۲۸۴، البحر الرائق ج۲ رص ۴۲۴، رشیدیه، باب المصرف)

دوران درس موبائل پر بات کرنا

موبائل پر گفتگو کرنا بھی آمنے سامنے گفتگو کی طرح ہے، بہتر یہ ہے کہ مدرسہ کے اوقات میں بالخصوص درس کے دوران موبائل پر گفتگو نہ کی جائے اور موبائل کو بند رکھا جائے البتہ اگر کوئی نہایت ضروری گفتگو کرنی ہو تو اس میں حد درجہ اختصار سے کام لیا جائے، خاص کر مدرسین حفظ کو اس کا زیادہ اہتمام رکھنا چاہیے کیونکہ قرآن پاک میں تلاوت کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(مستفاد: معارف القرآن ج ۴/ ص ۱۶۱)

قال تعالیٰ: واذاقرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون. (الاعراف: ۲۰۴)

مطبخ کا بچا ہوا کھانا استاذ، منتظم یا ملازم کا گھر لے جانا

اولاً تو اس کی پوری کوشش کی جائے کہ مطبخ میں اسراف اور بخیلی سے بچتے ہوئے پوری احتیاط کے ساتھ حساب لگا کر مدرسہ میں موجود لوگوں ہی کے لیے کھانا بنانے کا اہتمام کیا جائے اس کے باوجود بھی اگر زائد کھانا بچ جائے تو اگر وہ کھانا زکوٰۃ یا صدقات واجبہ کے مد سے تیار شدہ ہو تو اس کھانے کو کسی استاذ، منتظم یا ملازم کو اپنے گھر لے جانا درست نہیں ہے بلکہ وہ صرف نادار اور غریب طلبہ کا حق ہے، لیکن اگر وہ امدادی تملیک شدہ رقوم سے تیار شدہ ہے تو اس کے کھانے کو انتظامیہ کی اجازت سے مدرسہ کا کوئی بھی متعلق استعمال کر سکتا ہے، بعض مدارس میں اس طرح کا ضابطہ ہی بنا ہوا ہے کہ کبھی کبھار اتفاقی طور پر اگر کھانا زائد بچ جائے تو زائد میں ہی لینے والے (طلبہ اپنے لیے یا اساتذہ وملازمین کے لیے) الگ سے لائن لگا کر وصول کر سکتے ہیں۔

ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین. (بنی اسرائیل: ۲۷ پارہ ۱۵)

انما الصدقات للفقراء والمساکین الآیة. (التوبة: ۶۰)

المسلمون علی شروطهم الاشرطاً حرم حلالاً أو حل حراماً. (سنن الترمذی، ابواب الاحکام ج ۱/ ص ۲۵۱)

طلبہ کا موبائل وغیرہ توڑنا یا کسی مدرس کے لیے اس کا استعمال کرنا

موبائل، ایم پی تھری، میموری کارڈ، ٹیپ ریکارڈ جو کہ صرف ناجائز کاموں کے لیے نہیں ہیں، بلکہ بہت سے جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں، اس لیے یہ چیزیں شریعت کی نظر میں مال متقوم ہیں اس لیے ان کا توڑنا تعزیر مالی میں داخل ہے فقہائے احناف کے یہاں جائز نہیں ہے

البتہ دور حاضر میں چونکہ ان سے بہت سے مفاسد پیدا ہور ہے ہیں اور موبائل تو مستقل ایک فتنہ بن کر ابھر رہا ہے، اس کا جائز استعمال کم ہوتا جارہا ہے، اس لیے تربیتی نقطۂ نظر سے طلبہ کو موبائل وغیرہ سے دور رہنے کا ضابطہ بنانا درست ہی نہیں بلکہ وقت کی اہم ضرورت ہے، نیز خلاف ورزی پر طالب علم کا اخراج بھی کیا جاسکتا ہے، یا کوئی دوسری مناسب سزا بھی دی جاسکتی ہے یا صرف ان کو ضبط کر کے علامت لگا کر رکھ دیں آخر سال میں سرپرست سے بات کر کے واپس کردیں وغیرہ وغیرہ کسی مدرس یا ملازم کے لیے ان کا استعمال جائز نہیں ہے۔

نیز اگر طلبہ کے موبائل وغیرہ توڑے گئے تو جن اساتذہ نے موبائل وغیرہ توڑ کر ضائع کیے ان پر توڑے ہوئے موبائلس وغیرہ کا ضمان واجب ہوگا، البتہ اگر بالغ طلبہ اپنی مرضی اور خوشی سے معاف کردیں تو ضمان معاف ہوجائے گا۔

الحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال. (شامی ،باب التعزیر، مطلب فی التعزير بأخذ المال ج۴/ص ۶۱)

لايجوز لأحد من المسلمين اخذ مال أحد بغير سبب شرعي . (شامی باب التعزير ج۴/ص ۶۱)

وفى شرح معانى الآثار : التعزير بأخذ المال كانت فى ابتداء الاسلام ثم نسخ . (البحر الرائق ج۵/ص ۴۱باب التعزير)

وفى هذه الدرجة أدبان :......الثانى أن يقتصر فى طريق التغيير على القدر المحتاج اليه ......وحيث كانت الإراقة متيسرة بلاكسر فكسره لزمه الضمان .(إحياء العلوم للغزالى مع الاتحاف ج۷/ص ۴۵/ ۴۶،مؤسسة التاريخ العربى،بيروت)

المالك هو المتصرف فى الاعيان المملوكة كيف شآء. (بیضاوی ج ۱/ص۷سورة الفاتحه)

مدرسہ کی زمین پرزیبائشی عمل (چمن بندی وغیرہ) کرانا

مدرسہ کی زمین پر تزیین و زیبائش کے لیے زیادہ تکلفات سے بچتے ہوئے چمن بندی کرنا درست ہے، مگر چونکہ یہ زیبائش وآرائش ضروریات مدرسہ سے نہیں ہے، اس لیے اس پر مال وقف یا عمومی چندہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ کوئی بھی شخص اگر اپنا ذاتی پیسہ بخوشی اس مد (زیبائشی عمل) میں خرچ کرے تو فی نفسہ اس کی اجازت ہے، یہی حکم دیواروں اور چھتوں پر زیبائش (نقش ونگار) کا ہے، لیکن اس کے برعکس یہ رقم مساکین پر خرچ کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ج۶ ر ص۱۷۳، احسن الفتاویٰ ج۶ ر ص۴۵۹)

ولابأس بنقش المسجد بالجص ، والساج وماء الذهب ، ونحوه ...... اذافعل من مال نفسه أماالمتولي فلايجوز أن يفعل من مال الوقف (حلبی کبیر، فصل في احکام المسجد ۶۱۵ ،مطبوعه لاهور)

وفي الفتح : دقائق النقوش، ونحوها مكروه .(مجمع الأنهر ج ۱ ر ص۱۲۸)

والصرف إلى الفقراء أفضل ،وعليه الفتوى (شامي ج۲ ر ص ۴۳۱، زكريا، مطلب : كلمة لابأس دليل على أن المستحب غيره)

مدرسہ کے طلبہ کی دلگی کے لیے جانور پالنا

مدرسہ کے طلبہ کی دلگی ودل بستگی کے لیے اپنے ذاتی پیسہ سے مباح جانور پالنا فی نفسہ جائز کام ہے، بشرطیکہ طلبہ کا کوئی علمی نقصان نہ ہو۔

قال رسول الله ﷺ روحوا القلوب ساعة فساعة (الجامع الصغير للسيوطي مع فيض القدير ج۷ ر ص ۳۴۱، رقم: ۴۴۸۴، مكتبه نزار مصطفى الباز، رياض)

قال العلامة المناوي تحته: أى أريحوها(القلوب) بعض الاوقات من مكابدة العبادات بمباح لاعقاب فيه ولاثواب ،قال ابو الدرداءؓ إني لأجم فؤادي

ببعض الباطل أى اللهو الجائز لأنشط للحق الخ (فيض القدير شرح الجامع الصغير ج٧/ص ١٣٤١)

نعم تمنع (الشريعة السمحة) الغلو و الانهماك فيهابحيث يضر بالمعاش أو المعاد . (تكملة فتح الملهم ج٤/ ص ٤٣٤ **حكم الأعاب فى الشريعة ، قال النبى** ﷺ **مِن حسنِ إسلامِ المرأ تركُه مالَايَعنِي.** (ترمذى ج٢/ص٥٨، رقم: ٢٢١٧)

مدرسہ اسلامیہ میں فیس لے کر تعلیم دینے کا حکم

مدارس اسلامیہ میں قرآن کریم اور دیگر دینی کتابوں کی تعلیم دے کر طلبہ سے فیس وصولنا شرعاً جائز ہے لیکن اس فیس کو قرآن کا معاوضہ نہ سمجھا جائے بلکہ یہ حبس وقت کی فیس اور تنخواہ ہے۔

قال فى الهداية: وبعض مشائخنا استحسنوا الاستيجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التوانى فى الامور الدينية ففى الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوىٰ (شامى كتاب الاجارة، ج٩/ص ٧٦ زكريا،هداية اشرفى ج٣/ص ٣٠٣)

مہتمم کے لیے مدرسہ میں دفن ہونے کی وصیت کرنا

مہتمم کے لیے مدرسہ میں دفن ہونے کی وصیت کرنا صحیح نہیں ہے، اور نہ اس کی وصیت پر عمل کرنا جائز ہے؛ چونکہ اس میں مدرسہ کے لیے وقف شدہ زمین کو ناحق استعمال کرنا ہے اس لیے ایسی وصیت پر عمل کرنے کی شکل میں وصیت کرنے والا اور دفن کرنے والے سب گنہگار ہوں گے۔ (فتاوی دارالعلوم ج۵/ص ۴۰۸)

على انهم صرحوا بان مراعاة غرض الواقفين واجبة (شامى كتاب الوقف ج٦/ص ٦٦٥ زكريا)

رجل اوصىٰ بان يدفن فى داره قال ابو القاسم هذه الوصية باطلة (خانية على الهندية ج٣/ص ٤٩٤)

مدرسہ کے صحن میں مہتمم مدرسہ کی تدفین

مدرسہ کی پوری زمین مدرسہ کے نام پر وقف ہوتی ہے، لہٰذا اس میں مہتمم کی تدفین منشاء واقف کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، اگر کسی مدرسہ میں مسئلہ سے ناواقفیت یا تجاہل عارفانہ کی وجہ سے تدفین عمل میں آچکی ہو تو قبر کو منتقل نہ کیا جائے، البتہ چند ماہ کے بعد زمین کو برابر کر دیا جائے اور آئندہ کے لیے ایسا مضبوط انتظام کیا جائے کہ کوئی اور تدفین وہاں نہ ہوسکے قبر کی صفائی اور باغیچہ اور چہار دیواری وغیرہ ہرگز بھی درست نہیں۔

شرط الوقف كنص الشارع اى فى المفهوم والدلالة ووجوب العمل به

(الدر المختار كتاب الوقف ج۶ / ص ۶۴۹ زكريا)

مدرسہ کی زمین قبر بنانے کے لیے خریدنا

مدرسہ اپنی ملکیت والی متفرق چندہ سے خریدی ہوی زمین کو ضرورت و مصلحت کے اعتبار سے فروخت کرسکتا ہے، اور فروخت کرنے کے بعد اس جگہ میں قبر بنانے کی فی الجملہ اجازت ہے، لیکن مصلحت کے خلاف ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۱۵/ ۵۸۰/ ۵۸۱ ڈابھیل، کتاب النوازل ج ۱۴/ ۴۷)

کیا دستار بندی کرنا اور سند دینا ضروری ہے

اہلیت وصلاحیت ضروری ہے، مروجہ دستار بندی کرنا اور سند دینا ضروری نہیں ہے، اس لیے کہ نا اہل کو عہدہ سپرد کرنا اس منصب کو ذلیل و برباد کرنا ہے جو کہ بروئے حدیث شریف قیامت کی علامت ہے۔

قال النبى صلى الله عليه وسلم: اذا وُسِّدَ الامرُ الى غير اهلِه فانْتظرِ السَّاعةَ

(صحيح البخارى ج ۱ / ص ۱۴ كتاب العلم)

نوٹ: دستار بندی اور سند کا اجراء اساتذہ ومشائخ کی طرف سے عوام کے روبرو اس امر کا اظہار اور شہادت ہے کہ یہ شخص (جس کی دستار بندی ہورہی ہے یا جس کو سند دی جارہی

ہے) ہمارے نزدیک اس قابل ہے کہ دین میں اس کی طرف رجوع کیا جائے اور اس سے مسائل پوچھ کر عمل کیا جائے، خلاصہ یہ کہ یہ شخص آج سے مقتدائے دین ہے۔

اور دستار بندی اور سند کا اجراء اس شخص کے مقتدائے دین ہونے کی شہادت ہے اور شہادت کی بڑی شرط یہ ہے کہ شاہد کو اس امر کا پورا یقین ہو جس کی وہ شہادت دے رہا ہے تاکہ جھوٹ اور دھوکہ کے گناہ سے وہ بچ سکے لہٰذا یہاں بھی اس شخص کی نسبت پوری تحقیق ہونی چاہیے کہ یہ شخص (جس کو سند دی جارہی ہے) مقتداء فی الدین بننے کے قابل ہے یا نہیں، بدون اہلیت کے ہرگز ہرگز دستار بندی نہ کی جائے اور نہ سند دی جائے۔ (حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تالیفات اشرفیہ ملتان، تحفۃ العلماء، سند اور دستار بندی کی شرعی وفقہی حقیقت ج ۱ ص ۴۱۴)

کامیاب ہونے پر طلبہ سے انعام کی وصولی

اگر طلبہ بخوشی شکرانہ کے طور پر انعام دیں تو اساتذہ کے لیے اس طرح کے انعام کا لینا درست ہے؛ لیکن یہ اساتذہ کا واجبی حق نہیں ہے، اس لیے اس کو زبردستی لینا یا بار بار مطالبہ کرنا درست نہیں، اسی طرح اگر کوئی انعام نہ دے تو اس پر طعن وغیرہ کرنا اور آئندہ اس کو حقیر سمجھنا اور ذلیل کرنا اس کے ساتھ محنت میں کمی کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۶۲۵)

قال النبی ﷺ: لایحلُّ مالُ امرئٍ مسلمٍ إلّابطیبِ نفسٍ منه . (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۵۵ کتاب البیوع باب الغصب والعاریۃ)

مدرسہ کی پڑھائی مسجد میں کرنا

مسجد کو مستقل مدرسہ بنانا تو صحیح نہیں لانہ مخالف لنص الواقف، البتہ مسجد میں عارضی طور پر تعلیم دینا درج ذیل شرائط کی پابندی کرتے ہوئے جائز ہے:

(۱) کوئی وقتی ضرورت ہو جیسے دوسری جگہ دستیاب نہ ہو، یا دوسری جگہ سخت گرمی یا سردی وغیرہ ہو۔

(۲) بچے ہوشیار اور عقلمند ہوں، مسجد کا پورا احترام کرتے ہو، مسجد کو گندا اور ناپاک نہ کرتے ہوں۔

(۳)استاذ تنخواہ نہ لیتا ہو، یا لیتا ہو مگر اس کی نیت صرف تعلیم دینے کی ہو، محض پیشہ اور تنخواہ نہ ہو۔
(۴)اعتکاف کی نیت سے بیٹھا جائے۔
الغرض مسجد میں درس وتدریس درست ہے جبکہ مسجد کے علاوہ کوئی جگہ نہ ہو بشرطیکہ مسجد کا احترام ملحوظ رہے۔(مستفاد: فتاوی محمودیہ ج۱۰ ص۳۰۰)

مراعاة غرض الواقفين واجبة. (شامی : ج۴/ص۴۴۵)

يحرم ادخال صبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم والافيكره. (شامی: ج۱/ص۶۵۶)

(قوله يحرم الخ) لمااخرجه المنذری مرفوعاً "جنبوامساجدكم صبيانكم ومجانينكم ،وبيعكم وشرائكم ،ورفع اصواتكم الخ "المراد بالحرمة كراهة التحريم لظنية الدليل الخ.

ولو جلس المعلم فی المسجد والوراق يكتب فان كان المعلم يعلم للحسبة والوراق يكتب لنفسه فلابأس به لانه قربة وان كان بالاجرة يكره الاان يقع لهماالضرورة. (الفتاوی الهنديه الباب الخامس فی آداب المسجد الخ ۵/ ۳۲۱)

اما المعلم الذی يعلم الصبيان باجر اذاجلس فی المسجد يعلم الصبيان بضرورة الحرأوغيره لايكره. (عالم گيری زكرياج ۱/ص۱۱۰)

نیچے مدرسہ اوپر مسجد بنانا

اگر کوئی شخص مسجد اور مدرسہ کے لیے جگہ اس طرح وقف کرے کہ اوپر مسجد اور نیچے مدرسہ بنادیا جائے تو جائز ہوگا، اور نیچے کا حصہ خارجِ مسجد اور اوپر کا حصہ داخلِ مسجد ہوگا۔

اذاجعل تحته سرداباً لمصالحه (المسجد)جاز كمسجدالقدس الخ (فتاوی شامی كتاب الوقف زكرياج۶/ص۵۴۷، كفايت المفتی ج۷/ص۱۷ قديم، امدادالفتاوی ج۲/ص ۶۸۵ ،فتاوی قاسميه ج۱۸/ص۳۱۰)

مدرسہ کی چھت پر مسجد بنانا

مدرسہ اگر موقوفہ ہوتو اس کی چھت پر مسجد شرعی بنائی جاسکتی ہے۔

فعلی هذا المساجدالتی فی المدارس بجرجانیة خوارزم مساجد لانهم لایمنعون الناس من الصلوٰۃ فیها.(البحر الرائق کتاب الوقف ج۵/ص۴۱۸زکریا)

ولایضر جعله تحته سرداباً لمصالحه فیجوز کمافی بیت المقدس (مجمع الأنهر بیروت ج۲/ص۵۹۴/فتاوٰی قاسمیه ج۱۸/ص۳۱۲)

مدارس، مساجد اور رفاہی فنڈ کے مال پر زکوٰۃ کا حکم

مدارس اسلامیہ، مساجد اور رفاہی ادارے (بیت المال وغیرہ) شخص حقیقی نہیں ہیں، بلکہ یہ سب اشخاص حکمی ہیں، اور اسلامی شریعت نے زکوٰۃ کا فریضہ شخص حقیقی کی ملکیت تامہ پر واجب کیا ہے، لہٰذا اس طرح کے اداروں کے اموال پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

فلازکوۃ فی سوائم الوقف والخیل المسبلة لعدم الملک وهذا لان فی الزکوٰۃ تملیکاً، والتملیک فی غیره الملک ولایتصور (بدائع الصنائع ج۲/ص۹/شامی کراچی ج۲/ص۲۵۹، ایضاح النوادر ص۱۹۹)

مدرسہ کی رقم سے تجارت کر کے نفع مدرسہ میں جمع کرنا

مدرسہ کی رقم اہل مدرسہ کے پاس امانت ہوتی ہے، اہل مدرسہ اس رقم کے مالک نہیں ہوتے، لہٰذا اس طرح کے تصرفات (تجارت وغیرہ) اہل مدرسہ کے لیے جائز نہیں ہیں۔

جائز نہ ہونے کے باوجود اگر کسی نے مدرسہ کی رقم سے تجارت کر لی تو اس رقم سے جو نفع حاصل ہوگا وہ مدرسہ کا ہی ہوگا اور اگر نقصان ہوگیا تو نقصان کا ضمان تجارت کرنے والے پر ہوگا، نہ کہ مدرسہ پر۔

اهل المسجد لوباعواغلة المسجداونقض المسجدبغیر اذن

القاضی. الاصح انه لایجوز (فتاویٰ هندیة ج ۲/ ص ۴۶۳/ ۴۶۴)

ولایجوز للقیم شراء شیٔ من مال المسجدلنفسه ولاالبیع له وان کان فیه منفعة ظاهرة للمسجد. (بحرالرائق ج۵/ ص ۴۰۱)

مدرسہ کے اوقات میں گھر جا کر چاشت کی نماز پڑھنا؟

اگر مدرسہ کا عرف تعامل ایسا ہے کہ کسی ملازم کا ذاتی ضرورت سے کچھ دیر کے لیے کہیں جانے کا اختیار رہتا ہے، تو ایسی صورت میں مدرس کا مہتمم صاحب کی اجازت سے گھر جا کر چاشت کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ مدرسہ کے ماحول میں اسے برا نہ سمجھا جاتا ہو اور طلبہ کا حرج نہ ہوتا ہو۔

ویشترط فی صحة الاجارة رضی العاقدین (شرح المجلة لسلیم رستم باز/ الفصل الثالث فی شروط الصحة الاجارة ج ۱/ ص ۲۵۴ رقم المادة ۴۴۸)

چک بندی میں نئے مدرسہ کے نام پر چھوڑی گئی زمین کو تقسیم کرنا؟

جو زمین حکومت کی طرف سے چک بندی میں جس مقصد کے لیے چھوڑی گئی ہے اسے اسی مصرف میں استعمال کیا جائے گا مثلاً جو زمین قبرستان کے لیے ہے وہ صرف تدفین کے لیے استعمال ہوگی اور جو زمین نئے مدرسہ کے لیے چھوڑی گئی ہے وہ نئے مدرسہ ہی کے لیے کام میں لائی جائیگی اس میں ردوبدل درست نہ ہوگا۔

شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدرالمختار کتاب الوقف/ مطلب فی قولهم شرط الواقف کنص الشارع ومطلب بیان مفهوم المخالفة ج ۴/ص ۴۳۴ کراچی، ج ۶/ص ۶۴۹ زکریا، کتاب النوازل ج ۱۴/ ص ۲۳۶)

ایک مدرسہ کی ضرورت سے زائد پیسہ دوسرے مدرسہ کو دینا؟

کسی مدرسہ کا زائد پیسہ دوسرے مستقل مدرسہ کو دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ دونوں کا نظام الگ

ہے، اور چندہ دہندگان نے اپنی رقومات دوسری جگہ لگانے کی اجازت نہیں دے رکھی ہے، البتہ دوسرا مدرسہ اگر پہلے مدرسہ کی شاخ ہواور دونوں کا انتظام مربوط ہوتو اس کا پیسہ ماتحت مدرسہ میں لگانے کی اجازت ہے اس لیے کہ اس صورت میں یہ دوسرا مدرسہ پہلے مدرسہ کی ایک شعبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج۱۵رص۳۷۴رڈابھیل)

قال الخير الرملي: ومن اختلاف الجهة ما اذا كان الوقف منزلين احدهما يسكنى والآخر للاستغلال فلا يصرف احدهما للآخر وهي واقعة الفتوىٰ (ردالمحتار كتاب الوقف مطلب/في نقل انقاض المسجد ونحوه ح۴/ ۳۶۱/كراچی ج۶/ص ۵۵۱/زكريا، كتاب النوازل ج۱۴/ص ۲۲۸)



مدارس اسلامیہ کے چند قابل غور پہلو

مدارس اسلامیہ اور عصری تقاضے

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تعلیم وتربیت کے باب میں نصاب تعلیم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ نصاب تعلیم ایک سانچہ ہے اسی سانچہ کے مطابق طلبہ کے دل ودماغ اور ذھن وفکر ڈھلتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ نصاب میں بنیادی مقاصد کے ساتھ ساتھ عصری تقاضوں کا بھی لحاظ رکھا جائے تاکہ مدارس کے فضلاء دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم سے آراستہ اور زمانہ سے ہم آہنگ ہوکر دین کی حفاظت اور اس کی اشاعت کا فریضہ کامل ومکمل طریقہ سے انجام دے سکیں اس لیے ہمیں صرف ائمہ ومؤذنین کی ہی ضرورت نہیں ہے بلکہ ائمہ ومؤذنین کے ساتھ ساتھ ایسے علماء کی بھی ضرورت ہے جو بدلے ہوئے حالات میں اسلام کے داعیانہ کردار کی تشریح وتوضیح اور مسلمانوں کی ذھنی وفکری تربیت کا فریضہ انجام دے سکیں۔

اوراس کے لیے ایسے علماء کا وجود میں آنا دور حاضر کا اہم تقاضہ ہے کہ جن کی معلومات وسیع

اور بصیرت نمایاں ہو جنہوں نے دینیات کے ساتھ دنیوی علوم میں بھی مہارت حاصل کی ہو۔

اور یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب کہ ہم اپنے مدارس کے نظام میں دینیات کے ساتھ عصری علوم کو بھی شامل کریں۔

واضح رہے کہ عصری علوم اور غیروں کی زبانیں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ ان کو داخل نصاب نہ کیا جاسکے، یوں بھی زبانیں کسی کی میراث اور جاگیر نہیں ہوتیں۔

ضرورت کے تحت ان کو حاصل کرنا اور سیکھنا صرف مباح ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مشہور صحابیٔ رسول حضرت زید بن ثابتؓ کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ یہودیوں کی عبرانی زبان سیکھیں۔ (ترمذی شریف ج ۵ رص ۶۷، رقم الحدیث ۲۷۱۵)

مدارس اسلامیہ کے اساتذہ اور ان کے معاشی مسائل

مدارس کے اندرونی نظام سے باخبر لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہوش ربا گرانی کے موجودہ زمانہ میں بھی اکثر مدارس میں تنخواہوں کا معیار بہت اچھا نہیں ہے گرانی الاؤنس، پراوڈنٹ فنڈ اور پینشن کا تو ذکر چھوڑیے چند ہزار روپیے دے کر مدرسین کو زرخرید غلام سمجھنے والے بعض مہتمم حضرات کے سامنے جب بصد احترام گرانی کا حوالہ دے کر مشاہرہ میں کچھ اضافہ کرنے کی درخواست کی جاتی ہے تو مہتمم حضرات ایسے ناک بھوؤں چڑھاتے ہیں جیسے انہوں نے کوئی کفریہ کلمہ کہہ دیا ہو پھر وہ جواب میں توکل وقناعت کے فضائل سنا کر یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آج کل علماء اپنے بزرگوں کی روش سے ہٹتے جا رہے ہیں۔

اور ان کے دلوں میں دین کی خدمت کا جذبہ باقی نہیں رہا ہے، اور دلیل میں حضرت شیخ الہندؒ کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تنخواہ میں کیا گیا اضافہ یہ کہہ کر نامنظور کر دیا تھا کہ یہ رقم میری ضرورت سے زیادہ ہے۔

ان حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے معاشی حالات بہت اچھے تھے ان کے والد اعلیٰ سرکاری ملازم اور معقول جائیداد کے مالک تھے پھر حضرت شیخ الہند جیسی نیک نفس ہستی پر

آج کے دور کے مدرسین کو کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟

کیا ان حضرات نے کبھی اپنے بارے میں بھی خیال کیا کہ ہمیں حضرت حاجی عابد حسین دیوبندیؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ جیسے پاک طینت، راست باز اور قناعت پسند مہتمم بننا ہے؟

ذمہ داران مدارس کو چاہیے کہ وہ اپنے مدرسین کے معاشی مسائل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں اور ان کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لیے ان کی تنخواہوں میں کم ازکم اتنا اضافہ ضرور کریں کہ وہ خوش حالی کے ساتھ نہ سہی فارغ البالی کے ساتھ زندگی گذار سکیں۔

اس لیے کہ کم تنخواہوں کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ یہ علم دین کی ناقدری ہے اگر ہمارے اندر دین کی عظمت ووقعت ہوتی تو حاملین قرآن کی مشقت کی قیمت بھی بڑی تجویز کرتے لیکن ہم نے دین کی بڑی بے وقعتی کر رکھی ہے کہ ان کی تنخواہیں بہت قلیل مقرر کی جاتی ہیں۔

مدارس اسلامیہ کی داخلی اصلاح

ہندوستان کے اندر اسلامی معاشرہ کے لیے دینی مدارس کی ویسی ہی ضرورت ہے جیسی ضرورت انسانی جسم کے لیے روح کی ہے۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں ان مدارس اسلامیہ نے ہی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو ان کے دین سے باندھ رکھا ہے، اگر یہ مدارس نہ ہوں تو مسلمانوں کو نہ کلمہ کا پتہ ہو اور نہ نماز، روزہ کا نہ انہیں حلال وحرام کی پہچان ہو اور نہ جائز وناجائز کی تمیز۔

یہی وجہ ہے کہ مدارس، اسلام دشمنوں کی نظر میں خار کی طرح کھٹکتے ہیں اور وہ ہمہ وقت ان کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں کہ کب مدارس کی کوئی کمزوری معلوم ہو اور انہیں ہندوستان کے نقشہ سے حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیں۔

الغرض دشمنان اسلام کمزوریوں کو تلاش کرنے میں لگے ہیں اور ہم اپنی کمزوریوں سے تجاہل

عارفانہ برت رہے ہیں، اوران کی اصلاح کی ذرہ برابر بھی فکرنہیں کرر ہے ہیں۔

مدارس اسلامیہ کی اہمیت اپنی جگہ مگر فی الوقت ان کی داخلی اصلاح کی ضرورت سے انکارنہیں کیا جاسکتا۔

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب رحؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے رابطہ مدارس کے اجلاس میں مدارس کی داخلی اصلاح کے حوالہ سے ان امور کی نشاندہی کی جن کی وجہ سے مدارس کے کردار کونشانہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے، جب دارالعلوم دیوبند جیسے ادارہ کے مہتمم اپنے مسلک سے وابستہ ہزاروں مدارس کے ذمہ داروں کومخاطب بنا کر کچھ کہیں تو اس کی اپنی ایک حیثیت ہوتی ہے، ہمیں اس کو مدارس کی عملی زندگی کا حصہ بنالینا چاہیے، حضرت مہتمم صاحبؒ نے پہلی بات ارشادفرمائی کہ اس پرفتن دور میں کامیابی کے ساتھ اپنا کردار ادا کرنے کے لیے ضروری ہیکہ مدارس اسلامیہ کا آپسی رابطہ مستحکم ہو وہ ایک دوسرے کے معاون ہوں، معاندنہ ہوں ہر مدرسہ کوایک دوسرے کا اخلاقی تعاون حاصل ہواوراہم معاملات میں ایک دوسرے سے مشاورت کا سلسلہ ہو یہ بڑا قیمتی مشورہ ہے، اس وقت حال یہ ہے کہ ہمارے مدارس میں باہمی رقابت نے پوری طرح پیر جمالیے ہیں ہر مدرسہ دوسرے مدرسہ کواپنا حریف سمجھتا ہے۔

مدرسوں کی اس باہمی رقابت نے عوام کے اندر علماء کی شبیہ بگاڑ کر رکھ دی ہے، اس کی اصلاح کی ضرورت ہے تاکہ علماء کاوقار مجروح نہ ہو۔

دوسری انتہائی قابل توجہ چیز یہ ہے کہ نظام تعلیم وتربیت کو فعال بنایا جائے اس لیے کہ طلبہ ہمارے پاس امانت ہیں اوران کوعلم وعمل سے آراستہ کرنا ہمارا فرض منصبی ہے اس پہلو سے ہماری کارکردگی جتنی بہتر ہوگی دوسروں کوانگلی اٹھانے کا موقع کم ملے گا اورہم اللہ کی بارگاہ میں سرخ رو ہوں گے، تعلیم کے معیار کی بہتری کے لیے باصلاحیت اورخداترس اساتذہ کاتقرر، مشاہروں کے معیار پر خاص توجہ، امتحانات کے نظم کی عمدگی، ابتدائی جماعتوں میں جانچ کا اہتمام، اوقات درس کے علاوہ مغرب اورعشاء کے بعد تکرار ومطالعہ کا باقاعدہ نگرانی کے تحت نظم اورمقررہ نصاب کی

تکمیل وغیرہ امور پر توجہ فرمائی جائے۔

تربیت کے سلسلہ میں بنیادی چیزیں دارالاقامہ کے نظام کو فعال و مستحکم بنانا ہے، نمازوں کا اہتمام اور اس سلسلہ میں طلبہ کی نگرانی طلبہ کے مشاغل اور کھیل کود پر نظر رکھنا، غیر اخلاقی اور غیر شرعی مشاغل سے ان کو بچانا اور مدرسہ کے قوانین کا پابند بنانا ضروری ہے، طلبہ کی وضع قطع پر خاص نظر رکھنا لازم ہے، مجموعی طور پر طلبہ کو اپنے رنگ میں ڈھالنے کی بھرپور کوشش کی جائے، ساتھ ہی مناسب حد تک طلبہ کے لیے سہولیات کا اہتمام کیا جائے۔

مدارس کا قیام ہی تعلیم وتربیت کے لیے کیا جاتا ہے اگر کوئی مدرسہ ان دونوں مقاصد سے ہٹا ہوا ہے یا ان میں سے ایک مقصد کو حاصل کر رہا ہے اور دوسرے مقصد کو نظر انداز کر رہا ہے تو کہا جائے گا یہ مدرسہ ناکام ہے اور اس پر قوم کا سرمایہ بلاوجہ ضائع کیا جارہا ہے اسی لیے حضرت مہتمم صاحبؒ نے ان دونوں مقاصد کو یکساں اہمیت دی ہے۔

اس تحریر کی روشنی میں اگر مدارس کا جائزہ لیا جائے کہ طلبہ کو مناسب حد تک سہولیات فراہم کی جاتی ہیں یا نہیں، تو معلوم ہوگا کہ چند مدارس کو چھوڑ کر باقی تمام اس سے اغماض برت رہے ہیں، جو کچھ مدارس میں آرہا ہے وہ سب طلبہ ہی کے نام پر آرہا ہے تاہم اس سرمایہ سے طلبہ کے خورد ونوش اور رہنے سہنے کی ضرورتوں پر کتنا خرچ کیا جاتا ہے یہ سب کو معلوم ہے بجٹ کا ایک بڑا حصہ تعمیر میں صرف ہوجاتا ہے گاڑی، ٹیلی فون، خاص مہمانوں کی آمد، جلسے جلوس، یہ سب وہ مصارف ہیں جن سے نہ صرف طلبہ کی حق تلفی ہورہی ہے بلکہ اساتذہ کو بھی اچھی اور خوش حال زندگی سے محروم کیا جارہا ہے، اس کی اصلاح کے اوپر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

تیسری نہایت ہی اہم بات ارشاد فرمائی کہ مدارس اسلامیہ کا اپنے ماحول سے مضبوط رابطہ ضروری ہے وہ عوام کے دکھ درد میں بھی شریک ہوں اور ان کی دینی ضروریات کی تکمیل پر بھی توجہ دیں، دینی ضروریات میں دو چیزیں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں، ایک تو معاشرہ کی اصلاح، یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسلمانوں کا معاشرہ بے شمار خرابیوں میں مبتلا ہے، غیر شرعی رسوم واعمال

اور بے شمار فواحش و منکرات مسلم معاشرہ میں عام ہیں، نماز سے غفلت ہر عمر اور ہر طبقہ کے مسلمانوں کا شعار بن گئی ہے، غیر مسلم عقائد اور ملحدانہ افکار ونظریات میں بھی ایک بڑی تعداد مبتلا ہے، ان تمام چیزوں کی اصلاح کے لیے مدارس اسلامیہ کو نہایت ذمہ داری و مستعدی کے ساتھ اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، کوشش کریں کہ محلوں میں اصلاحی کمیٹیاں تشکیل پا جائیں حسب موقع تذکیری واصلاحی بیانات کا اہتمام کیا جائے۔

چوتھی اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ مدارس کے حساب و کتاب کو صاف شفاف بنایا جائے اور اپنے حسابات کو سرکاری طور پر آڈٹ کرائیں۔

حضرت مہتمم صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں جو ہدایات اور مشورے دیئے ہیں وہ سب آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، یہ بڑی محرومی ہوگی ذمہ داران مدارس کسی نادیدہ خوف کی بنا پر انہیں نظر انداز کردیں، اگر آپ خلوص کے ساتھ کوئی کام کررہے ہیں اور خوف خدا آپ کے ہم رکاب ہے تو پھر ان مشوروں پر عمل کرنے میں آپ کو کسی چیز کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دور حاضر اور مدارس کے فضلاء

ہندوستان میں ایک اندازے کے مطابق بیس کروڑ سے زیادہ مسلمان آباد ہیں، جن کی مذہبی ضروریات کی تکمیل کے لیے ملک کے طول وعرض میں مدارس و مکاتب کا جال بچھا ہوا ہے جن سے ہر سال اتنی بڑی تعداد میں طلبہ فارغ التحصیل ہوتے ہیں کہ جو مسلمانوں کے دل ودماغ پر اپنا نفوذ قائم کرکے ان کے فکر وخیال پر اثر انداز ہوسکتے ہیں، انہیں کے کندھوں پر دعوت دین کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کو مذہب سے وابستہ کرنے اور اس کے ساتھ جڑے رہنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

اس لیے کہ فراغت کے بعد ان کی زندگی مختلف ذمہ داریوں اور چیلنجوں سے بھرپور ہے، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اب زندگی کا جو بھی قدم اٹھائیں خوب احتیاط کے ساتھ اٹھائیں کیونکہ

اب وہ عالم ہیں، اللہ تعالی نے مذہبی قیادت وسیادت کا تاج ان کے سر پر رکھا ہے ان کا غیر محتاط رویہ ان کو اس تاج سے محروم بھی کرسکتا ہے، اب وہ جو بھی کام کریں گے ہزاروں نگاہیں انہیں دیکھیں گی کچھ اس لیے کہ وہ ان کی تقلید کرنا چاہتے ہیں اور کچھ اس لیے کہ انہیں ان کے کمزور پہلوؤں کی جستجو ہے۔

مدارس کے فضلاء کو ہمہ وقت یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وہ مقامی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک ہر جگہ فرقہ پرستوں، مذہب بیزاروں اور تجدد پسندوں کے نشانے پر ہیں انہیں ان سب کا مقابلہ کرنا ہے اور ان سب کی نگاہوں سے خود کو بچانا بھی ہے۔

ایک اور دشمن جو اس وقت ان کی گھات میں ہے وہ ہے میڈیا جس کی آنکھ ہر وقت اور ہر لمحہ ان کے ہی گرد طواف کرتی ہے اس دشمن سے بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، بہر کیف موجودہ زمانہ میں جب کہ علماء دین اور مدارس اسلامیہ کے لیے دنیا روز بروز تنگ ہوتی جارہی ہے ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا بھر پور احساس ہونا چاہیے اور اپنے کردار وعمل کا سنجیدگی سے جائزہ لینا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے ہمیں اور آپ کو خیر امت کے لقب سے نوازا ہے اور جس ذمہ داری کی وجہ سے یہ شرف وخطاب ہمیں عطا ہوا ہے اس کی تکمیل کے بعد ہی حقیقت میں ہم اس لقب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے **کنتم خیر امة أخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤ منون بالله** الخ(ال عمران ۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جسے انسانوں کے لیے لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں ''خیر امت'' قرار دینے کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہو، اگر چہ تمام مسلمان اس کے مخاطب ہیں لیکن اولین مخاطب صحابۂ کرام ہیں جن کے دلوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا

جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

آہستہ آہستہ یہ جذبہ اب ہمارے دلوں سے رخصت ہو رہا ہے حالانکہ اللہ تعالی نے ہر فرد پر اس کی قدرت اور استعداد کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب قرار دیا ہے اگر چہ وجوب کے سلسلہ میں کچھ تفصیل ہے، لیکن اتنی بات بہر حال متعین ہے کہ خدا تعالی کو ایک ایسی جماعت ہمہ وقت مطلوب ہے جو اس فریضہ کی ادائیگی میں مصروف رہتی ہو، ظاہر ہے کہ دین بیزار اور دنیا پرستوں سے تو اس کی توقع فضول ہے، یہ صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کو اللہ تعالی نے مدارس کے سپرد کر کے دین کے اصل سر چشموں سے براہ راست شریعت کا علم حاصل کرنے کی توفیق دی ہے۔

لیکن انتہائی افسوس ہے اس بات پر کہ اب آہستہ آہستہ ہم اپنے اس فرض منصبی کو فراموش کرتے جا رہے ہیں، علوم وفنون پڑھانے، متون وحواشی پر گہری نظر رکھنے، نحو وصرف اور منطق وفلسفے کے ایک ایک جزیئے سے اچھی طرح واقف ہونے اور فقہی اختلافات پر گھنٹوں بحث کرنے کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سبق کو ہم نے بھلا دیا، بلاشبہ یہ تعلیم بھی ضروری ہے اور ہماری مصروفیات بھی لائق تحسین ہیں لیکن ہمیں اپنا بھولا ہوا سبق بھی یاد کرنا چاہیے۔

اور دعوت الی الخیر کے لیے آگے بڑھنا چاہیے اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ آج ہماری مشکلات کا واحد سبب یہی ہے کہ ہم نہ اپنوں میں دین پھیلا رہے ہیں اور نہ غیروں کو اپنے دین کی طرف بلا رہے ہیں۔

ہماری تمام تر جدوجہد کا مرکز ومحور صرف مدرسے ہیں جبکہ عام مسلمان ان سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھا پا رہے ہیں، کیونکہ ان کی اصلاح کی کوئی منظّم اور مربوط کوشش نہیں ہو رہی ہے۔

دوسری طرف پوری دنیا آج اسلام کو سمجھنا چاہتی ہے اور بہت سے لوگ اسلام کی آغوش رحمت میں آنے کے لیے بے تاب ہیں لیکن نہ ہم ان کو اپنے کردار وعمل سے متاثر کر رہے ہیں اور نہ ان کو اسلام کے قریب لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اللہ تعالی نے ہمیں قرآن وحدیث کا علم دیا ہے اس سے بڑھ کر کوئی دوسری نعمت نہیں ہوسکتی، اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم خیر امت بن کر، امت دعوت بن کر اس نعمت کا حق ادا کریں اور ہم جس شعبہ زندگی سے بھی وابستہ ہوں دعوت کے کام کو تمام مقاصد سے مقدم رکھیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے سے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کا بھی ازالہ ہوگا اور اپنے مسلمان بھائیوں کو قرآن کریم کا مطلوب انسان بنانے میں بھی ہمیں کامیابی حاصل ہوگی۔

اوران کروڑوں انسانوں کو بھی دوزخ سے نجات ملے گی جو ہماری غفلت شعاری، بے نیازی اور سہولت پسندی کے باعث ابھی تک ضلالت وگمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔(اقتباس از ہمارے مدارس،مزاج اور منہاج)

اللہ تعالی ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین